T.T.F LIBRARY
No. 11

(جملہ حقوق محفوظ)

پیرس کے اسرار

جرائم و اسرار۔ اور حسن و عشق کی ایک ہوشربا داستان

جس کا محلِ وقوع فرانس کا دارالسلطنت پیرس ہے

مترجمہ

کارپردازانِ دارالاشاعت پنجاب لاہور

سنہ ۱۹۳۳ء

بار اوّل قیمت

دارالاشاعت پنجاب۔ لاہور

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام بابو نظام الدین پرنٹر چھپا
اور سید ممتاز علی پبلشر نے دار الاشاعت پنجاب ریلوے روڈ لاہور سے شائع کیا۔

Taj Tahir Foundation

پہلا باب

کلال خانہ

پیرس کے چوروں اور قاتلوں کی اصطلاح میں تاپی فرنیک ایک نہایت ادنیٰ قسم کی سرائے یا کلال خانہ کو کہتے ہیں + اس قسم کے کلال خانے عموماً رہا شدہ مجرم یا اسی قماش کی عورتیں کھول لیتی ہیں - پیرس کے شرفا اور امن پسند لوگ ان کلال خانوں کے نام سے کوسوں بھاگتے ہیں - ہاں سزا یافتہ مجرموں - خونیوں اُٹھائی گیروں اور دوسرے جرائم پیشہ لوگوں کی یہاں خوب چھنتی ہے + شہر میں کہیں کوئی واردات ہوجائے - تو پیرس کی پولیس سب سے پہلے سیہ کاری کے ان ہی اڈّوں پر چھاپہ مارتی ہے - اور تقریباً ہر دفعہ مجرم کو پکڑنے میں کامیاب ہوجاتی ہے +

۱۳ دسمبر ۱۸۳۸ء کا ماجرا ہے - رات کا وقت موسلا دھار مینہ برس رہا ہے ایک تنومند اور قوی الجثہ شخص ایک بوسیدہ اور پھٹی پرانی فرغل اوڑھے جلد جلد قدم اُٹھاتا چلا جا رہا ہے - کپڑے مینہ میں شرابور ہیں - بجلی بعض اوقات سر کے بالکل قریب آکر کوند جاتی ہے - مگر وہ اپنی دُھن میں کچھ ایسا مست ہے -

کہ کسی بات کی پروا نہیں۔ یہ شخص پانت آچینج سے گزر کر اُن تنگ و تاریک گلیوں کی بھول بھلیاں میں داخل ہو گیا جن کا سلسلہ پیلے داجستس سے ناتردیم تک پھیلا ہُوا ہے۔

اس وقت یہ شخص جس مقام سے گزر رہا ہے۔ یہاں کے مکانات پست غلیظ اور تنگ و تاریک ہیں۔ ایسے مکان خال خال ہی ہیں۔ جن کی کوئی کھڑکی بھی ہے۔ یہاں کی تاریک متعفن اور زینہ دار گلیاں ایسی ڈھلوان ہیں کہ رسّے کے سہارے کے بغیر آمد و رفت محال ہے۔ چنانچہ نم آلود دیواروں کے ساتھ ساتھ رسّے باندھ دئے گئے ہیں۔ مکانوں کی نچلی منزلوں میں کوئلہ۔ اوجھڑی اور گلا سڑا گوشت بیچنے والوں کی دُکانیں ہیں۔ یہ غریب دکاندار اس مقام کے شاہین چوروں سے اسقدر خائف رہتے ہیں کہ باوجود ادنیٰ قیمت کی اجناس رکھنے کے دکانوں کے آگے لوہے کے جنگلے لگوا رکھے ہیں۔

اُس شخص نے کوچہ فیوے میں پہنچ کر جو اس بھول بھلیاں کے بیچوں بیچ واقع ہے۔ اپنی رفتار سُست کر دی۔ اُس کے بشرے سے معلوم ہوتا ہے گویا ایک ایسی جگہ آپہنچا ہے جہاں کسی کا خوف نہیں۔ بلا کی اندھیری رات ہے۔ چھاجوں پانی پڑ رہا ہے۔ آندھی کے تیز و تند جھونکے دیواروں سے دیوانہ وار ٹکرا رہے ہیں۔ پیلے داجستس کے گھڑیال نے دس بجائے۔ ایک دروازے کی تاریک محراب کے نیچے کچھ عورتیں آندھی مینہ سے پناہ لینے کے لئے سکڑی بیٹھی ہیں۔ اور وقت کاٹنے کے لئے دھیمے سروں میں کوئی بازاری گیت گا رہی ہیں۔ وہ تنومند شخص اس محراب کے پاس سے گذرا۔ تو ایک عورت کی آواز شناسا معلوم ہوئی۔ چلتے چلتے رُک گیا۔ اور اُن عورتوں کے قریب جا کر ایک کی کلائی پکڑ لی۔ وہ عورت بڑی لجاجت سے بولی "ماسٹر شرینور شب بخیر!"

جس نام سے اس عورت نے اُسے مخاطب کیا۔ اُس کے معنی ہیں۔ وہ شخص جو چھری سے وار کرے +

وہ بولا "کون ژوالیز (مغنیہ) ؟ آ میرے ساتھ چل۔ اور برانڈی کا ایک جام پلا۔ ورنہ تگنی کا ناچ نہ نچادوں۔ تو شرینور نام نہیں" +

اُس لڑکی نے کانپتے ہوئے جواب دیا۔ "قسم لے لیجئے۔ میرے پاس تو پھوٹی کوڑی بھی نہیں" +

"جیب خالی ہے۔ تو کیا۔ تاپی ژینک کی مالکہ تجھ جیسی نازنیں حسینہ کو اُدھار دینے سے انکار نہ کریگی" +

"میرے اللہ ابھی تو میں نے اُسے ان کپڑوں کا کرایہ تک نہیں دیا۔ جو میرے تن پر ہیں" +

"تو گویا انکار ہے؟" یہ کہہ کر شرینور نے اندھا دھند اس لڑکی کے اس زور کا مکا مارا۔ کہ اُس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ اس پر وہ قہقہہ لگا کر بولا "بس ہلکے سے مکے سے رو دیں۔ یہ تو کچھ بھی نہیں۔ اس سے تو محض تمہارے کان کھونا مقصود تھا" +

شرینور کی زبان سے ابھی یہ الفاظ نکلنے بھی نہ پائے تھے کہ وہ یکبارگی چلّا اُٹھا۔ "اری ناگن! قینچی سے میرے بازو کی کھال اُڑا دی۔ ٹھہر جا۔ تجھے اس کا مزہ چکھاتا ہوں" +

مارے غصے کے شرینور کی آنکھوں سے شعلے نکلنے لگے وہ ژوالینر کے تعاقب میں ایک تیرہ و تار گلی کی طرف چلا۔ ژوالیز نے للکار کر کہا "میں کہے دیتی ہوں میرے قریب نہ آنا۔ ورنہ تم جانو گے۔ قریب آئے نہیں اور یہ قینچی تمہارے دیدوں کے پار ہوئی نہیں میں نے تمہارا کیا بگاڑا تھا جو تم نے مجھ بے قصور کو مارا؟"

Taj Tahir Foundation

شرینور نے اندھیرے میں راستہ ٹٹولتے ہوئے کہا۔ "ٹھہر جا۔ ٹھہر جا۔ ابھی بتاتا ہوں۔ آہا ہا! آئی نہ ہاتھ۔ اب تجھے تگنی کا ناچ نچاؤں گا"۔

"تگنی کا ناچ تو ناچے گا"۔

یہ مردانہ آواز سن کر شرینور ٹھٹک گیا۔ اُسے اپنی غلطی کا احساس ہُوا کہ بجائے زوالیز کے کسی اَور کی کلائی پکڑ رکھی ہے۔ اجنبی نے جھٹک کر اپنا ہاتھ چھڑا لیا۔ اور جھٹ شرینور کو گلے سے پکڑ لیا۔ اُس کے ہاتھوں کی گرفت ایسی آہنی تھی کہ شرینور کا دم گھٹنے لگا۔ زوالیز جو شرینور کے چنگل سے نکل کر جلد جلد سیڑھیاں اُترتی ہوئی گلی کے نچلے حصّے میں جا پہنچی تھی۔ اب پھر اوپر آگئی اور اپنے اجنبی مددگار کو مخاطب کر کے بولی۔

"کرم فرما میں آپ کا شکریہ کس زبان سے ادا کروں۔ کہ آپ نے اس ظالم سے میرا پیچھا چھڑایا۔ میری خطا صرف اتنی تھی کہ میرے پاس اس بدمعاش کو برانڈی کا جام پلانے کے لئے دام نہ تھے۔ اس نے مجھے مارا۔ میں نے بھی بدلہ لینا چاہا۔ مگر افسوس میری قینچی کا وار خالی گیا۔ ..... صاحب ذرا اس سے بچ کر رہیئے۔ اسکا نام "شرینور" ہے"۔

اجنبی نے جواب دیا۔ "تم فکر نہ کرو۔ اس کا نام شرینور ہے۔ تو میں بھی ایسا بدمعاش ہوں جسے کوئی بُزدل نہیں کہہ سکتا"۔

یہ کہتے ہی اجنبی نے ایک گھونسہ ایسا تان کر رسید کیا کہ شرینور چاروں شانے چت گر پڑا۔ مگر فوراً سنبھل کر اُٹھا اور غصّے سے آگ بگولا ہو کر اپنے حریف کی طرف جھپٹا۔ اجنبی نے کمال چابک دستی سے اُسے دوسری بار پھر پٹخنی دی۔ شرینور نے اب بھی ہار نہ مانی اور پیچ و تاب کھاتا ہُوا پھر مقابلے کے لئے سامنے آیا۔ اس دفعہ اجنبی نے لڑائی کا انداز بدل دیا۔ اور یکبارگی اس کے سر پر گھونسوں کی بوچھاڑ کر دی۔ ایک ایک گھونسہ ہتھوڑے کی ضرب سے کم نہ تھا۔ شرینور ان کی تاب نہ لا سکا۔ اور تیسری مرتبہ بیل کا بیل

دھڑام سے زمین پر آرہا۔ بولا "بس بس معاف کرو۔ معاف کرو"۔

یہ دیکھ کر ژوالیز اجنبی سے کہنے لگی "صاحب! اسے اپنے کئے کی سزا مل چکی ہے۔ اب اسے معاف کر دیجئے"۔ اس کے بعد اُس نے ایک نگاہ تحسین اجنبی پر ڈالی اور کہا۔ "صاحب آپ نے بڑے موذی کو مارا۔ ایک بریگینڈ کو چھوڑ کر آج تک کسی شخص کو اس کے مقابلے میں آنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ آہ صاحب۔ اگر آپ میری مدد کو نہ پہنچ جاتے۔ تو نہ جانے اس بدمعاش کے ہاتھوں میرا کیا حشر ہوتا"!

اجنبی بجائے جواب دینے کے بڑے غور سے ژوالیز کی آواز سنتا رہا۔ اُس کے کانوں نے ایسی مٹھی اور رسیلی آواز آج تک نہ سُنی تھی۔ اُس نے اُس کے چہرے کی ایک جھلک دیکھنی چاہی۔ مگر اندھیرا اس غضب کا تھا کہ کچھ نہ دیکھ سکا۔ ادھر شرینور کچھ دیر تک بے حس و حرکت زمین پر پڑے رہنے کے بعد اُٹھ بیٹھا۔ ژوالیز جلدی سے اجنبی کا بازو پکڑ کر بولی "ہوشیار رہیے وہ اُٹھ بیٹھا ہے"۔

اجنبی نے کہا "تم فکر نہ کرو۔ اگر اتنے پر بھی اُس کی سیری نہیں ہوئی۔ تو میں اُس کی تواضع کے لئے پھر تیار ہوں"۔

یہ الفاظ شرینور نے سُن لئے۔ جلدی سے بول اُٹھا "نہیں۔ نہیں اب مجھ میں تاب نہیں ہے۔ پھر کسی وقت سہی۔ سوائے بریگینڈ کے آج تک کسی شخص نے مجھے نیچا نہیں دکھایا تھا۔ لیکن اب تم میرے آقا ہو۔ اب اس جگہ تمہارا راج ہے۔ جو جی میں آئے کرو۔ یہاں کی تمام عورتیں تمہاری کنیزیں ہوں گی۔ اور کلال خانوں کے مالک تمہیں اُدھار دینے سے کبھی انکار نہ کر سکیں گے"۔

اجنبی نے کہا۔ "مگر تو ہے کون؟ کیا تیرا پیشہ چوری اور قزاقی ہے؟"

شرینور نے جواب دیا۔ "اس میں شک نہیں۔ کہ میری چھری نے اکثر لوگوں کو گھائل کیا ہے۔ جب ایک دفعہ خون میرے سر پر سوار ہو جاتا ہے تو پھر میں آگا

پیچھا کچھ نہیں دیکھتا۔ اور ایک آدھ کو زخمی کر کے رہتا ہوں۔ میں اپنی اس بُری عادت کے طفیل پورے پندرہ برس قید خانے کی سختیاں جھیلتا رہا ہوں لیکن میں نے آج تک کبھی چوری نہیں کی۔ یقین نہ آئے تو ژدالیز سے پوچھ لو"۔

ژدالیز نے کہا۔ "واقعی یہ چور نہیں ہے"۔

اس پر اجنبی بولا۔ "تو آؤ ہم دوست بن جائیں۔ چلو میں تمہیں برانڈی کا جام پلاتا ہوں"۔

یہ سُن کر شرینور بہت خوش ہُوا۔ اور ژدالیز کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ "ژدالیز۔ خدا کی قسم تو بڑی اچھی لڑکی ہے۔ میں نے تیرے مکّا مارا۔ تو نے قینچی سے میرا بازو زخمی کیا۔ حساب برابر ہو گیا۔ آ اب ہم بھی ایک دوسرے کی طرف سے دل صاف کر لیں۔ مگر میں تیری نیک دلی کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ تو نے میرے لئے اس نوجوان سے رحم کی درخواست کی۔ ورنہ ان صاحب نے میری جان لینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ آ تو بھی ہمارے ساتھ چل"۔ غرض تینوں کے تینوں ہنستے بولتے قریب کے ایک کلال خانہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جس وقت شرینور اور اجنبی آپس میں دست بگریبان ہو رہے تھے۔ تو ایک لمبا تڑنگا شخص جو لباس سے کوئلہ فروش معلوم ہوتا تھا۔ قریب کی ایک گلی میں چھپا بڑے اضطراب سے ان کی لڑائی دیکھتا رہا تھا۔ جب وہ تینوں کلال خانہ کی طرف روانہ ہوئے تو وہ اُن کے پیچھے پیچھے ہو لیا۔ کلال خانہ کے پاس پہنچ کر شرینور اور ژدالیز پہلے داخل ہوئے۔ اجنبی اندر جانے ہی کو تھا کہ کوئلہ فروش لپک کر اُس کے پاس آیا۔ اور بڑے ادب سے انگریزی زبان میں بولا۔ "مائی لارڈ۔ . . . ہوشیار رہیے"۔ اجنبی نے اپنے شانے جھٹک دئے۔ اور قدم بڑھا کر اپنے ساتھیوں سے جا ملا۔

یہ کلال خانہ جس کا نام تاپن بلان (سفید خرگوش) تھا نہایت ادنیٰ درجہ کا تھا

چند ٹوٹی پھوٹی میزیں اور کرسیاں۔ ایک کرم خوردہ کونٹر جس پر دو چار جگ اور کئی چھوٹے بڑے ٹین کے پیمانے رکھے تھے۔ ایک چھوٹی سی الماری جس میں رنگ برنگی شراب کی بوتلیں تھیں۔ اور ایک پرانے وقتوں کا لمپ جس سے مدھم سی روشنی نکل رہی تھی۔ اس کی کل کائنات تھی۔ کلال خانہ کی چھت دھوئیں سے سیاہ ہو چکی تھی۔ دیواروں پر جا بجا شرابیوں کے ہاتھ کی کھنچی ہوئی عریاں تصویریں تھیں۔ کہیں کہیں فحش فقرے بھی لکھے ہوئے تھے۔ کلال خانہ کے سرے پر داہنے ہاتھ ایک راستہ اُن کوٹھریوں کو جاتا تھا جہاں اس کلال خانہ کی مالکنی کس مین سو (فرانسیسی سکہ) وصول کر کے اپنے گاہکوں کو سُلاتی تھی۔ مالکہ کا نام مادر پونیسی تھا۔ وہ ادھیڑ عمر کی کریہ المنظر عورت تھی۔ مگر خوب موٹی تازی۔ چہرہ چقندر کی طرح سُرخ۔ ہر وقت شراب پیتے رہنے سے اُس کی آنکھوں میں ایک عجیب قسم کی وحشت نمودار ہو گئی تھی۔ ایک سیاہ رنگ بلّی جس کی زرد آنکھوں نے اُسے غیر معمولی طور پر بھیانک بنا دیا تھا۔ ہر وقت مادر پونیسی کے قدموں میں پڑی رہتی تھی۔

شرینور نے کلال خانہ میں داخل ہو کر اپنا ہاتھ اجنبی کے شانے پر رکھا۔ اور بلند آواز میں کہنے لگا۔ "اس وقت جس قدر لوگ یہاں بیٹھے ہیں سب کان کھول کر میری بات سُن لیں۔ اگر کسی صاحب کو اپنے دماغ کی مرمّت کرانی منظور ہو۔ تو یہ نوجوان موجود ہے۔ واللہ یہ صاحب اس فن کے بڑے ماہر ہیں۔ اور ابھی ابھی میری تواضع فرما چکے ہیں۔ افسوس نہ ہوا بریگینڈ۔ ورنہ مزا آجاتا"۔

شرینور کے یہ الفاظ سُن کر سب کی نظریں اجنبی کی طرف اُٹھ گئیں وہ نگاہیں سے اُس کی طرف دیکھنے لگے۔ یہاں تک کہ کلال خانہ کی بدمزاج اور مغرور مالکہ بھی اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور مُسکراتی ہوئی اجنبی کی طرف آئی۔ تاکہ اجنبی کو جن جن چیزوں کی ضرورت ہو خود مہیّا کر دے۔

ژوالیز کا اجنبی مددگار میانہ قد کا حسین نوجوان تھا۔ عمر تیس سال سے زیادہ نہ تھی۔ اُس کے چھریرے بدن اور ہلکے پھلکے اعضا کو دیکھ کر یقین نہ آسکتا تھا۔ کہ اس نے شریزور جیسے تنومند اور ہٹے کٹے انسان کو ناک چنے چبوا دیئے ہونگے۔

جس وقت مادر پونیسی اجنبی کے لئے میز صاف کر رہی تھی۔ تو ایک شخص جس نے اپنا ہاتھ بڑی احتیاط سے چھپا رکھا تھا۔ چپکے سے اُس کے پاس آیا۔ اور اُس کے کان کے قریب منہ لیجا کر کہنے لگا۔ "برنگینڈ آج یہاں آیا تھا؟"

مادر پونیسی نے جواب دیا۔ "نہیں"۔

اس پر وہ بولا۔ "نہ جانے کم بخت کہاں مر رہا آج رات ایک ضروری کام کے لئے مجھ سے یہاں ملنے کا وعدہ کیا تھا"۔

مادر پونیسی بولی "میں سمجھ گئی۔ تم دونوں نے کسی بے گناہ کے خون سے ہاتھ رنگنے یا کسی کو لوٹنے کی ٹھانی ہوگی"۔

یہ سُن کر وہ چمک کر بولا۔ "ہماری ہی کمائی پر تمہارا کلال خانہ چلتا ہے۔ اور ہمیں کو تم بُرا کہتی ہو"۔

مادر پونیسی نے کڑک کر کہا "چپکا نہیں رہے گا۔ اُٹھا کر پھینک دوں گی"۔

ان الفاظ پر اُس کا غصہ ٹھنڈا ہوگیا۔ اور وہ مُنہ ہی مُنہ میں کچھ کہتا ہُوا اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اب مادر پونیسی ژوالیز کی طرف متوجہ ہوکر کہنے لگی۔ "فلورڈی میری (ژوالیز عام طور پر اسی نام سے مشہور تھی) اللہ جانتا ہے تمہیں کپڑے کرائے پر دے کر دل کو بے حد راحت ہوتی ہے۔ ایک تو وہ تم پر پھبتے بہت ہیں۔ دوسرے تم ہمیشہ انہیں صاف رکھتی اور بہت احتیاط سے پہنتی ہو۔ ہاں اس وقت کوئی چیز نہ بُناؤ گی"۔

یہ سُن کر شریزور جلدی سے بول اُٹھا "کھانے کے بعد سہی۔ پیٹ خالی ہو تو گانا

مزہ نہیں دیتا "+

تھوڑی دیر میں مادر یونیسی ایک شراب کا جگ۔ دو تین پلیٹیں شوربے اور گوشت کی۔ اور ایک آدھ ڈبل روٹی لا کر میز پر رکھ گئی۔ شرینور کھانے پر ٹوٹ کر گرا۔ مگر ژوالیز نے ایک دو لقموں کے بعد ہاتھ کھینچ لیا+

اس اثنا میں ایک ادھیڑ عمر کا مگر قوی الجثہ اور تنومند شخص کلال خانے میں داخل ہوا جسے دیکھتے ہی سب لوگ چپ ہو گئے۔ اس نے آتے ہی کھانا طلب کیا۔ اور پھر اس انداز سے بیٹھ گیا کہ اس کی نظر خاص طور پر دو شخصوں پر پڑتی رہے۔ مگر وہ اسے نہ دیکھ سکیں +

شرینور کے دل میں نوجوان اجنبی کی بے حد عزت پیدا ہو گئی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اسے اس سے بے تکلفی سے باتیں کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی + یہ شخص حکومت پولیس اور قوانین کسی چیز کو بھی خاطر میں نہ لاتا تھا۔ ہاں اگر اس کی نظر میں کسی چیز کی عزت تھی۔ تو وہ جسمانی طاقت تھی + وہ بولا۔ "گوتم نے مار مار کر میرا بھرکس نکال دیا ہے۔ لیکن سچ پوچھو تو میں تم سے مل کر بہت خوش ہوا ہوں" +

اجنبی نے کہا "کیا اس لئے کہ یہاں کا کھانا اور شراب تمہارے حسب منشا ہے؟"

"ہاں اس لئے بھی۔ لیکن بڑی وجہ یہ ہے کہ میں تمہارے ہاتھوں بریگینڈ کی گت بنتی دیکھنا چاہتا ہوں" +

"کیا تم سمجھتے ہو۔ کہ میں محض تمہاری خوشی کے لئے اس پر بھیڑیئے کی طرح ٹوٹ پڑوں گا؟"

"نہیں۔ بلکہ جب اسے معلوم ہو گا۔ کہ تم اس سے زیادہ طاقتور ہو۔ تو وہ خود بخود تم سے الجھ پڑے گا +"

اس کے بعد شرینور نے کہا۔ "اب جبکہ ہم دوست بن گئے۔ تو ضروری ہے۔

کہ ہم اپنی اپنی سرگذشت ایک دوسرے کے گوش گزار کردیں۔ تاکہ آپس میں زیادہ اچھی طرح واقف ہو جائیں۔ اور دُکھ درد میں ایک دوسرے کے شریک ہو سکیں"۔

اجنبی نے کہا۔ "ہاں میری بھی یہی رائے ہے۔ اور چونکہ میری سرگذشت بہت مختصر ہے۔ اس لئے پہل میں ہی کرتا ہوں۔ میرا پیشہ پنکھوں پر نقاشی کرنا ہے۔ جس دن دل لگا کر کام کرتا ہوں۔ اُس دن چار پانچ فرینک کما لیتا ہوں۔ میرا نام روڈلف ہے"۔

ژوالیز نے کہا۔ "یہ تو خوب پیشہ ہے۔ کیا آپ کے والدین زندہ ہیں؟"

"ہیضہ سے مر کھپ گئے"۔

"وہ کیا کاروبار کرتے تھے؟"

"پرانے کپڑوں کی تجارت کرتے تھے۔ جب اُنھوں نے انتقال کیا۔ تو میری عمر بہت چھوٹی تھی چنانچہ جس شخص نے میری پرورش کی اُس نے اُن کی جائداد ہیچ ڈالی۔ اور جب میں نے ہوش سنبھالا۔ تو کل میں فرینک میرے حوالے کر دیئے"۔

شرینور نے پوچھا۔ "تو آج کل کس کے ہاں ملازم ہو؟"

روڈلف نے کہا۔ "میرے آقا کا نام بورل ہے۔ بوردونائے کے کوچہ میں اُس کا گھر ہے۔ بڑا بخیل آدمی ہے۔ چمڑی جائے دمڑی نہ جائے اُس کا اصول ہے۔ اپنے ملازموں سے بہت ظالمانہ سلوک کرتا ہے۔ میں پندرہ برس کی عمر سے اُس کے ہاں ملازم ہوں۔ بس یہ ہے میری سرگذشت!"

شرینور نے کہا۔ "ہاں ژوالیز۔ اب تم اپنی کہانی کہو۔ میں اپنی سرگزشت آخر میں بیان کروں گا"۔

دوسرا باب

ژوالیز کی سرگذشت

ژوالیز نے اپنی سرگذشت یوں شروع کی :-

"مجھے اپنے بچپن کا صرف وہ زمانہ یاد ہے جب میری عمر کوئی سات برس کی تھی۔ میں ایک اکھڑ اور بدمزاج بڑھیا کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ جو ایک آنکھ سے معذور تھی۔ یہ بڑھیا بے حد بدصورت تھی۔ اس پر اُس کی مڑی ہوئی ناک اور سبز گول آنکھ نے اُسے اَور بھی بھیانک بنا دیا تھا۔ اُس کے خط و خال الّو سے کچھ ایسے ملتے جلتے تھے۔ کہ وہ شویت (مادہ بوم) کے لقب سے مشہور تھی۔ وہ ہر روز شام کو مجھے نئے پل پر مٹھائی کی ٹکیاں بیچنے بھیجا کرتی تھی۔ یہ بھیک مانگنے کا ایک حیلہ تھا۔ جس دن میں کم از کم دس سو (ایک سو ٹکے کے برابر ہے) کما کر نہ لاتی تو شویت مجھے بہت مارا کرتی۔ اور رات کو کھانا نہ دیتی۔ صبح کو مجھے پھر مار پیٹ کر کینچوے لانے بھیج دیتی۔ کیونکہ دن کے وقت وہ نئے پل کے نیچے مچھلی پکڑنے کا سامان بیچا کرتی تھی۔ میں دوپہر تک زمین میں سے کینچوئے نکالتی رہتی۔ پھر کینچوؤں سے بھری ہوئی ٹوکری سر پر اُٹھا کر گھر لاتی۔ اس وقت شویت مجھے کھانے کو روٹی

کا ایک ٹکڑا دیتی۔ میں رات بھر کی بھوکی پیاسی اس ٹکڑے پر ٹوٹ کر گرتی۔ اور اس کا ایک ریزہ بھی زمین پر نہ گرنے دیتی۔ اس سے پیٹ تو کیا بھرتا۔ یونہی سہارا سا ہو جاتا۔ تب مجھے وہ ساتھ لے کر نئے پل پر جاتی اور مجھے پل کے ایک طرف مٹھائی کے خوانچے کے پاس کھڑا کر دیتی۔ اور آپ کچھ فاصلے پر گوشت کے ٹکے بھون بھون کر بیچا کرتی۔ روٹی کا ٹکڑا تھوڑی ہی دیر میں ہضم ہو جاتا۔ اور بھوک ستاتی۔ تو میں شوبیت سے روٹی مانگتی۔ یہ سن کر وہ قہر کی نظروں سے مجھے دیکھتی۔ اور میرے دو ہتڑ مار کر کہتی۔ "ہمردار جب تک دس سو نہ لائے گی۔ تجھے روٹی نہ دوں گی"۔

"بعض اوقات میں رات کے گیارہ گیارہ بجے تک بھوکی پیاسی اور پالے میں ٹھٹھری ہوئی نئے پل پر مٹھائی کی ٹکیاں بیچتی رہتی۔ میری آنکھوں سے ہمیشہ آنسو جاری رہتے۔ یہ دیکھ کر کسی راہ گیر کو مجھ پر ترس آجاتا۔ اور وہ مجھے دس یا پندرہ سو دے دیتا۔ جنہیں میں لاکر شوبیت کے حوالے کر دیتی تھی۔

"رفتہ رفتہ بڑھیا کی اس روز روز کی مار پیٹ نے مجھے ڈھیٹ بنا دیا۔ اور اب مار کھا کر بھی میرے آنسو نہ نکلتے۔ بلکہ الٹا اسے چڑانے کے لئے ہنستی اور قہقہے لگاتی۔ یہ دیکھ کر وہ غصے سے دیوانی ہو جاتی اور مجھے مار مار کر بے دم کر دیتی لیکن اب بھی میری آنکھوں سے آنسو نہ نکلتے ——"

ثمرینور نے پوچھا۔ "جو مٹھائی کی ٹکیاں تم بیچا کرتی تھیں۔ انہیں چکھنے کو تو دل چاہتا ہوگا؟"

زوالیز نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔ "آہ! یہ میرے دل کی بہت بڑی تمنا تھی اور اسی تمنا نے مجھے تباہ کیا۔ ایک دن جب میں کینچوؤں کی ٹوکری سر پر اٹھائے گھر آرہی تھی۔ تو راستے میں چند لڑکوں نے مجھے مارا اور ٹوکری چھین کر چلتے بنے

میں خوف سے تھر تھر کانپتی ہوئی گھر آئی۔ مجھے معلوم تھا کہ آج شویت کے ہاتھوں میرا کیا حشر ہونے والا ہے۔ اُس نے پہلے تو خوب جی بھر کر مجھے مارا۔ پھر کھانے کو روٹی بھی نہ دی۔ شام کو جب میں مٹھائی کی ٹکیوں کا خوانچہ اُٹھا کر جانے لگی تو اُس نے میری کنپٹی کے پاس سے مٹھی بھر کر بال نوچ لئے۔ آپ جانتے ہیں کہ اس جگہ سے بال نوچنے سے کیسی تکلیف ہوتی ہے۔ اس سے شویت کی غرض یہ تھی کہ یہ درد کی شدّت سے روتی رہے۔ اور لوگ ترس کھا کر اسے خیرات دیں۔ لیکن اس وقت میں بھی جلی بھنی بیٹھی تھی۔ میں نے اسے چڑانے کے لئے زور کا قہقہہ لگایا۔ اور خوانچہ اُٹھا پل پر جا پہنچی۔

"اُس دن شام کو ہم دونوں ایک دوسرے سے کچھ فاصلے پر اپنی اپنی دکان لگائے بیٹھی تھیں۔ شویت بار بار گھونسے تان تان کر مجھے دکھاتی تھی۔ بیٹھے بٹھائے مجھے کیا شرارت سوجھی کہ گانا شروع کر دیا۔ جب میری آواز اُس کے کانوں میں پہنچی تو وہ بہت تلملائی۔ اس پر میں نے ستم یہ کیا۔ کہ اُس کی آنکھوں کے سامنے خوانچہ سے مٹھائی کی ایک ٹکیا اُٹھا منہ میں ڈال لی۔ ایک رات اور ایک دن کی بھوکی تھی۔ اس ٹکیا نے مجھے وہ مزہ دیا۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ چنانچہ میں نے شویت کے دیکھتے دیکھتے دوسری اور پھر تیسری ٹکیا اُٹھا منہ میں دھر لی۔ یہ دیکھ کر شویت کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ مگر اس وقت وہ ننگے بھوننے میں مصروف تھی۔ جل جانے کے ڈر سے اُنہیں چھوڑ کر نہ آسکتی تھی۔ بیٹھی مجھے چھریاں کانٹے اُٹھا اُٹھا کر دکھاتی رہی۔ مگر میں نے کچھ پروا نہ کی۔

"جب شام کا اندھیرا پھیل گیا۔ اور وہ اپنی دکان بڑھا چکی تو میرے پاس آئی اُس روز خلاف معمول نہ مجھے مارا۔ نہ گالی دی۔ بس ہاتھ پکڑ کھینچتی ہوئی لے چلی۔ کلال خانہ میں پہنچ کر اُس نے برانڈی کا ایک جام چڑھایا۔ لیکن اس اثنا میں لجیہ پھر کے

لئے بھی میری کلائی نہ چھوڑی + گھر پہنچ کر اُس نے اندر سے دروازے کو قفل لگا لیا۔ میں ڈر کر اُس کے قدموں پر گر پڑی۔ اور گڑ گڑا کر اپنے قصور کی معافی مانگنے لگی۔ مگر اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ تھوڑی دیر تک وہ کوٹھری میں اِدھر اُدھر ٹہلتی اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتی رہی۔ میں سمجھ گئی کہ میرے لئے سزا تجویز کی جا رہی ہے + یکایک اُس نے الماری کھول ایک زنبور نکالا ــــــ"

شرینور نے بات کاٹ کر کہا۔ "زنبور؟ تمہارے بال نوچنے کے لئے؟"

رڈلف بولا۔ "تمہیں مارنے کے لئے؟"

ژوالیز نے کہا۔ "نہیں میرا دانت اُکھاڑنے کے لئے"۔

اس موقع پر شرینور کے منہ سے بے ساختہ نفرت و حقارت کا ایک ایسا کلمہ نکلا۔ جسے سُن کر کلال خانہ کے سب بادہ نوش یکبارگی چونک اُٹھے۔ اور حیرت سے اُس کا منہ تکنے لگے +

ژوالیز نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "غرض شویت مجھے زمین پر پچھاڑ میرے سینے پر چڑھ بیٹھی۔ اور ایڑی چوٹی کا زور لگا کر میرا دانت اُکھاڑنے لگی۔ آخر بڑی جد و جہد کے بعد اُس نے دانت اُکھاڑ ہی لیا۔ تب مجھے دکھا کر کہنے لگی۔ "دیکھ پھر کبھی ایسا نہ کیجیو۔ ورنہ میں ایک ایک کر کے تیرے سارے دانت اُکھاڑ ڈالوں گی۔ اور جب تیرے منہ میں کوئی دانت نہ رہے گا۔ تو اُٹھا کر دریا میں پھینک دوں گی۔ جہاں مچھلیاں شکاریوں کے لئے کینچوے لانے کی سزا میں تجھے نوالہ بنا لیں گی"+

"شویت کی یہ دھمکی سُن کر میں سر سے پاؤں تک لرز گئی۔ رات بھر اُس کے یہ الفاظ میرے کانوں میں گونجتے رہے + جب صبح ہوئی اور شویت نے حسب معمول مجھے کینچوے لانے بھیجا۔ تو میں نے بھاگنے کی ٹھان لی۔ دن بھر نامعلوم بازاروں

اور کوچوں میں سے گزرتی رہی۔ جب چلتے چلتے اچھی خاصی رات ہوگئی تو مجھے لکڑیوں کی ایک ٹال نظر آئی۔ اس وقت میں تکان سے چور چور ہو رہی تھی۔ چنانچہ رات بسر کرنے کے لئے اس ٹال میں گھس گئی۔ اور ایک جگہ شہتیریوں کی اوٹ میں پڑ رہی صبح سے ایک کھیل بھی میرے حلق سے نیچے نہ اُتری تھی۔ میں نے بھوک سے بیتاب ہو کر ایک لکڑی کی چھال منہ میں ڈال لی۔ اور اُسے چبانے لگی۔ اسی حالت میں میری آنکھ لگ گئی۔ صبح ہوئی تو مجھے ٹال سے باہر نکلنے کی ہمت نہ پڑی۔ کیونکہ میں اپنے دل میں سمجھتی تھی کہ شویت زنبور لئے ٹال سے باہر کھڑی ہے + چنانچہ میں نے جوں توں کر کے وہ دن اُسی ٹال میں گزارا۔ جب بھوک بہت ستاتی۔ تو چھال منہ میں ڈال کر چبانے لگتی + رات ہوئی تو میں پھر وہیں لیٹ گئی۔ ابھی میری آنکھ لگنے نہ پائی تھی کہ ایک کتے کے زور زور سے بھونکنے سے میں چونک اُٹھی۔ ایک آواز یہ کہتی ہوئی سنائی دی "کتا یونہی نہیں بھونک رہا میری ٹال میں ضرور کوئی چور آگھسا ہے" کتا مالک کی شہ پاکر یکبارگی مجھ پر جھپٹا۔ میں نے ڈر کر زور زور سے چیخنا شروع کر دیا۔ میری آواز سُن کر ایک ہٹا کٹا آدمی ہاتھ میں لالٹین لئے میری طرف آیا۔ اور مجھے دیکھ کر بہت درشت لہجے میں کہنے لگا "کیوں ری چوٹی۔ میری ٹال میں تیرا کیا کام؟ تجھے ضرور چوروں نے بھیجا ہے۔ تاکہ جب ہم سو جائیں۔ تو تو چپکے سے ٹال کا دروازہ کھول دے۔ اور وہ شہتیر اُٹھا کر چلتے بنیں۔ چل تجھے پولیس کے حوالے کروں" میں نے رو رو کر شویت کے ظلم و ستم۔ اپنی بے بسی و بے کسی اور فرار ہونے کا سب حال کہہ سُنایا۔ اور اُس کی بے حد منّت سماجت کی۔ کہ مجھے چھوڑ دو۔ پر اُس کا دل نہ پسیجا +

"غرض مجھے مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیا گیا۔ جس نے آوارہ پھرنے کے جرم میں سولہ برس کی عمر تک جیل خانہ میں رہنے کا حکم دیا + جب میں جیل میں گئی اور وہاں

مجھے پیٹ بھر روٹی ملنے لگی۔ تو میں نے مجسٹریٹ کو لاکھ لاکھ دعائیں دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ شویت کے گھر کے مقابلے میں جیل خانہ کی کال کوٹھری میرے لئے بہشت سے کم نہ تھی۔ وہاں مجھے کسی قسم کی تکلیف نہ تھی۔ نہ کوئی مارتا پیٹتا تھا۔ وہاں مجھے سلائی کا کام سکھایا گیا۔ جسے میں بہت شوق سے سیکھتی رہی۔ میں اپنی قید کے دن خوشی خوشی کاٹتی تھی۔ اور جب موسم خوشگوار ہوتا تو اُس بُلبل کی طرح جو موسم بہار میں لالہ و گل کو دیکھ کر صیاد کے پنجرے کی قید بھول جاتی اور بے اختیار چہچہانے لگتی ہے۔ گیت گاتی تھی۔ اسی گانے کے شوق کے باعث میرا نام بجائے پیگو ریت کے جو شویت کا رکھا ہوا تھا۔ ژوالیز (مغنیہ) مشہور ہو گیا +

"آخر جب میری عمر سولہ برس کی ہوئی۔ تو مجھے قید خانہ سے چھٹکارا ملا۔ قید خانہ کے دروازے کے باہر میری مڈبھیڑ اس کلاں خانہ کی مالکہ اور اسی قماش کی دو تین عورتوں سے ہوئی + مادر پونیسی مجھے دیکھتے ہی چٹ چٹ بلائیں لینے لگی۔ اور بولی "آ پیاری ہمارے ساتھ چل۔ ہم تجھے بڑھیا سے بڑھیا لباس پہنائیں گے۔ اور تجھے سوائے بناؤ سنگھار کے اور کوئی کام نہ ہوگا +" جیل میں رہ کر میں ان عورتوں کے ہتھکنڈوں سے واقف ہو گئی تھی۔ چنانچہ میں نے انہیں صاف جواب دے دیا + اس وقت میرے پاس تین سو فرینک تھے جو قید خانہ میں وظیفے کے طور پر میرے نام جمع ہوتے رہے تھے + میں نے اپنے دل میں کہا "میں نے آٹھ برس تک جیل خانہ کی مصیبتیں جھیلی ہیں۔ اب ذرا زندگی کا لطف بھی اُٹھا لوں۔ جب تک روپیہ پاس ہے خوب عیش کر دں۔ جب یہ ختم ہو جائے گا تو کام تلاش کر لوں گی + آہ! یہ میری سخت ناعاقبت اندیشی تھی۔ مجھے پہلے کام تلاش کر لینا چاہئے تھا۔ لیکن مجھے نیک و بد سمجھانے والا کوئی نہ تھا۔ غرض جب تک روپیہ پاس رہا۔ میں نے اپنی ایک سہیلی کے ساتھ مل کر جو لاوارث بچوں کے ہسپتال سے آئی تھی۔ اور جس کا نام رگولیت تھا۔ خوب گلچھرے

اُڑا ئے۔ یہاں تک امیرے پاس صرف تینتالیس فرینک رہ گئے۔

"ایک دن جب میں اور رگولیت ایک گاڑی کرایہ کرکے دیہات کی سیر کو جانے والی تھیں۔ تو میری در زن جس کا نام ہیلیمنہ تھا۔ مجھے تلاش کرتی ہوئی آئی۔ اُس نے مجھے بتایا کہ میرا خاوند میری جان لینے کے درپے ہے۔ چنانچہ میں اُس کے خوف سے گھر سے بھاگ آئی ہوں۔ اور چار دن سے ایک شکستہ اور ویران مکان میں چھپی ہوئی ہوں۔ صرف شام کو کھانے پینے کی چیزیں خریدنے باہر نکلتی ہوں۔ کل شام جب میں باہر نکلی تو اتفاق سے مجھے تمہاری دھوبن لورین مل گئی۔ وہ اُس وقت دردزہ میں مبتلا تھی۔ اور اُس کی حالت بیحد خطرناک تھی۔ کام نہ کرسکنے کی وجہ سے لانڈری کے مالک نے اُسے اپنے ہاں سے نکال دیا تھا۔ اب اس حالت میں وہ پیسے پیسے کو محتاج تھی۔ اور اُسے سر چھپانے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ یہ دیکھ کر میں اسے اپنے ساتھ اپنے ٹوٹے پھوٹے مکان میں لے گئی اور وہیں گھاس پھوس پر اُس کے بچہ پیدا ہوا۔ اب اُس نے مجھے تمہارے پاس امداد کی اُمید میں بھیجا ہے۔ مجھے بچاری کی حالت پر ایسا ترس آیا کہ اپنی جان کی پروا نہ کرکے روز روشن میں تمہارے پاس آئی ہوں۔ اگر تم سے کچھ ہوسکتا ہے۔ تو اُس کی مدد کرو"۔ یہ سُن کر میں نے سیر کا ارادہ ملتوی کردیا۔ اور فوراً اپنے گرم کپڑے۔ کمبل اور چادریں قلی کے سر پر اُٹھوا کر لورین کے ہاں بھجوادیں۔ خود بھی اُس کی تیمارداری کو گئی۔ اس طرح وہ تینتالیس فرینک لورین کے علاج معالجہ اور دوادارو میں خرچ ہوگئے۔ اور وہ آٹھ دس روز کے بعد کام کرنے کے قابل ہوگئی"۔

روڈلف نے پوچھا۔ "جب روپے ختم ہوگئے تو تم نے کیا کیا؟"

شوالیز نے کہا۔ "تب میں کام تلاش کرنے نکلی۔ سلائی کے کام سے خوب

واقف تھی۔ اس لئے میں نے ہمت نہ ہاری۔ ایک کپڑے والے کی دکان پر گئی۔ کسی کو دھوکے میں رکھنا نہ چاہتی تھی۔ اس لئے دکان کے مالک سے صاف صاف کہہ دیا کہ مجھے جیل خانہ سے آئے ہوئے صرف دو مہینے ہوئے ہیں۔ اور میں کام چاہتی ہوں۔ یہ سُن کر وہ ہنسنے لگا۔ میں نے کہا گھر پر کرنے کے لئے ہی کوئی چھوٹا موٹا کام دے دو۔ اُس نے مجھے دکان سے باہر نکال دیا میں بے حد افسردہ دلی کے ساتھ وہاں سے چلی آئی۔ دکان کے باہر میری ملاقات مادر پونیسی سے ہوئی۔ جو ہمیشہ میرے پیچھے لگی رہتی تھی۔ وہ مجھے اس کلال خانہ میں لے آئی اور مجھے برانڈی پینے پر مجبور کیا اور بس ۔۔۔۔ یہ ہے میری سرگزشت "

روڈلف زوالیشر کی یہ سیدھی سادی اور تصنع سے پاک کہانی بے حد دلچسپی سے سنتا رہا۔ جب وہ اُسے ختم کر چکی۔ تو روڈلف کے دل سے بے اختیار ایک آہ نکل گئی۔ بے کسی اور غربت نے اس لڑکی کو بے طرح پیس ڈالا تھا۔ مگر اس کے باوجود اُس کے سینے میں ایمان کی روشنی باقی تھی +

Taj Tahir Foundation

تیسرا باب

شرینور کی سرگزشت

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس کلال خانہ کے دو بدمعاشوں کی حرکات و سکنات کو ایک شخص جسے آئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ ان بدمعاشوں میں سے ایک کے سر پر یونانی وضع کی ٹوپی تھی۔ اور اُس نے اپنا ایک ہاتھ چھپا رکھا تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے مادر پونسی سے برگینڈ کے متعلق دریافت کیا تھا۔ دونوں چپکے چپکے باتیں کر رہے تھے۔ اور رہ رہ کر کلال خانہ کے دروازہ کی طرف دیکھتے تھے۔ اُس شخص نے اپنی ٹوپی میں سے ایک کاغذ نکالا اور اُسے بڑے غور سے دیکھنے لگا۔ جب دیکھ چکا تو اطمینان کا سانس لیا۔ اس کے بعد وہ ان دونوں کی نظر بچا کر کلال خانہ سے باہر نکل گیا۔

ژوالیز اپنی رام کہانی سُنا کر کچھ ملول سی ہوگئی تھی۔ برانڈی نے بجائے اُس کا غم غلط کرنے کے اُسے اور بھی افسردہ بنا دیا تھا۔ اب اُسے روڈلف سے آنکھ ملاتے ہوئے شرم سی محسوس ہوتی تھی۔ اس کے برعکس شرینور بہت مسرور نظر آتا تھا۔ اُس نے پے در پے برانڈی کے جام چڑھائے۔ خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ اور جب ژوالیز خاموش ہوگئی تو اُسے مخاطب کر کے کہا:۔

"پیاری ژوالیز۔ تو نے لاکھ مصیبتیں اُٹھائیں۔ دکھ سہے۔ لیکن کم از کم تیرا کوئی نگراں تو تھا۔ چاہے وہ شویت سی چڑیل ہی کیوں نہ تھی۔ تجھے کوئی ایسی جگہ تو میسّر تھی۔ جہاں تو رات کو سر چھپا سکتی تھی۔ لیکن ذرا میرے حال پر نظر کر۔ کہ اُنیس برس کی عمر تک حرام ہے جو ایک رات بھی بستر پر سونا نصیب ہوا ہو۔ کوئلہ کی کانیں اور چونے کے بھٹے میری خوابگاہ تھے۔ اور کنکر پتھر اور گھانس پھونس اوڑھنا بچھونا۔ سب سے پہلا پیشہ جو میں نے اختیار کیا۔ وہ گھوڑے ذبح کرنا تھا۔ اُس وقت میری عمر بارہ برس سے زیادہ نہ تھی۔ شروع شروع میں تو مجھے یہ کام بہت گھناؤنا اور مشکل معلوم ہوا لیکن مہینے بھر میں ایسی مشق ہو گئی۔ کہ مضبوط سے مضبوط گھوڑے کی گردن پر چٹکیوں میں چھری پھیر دیتا تھا۔ رفتہ رفتہ اس کام میں میری ایسی شہرت ہو گئی۔ کہ دُور دُور سے لوگ اپنے بیمار گھوڑے مجھ سے ذبح کرانے لے آتے۔ جب میں گھوڑا ذبح کر چکتا۔ تو اُس کا مالک مزدوری کے طور پر ران کے گوشت کا ایک ٹکڑا میرے حوالے کر دیتا۔ میں اُس بھوکے بھیڑیئے کی طرح جو اپنے شکار کو قابو میں کئے کسی ایسے محفوظ مقام کی طرف چل دیتا ہے جہاں اطمینان سے اُسے نوالہ بنا سکے۔ اس گوشت کے ٹکڑے کو لئے ایک چونے کے بھٹے میں جا تا جہاں رات کو سویا کرتا تھا۔ اِدھر اُدھر سے کچھ لکڑیاں اور گھاس اکٹھی کر کے جلد جلد آگ جلاتا۔ گوشت کے ٹکڑے کو جو خاک و خون میں لت پت ہوتا۔ اسی طرح آگ میں پھینک دیتا۔ اور ابھی وہ ادھ کچا ہی ہوتا کہ بھوک سے بیتاب ہو کر اُسے نکال لیتا۔ اور آن کی آن میں چٹ کر جاتا ــــــ"

روڈلف نے پوچھا۔ "تمہیں اپنے ماں باپ کا بھی کچھ علم ہے۔ کہ وہ کون تھے؟"

"اس امر میں میری اور ژوالیز کی کیفیت ایک سی ہے۔ جب میں پیدا ہوا تو میرے ماں باپ کوڑے کے ڈھیر پر پھینک کر چلتے بنے تھے"۔

"تم نے اتنی سختیاں جھیلیں۔ اس پر بھی چوری کا خیال تمہارے دل میں پیدا نہ ہوا؟"

"نہیں۔ کبھی نہیں۔ میں اکثر دو دو دن فاقے سے رہا۔ لیکن کبھی کوئی چیز نہیں چرائی"۔

"شاید اس لئے کہ جیل خانہ میں جانے سے ڈرتے تھے؟"

"نہیں۔ بھلا میں ایسی جگہ جانے سے کیوں کر ڈر سکتا تھا۔ جہاں مجھے پیٹ بھر روٹی میسّر ہوتی۔ بات یہ تھی کہ چوری کرنا ــــ میری سرشت ہی میں داخل نہ تھا"۔

رودلف شمرینور کے اس فقرے سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ تھوڑی دیر خاموش رہ کر شمرینور نے پھر کہنا شروع کیا:-

"سولہ برس کی عمر تک میں نے گھوڑے ذبح کرنے کا پیشہ اختیار کئے رکھا اس کے بعد میرا دل اس کام سے اُچاٹ ہوگیا۔ اور میں روزی پیدا کرنے کے لئے نئے نئے ڈھنگ تلاش کرنے لگا۔ یہ زمانہ مجھ پر بہت سختی کا گزرا۔ کیونکہ مجھے جلد کام نہ مل سکا۔ اور نوبت فاقوں تک پہنچ گئی۔ آخر جگہ جگہ کی ٹھوکریں کھانے کے بعد مجھے ایک جگہ پتھر کوٹنے کی ملازمت مل گئی۔ میں دو سال تک وہاں محنت مشقت سے کام کرتا رہا۔ لیکن میرا دل اس کام میں بھی نہ لگا۔ اور میں نے فوج میں بھرتی ہونے کی درخواست دے دی۔ میں وجیہ اور بلند قامت نوجوان تھا۔ اس لئے مجھے جھٹ فوج میں لے لیا گیا۔ یہ پیشہ میرے بالکل حسب منشا تھا۔ لیکن بدقسمتی سے ان دنوں کوئی جنگ چھڑی ہوئی نہ تھی۔ کہ مجھے بہادری دکھانے کا موقع ملتا اس لئے تھوڑے ہی عرصہ بعد میں پھر ملول سا رہنے لگا۔

"ایک دن کا ذکر ہے۔ کہ میرے سارجنٹ نے میرے کام میں کچھ نقص نکالا۔ اور تڑسے ایک تھپڑ میرے مُنہ پر دے مارا۔ میں بھلا اسے کیسے برداشت کر لیتا۔ جواب میں میں نے بھی اُس کے ٹھوکر رسید کر دی۔ دونوں گتھم گتھا ہو گئے۔ اتنے میں اَور سپاہی بھی آکر مجھ پر پل پڑے۔ یہ دیکھ کر میرے سر پر خون سوار ہو گیا۔ مجھے ہر طرف خون ہی خون نظر آنے لگا۔ کہیں سے ایک چھری میرے ہاتھ میں آگئی۔ پھر کیا تھا۔ میں نے اندھا دھند اُن پر وار کرنے شروع کر دیئے۔ سارجنٹ کا تو اسیلوقت قصّہ پاک ہو گیا۔ اس کے ساتھ دو اَور سپاہی بھی بُری طرح زخمی ہو گئے۔ اکیلا شخص پوری رجمنٹ کا مقابلہ کب تک کرتا۔ آخر مجھے جکڑ لیا گیا۔ میرا مقدمہ عدالت میں پیش ہوا۔ اور مجھے سزائے موت کا حکم سُنایا گیا"+

"پھر تم فرار ہو گئے؟"

"نہیں۔ بلکہ میری سزا پندرہ برس قید بامشقت میں تبدیل ہو گئی۔ وجہ یہ ہوئی کہ فوج کی ملازمت کے دَوران میں ایک دفعہ میں نے دو سپاہیوں کو ڈوبنے سے بچایا تھا۔ اور ایک اَور موقع پر ایک مکان میں آگ لگنے پر اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر ایک بڑھیا کو آگ کے شعلوں میں سے زندہ نکال لایا تھا۔ بس یہ کارگزاریاں آڑے آگئیں۔ اور موت کی سزا پندرہ برس کی قید پر ٹل گئی لیکن حقیقت یہ ہے کہ مجھے اپنے زندہ بچ رہنے پر کچھ خوشی نہ ہوئی۔ اس کے بعد جو میں نے ذہنی کوفت اُٹھائی اُس سے موت ہزار درجہ بہتر تھی۔ کوئی رات ایسی نہ گزرتی تھی کہ سارجنٹ اور اُن دونوں سپاہیوں کی روحیں جنہیں میں نے گھائل کیا تھا مجھے بھیانک خوابوں میں نظر نہ آتی ہوں۔ اُن کے ساتھ ہزاروں لاکھوں کی تعداد میں دوسرے سپاہیوں کی روحیں آتی تھیں۔ اور یہ سب میری منّت سماجت کرتی

تھیں۔ کہ ہمیں قتل کردو۔ تب یکبارگی میرے سر پر خون سوار ہوجاتا۔ اور میں چھری اُٹھا اندھادھند اُنہیں ذبح کرنا شروع کردیتا۔ ستم یہ تھا کہ میں جوں جوں اُنہیں قتل کرتا۔ وہ اَور بھی زیادہ تعداد میں میرے پاس آتیں۔ اور خوشی خوشی میرے ہاتھوں قتل ہوتیں۔ جس وقت میں اُن کی گردن پر چھری پھیرتا تو وہ ایسی مظلومی کی نظروں سے میری طرف دیکھتیں کہ میں بے اختیار اپنے تئیں کوستا۔ اور لعنت ملامت کرتا۔ مگر قتل سے ہاتھ نہ روکتا۔ اس پر اَور غضب یہ تھا۔ کہ یوں تو میرا کوئی بھائی نہ تھا۔ لیکن جب اُنہیں قتل کرتا تو ایسا معلوم ہوتا۔ گویا یہ سب میرے ماں جائے ہیں۔ آخر میں بے تحاشا چیخیں مارتا ہُوا اٹھ بیٹھتا۔ اور میرا سارا جسم برف کی مانند ٹھنڈے پسینے میں بھیگا ہوتا

"قید کے ابتدائی ایام میں اس قسم کے بھیانک خواب مجھے اس کثرت سے دکھائی دیتے تھے۔ کہ قریب تھا میں پاگل ہوجاؤں۔ میں نے دو دفعہ اپنے تئیں ہلاک کرنے کی کوشش بھی کی۔ لیکن ایسا سخت جان نکلا کہ نہ زنگار کا رگر ہُوا نہ رسّی کا پھندا۔ میرا رشتۂ حیات منقطع کرسکا۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ ان خوابوں کا سلسلہ کم ہوگیا۔ اور مجھ میں جینے کی آرزو پیدا ہوگئی۔ اور میں دوسرے قیدیوں کے ساتھ گھل مِل گیا۔ جب قیدیوں کو معلوم ہُوا کہ مجھے چوری کی عادت نہیں ہے۔ تو وہ مجھ پر قہقہے لگاتے اور آوازے کستے اور میں اُنہیں اپنی زنجیر سے مارا کرتا اسی طرح ایک دن میں بریگینڈ سے اُلجھ پڑا۔ اور اُس نے گھونسوں سے میری ایسی خبر لی کہ مجھے آج تک یاد ہے"۔

روڈلف نے پوچھا "تو کیا وہ سزایافتہ مجرم ہے؟"

"اُسے عمر قید کا حکم ہُوا تھا۔ لیکن چھ مہینے ہوئے وہ روشفورٹ سے فرار ہوگیا۔ باہر آکر اُس نے اپنی ناک کی پھننگ کاٹ ڈالی۔ اور چہرے کے خط و

خال کو تیزاب سے مسخ کر دیا۔ اُس نے اپنی ہیئت ایسی بدل ڈالی ہے کہ پولیس کے افسر سینکڑوں مرتبہ اُس کے پاس سے گزرے۔ مگر اُسے پہچان نہ سکے لیکن میں اُس کا راز فاش نہ کرونگا۔ کیونکہ اس سے یہ ظاہر ہو گا گویا میں نے اُس سے ڈر کر ایسا کیا ہے"۔

"اُسے عمر قید کی سزا کس جرم میں ملی تھی؟"

"قتل و خون۔ ڈاکہ اور جعل سازی کے جرم میں۔ وہ خاصا پڑھا لکھا آدمی ہے۔ اور خوش خطی کا فن بھی جانتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ سکول ماسٹر کے نام سے بھی مشہور ہے"۔

"اُس کا ذریعہ معاش کیا ہے؟"

"یہی ڈاکہ اور قتل و غارت۔ وہ فخریہ کہتا پھرتا ہے کہ تین ہفتے ہوئے میں نے پوئیسی کی سڑک پر مولیشیوں کے ایک سوداگر کو قتل کر ڈالا۔ اور نقدی لے کر چلتا بنا"۔

"جب تم جیل خانہ سے رہا ہوئے تو کیا پیشہ اختیار کیا؟"

"میں اُس دن سے سینٹ پال کے گھاٹ پر کام کرتا ہوں۔ اور روزانہ پینتیس سو کما لیتا ہوں"۔

"لیکن جب تم چور نہیں ہو۔ تو اس چوروں کے محلّے میں رہتے کیوں ہو؟"

"میں اور کہاں جاؤں؟ کسی سزا یافتہ قیدی کو بھلا کون منہ لگاتا ہے؟ چنانچہ تنہائی کے خیال سے میں نے اُنہیں لوگوں سے جو میری طرح جیل خانہ کی ہوا کھا چکے ہیں۔ میل جول بڑھا لیا ہے۔ یہ سب مجھ سے خائف رہتے ہیں۔ پولیس کے افسروں کو مجھ سے کچھ سروکار نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ کبھی کبھی کسی بدمعاش کی چغلی یا سہلانے کے بدلے میں مجھے چوبیس گھنٹے کے لئے حوالات میں بند کر دیا جاتا ہے"۔

اس اثنا میں وہ شخص جو چپکے سے کلال خانہ سے باہر نکل گیا تھا۔ اپنے ساتھ ایک بلند قد اور تنومند شخص کو لے کر آگیا۔ ان دونوں کو دیکھ کر یونانی ٹوپی والا اور اُس کا ساتھی یکبارگی چونک اُٹھے۔ ایک دوسرے کی طرف معنی خیز نظروں سے دیکھا اور پھر جلدی سے اُٹھ کر کلال خانہ کے دروازے کی طرف لپکے۔ مگر نووارد وں نے جو پولیس کے افسر تھے جھٹ اُن کا راستہ روک لیا۔ پھر کیا تھا زور شور کی لڑائی شروع ہوگئی۔ اتنے میں پولیس کے اَور سپاہی بھی آن پہنچے۔ اور ان سب نے مل کر ان بدمعاشوں کو جکڑ لیا +

مادر پونیسی جس کے لئے اس قسم کے دنگے فساد کوئی نئی بات نہ تھے۔ مزے سے کرسی پر بیٹھی لڑائی کا تماشہ دیکھتی رہی۔ جب پولیس والے ان دونوں کو باندھ کر لے چلے تو ایک افسر سے جسے وہ جانتی تھی۔ کہنے لگی۔ "مسٹر بورل ان دونوں کو کس جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔ شکر ہے کہ شراب کے دام پیشگی ادا کر چکے ہیں۔ ورنہ میں غریب مفت میں لُٹ جاتی" +

مسٹر بورل نے جواب دیا۔ "انہوں نے ایک بڑھیا کو جو رونیٹ کرسٹوفی میں رہتی تھی۔ قتل کر ڈالا ہے۔ بڑھیا نے مرنے سے پہلے لوگوں کو بتا دیا تھا۔ کہ میں نے ان میں سے ایک کے ہاتھ پر کاٹ کھایا ہے۔ چنانچہ ہمارے ایک مخبر نے جو تھوڑی دیر ہوئی یہاں آیا تھا۔ اسی نشانی سے ان قاتلوں کا سراغ لگا لیا۔ اور ہمیں خبر کر دی" + اس کے بعد وہ مسکرا کر بولا۔ "مادر پونیسی تمہارا کلال خانہ تو اچھا خاصا چوہے دان بنتا جاتا ہے۔ یہ تیسرا قاتل ہے۔ جسے میں نے یہاں سے گرفتار کیا ہے" +

جب پولیس مجرموں کو لے کر روانہ ہوگئی۔ تو سب نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور پونیسی نے کہا "اگر اس وقت بریگنیڈ یہاں ہوتا تو وہ بھی ان بدمعاشوں کے ساتھ

باندھ لیا جاتا۔" پھر دروازے کی طرف دیکھ کر کہا۔" ایلویا ہی کیا تھا کہ حضرت اپنی بیگم صاحبہ کے ساتھ تشریف لے آئے"۔

ان الفاظ پر کلال خانہ کے سب لوگوں میں ایک کپکپی سی پیدا ہو گئی۔ اور روڈلف جیسا من چلا بہادر بھی لمحہ بھر کے لئے ٹھٹک کر رہ گیا۔ برگینڈا سقدر کریہہ المنظر اور بھیانک صورت تھا کہ اس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اُس کے چہرے سے انتہا درجہ کی سفاکی اور خونخواری ٹپکتی تھی۔ ناک کی پھننگ کٹ جانے سے ہونٹوں کے اوپر دو ہیبت ناک سوراخ دکھائی دیتے تھے۔ تیزاب کی وجہ سے چہرے پر جا بجا آبلے پڑے ہوئے تھے۔ ہونٹ سوج کر بے حد موٹے ہو گئے تھے۔ اُس کے ڈیل ڈول اور صورت کو دیکھ کر جسم پر لرزہ طاری ہو جانا کوئی عجیب بات نہ تھی۔ جو بڑھیا اُس کے ہمراہ تھی۔ وہ بدصورتی میں کسی طرح اُس سے کم نہ تھی اُس کی مڑی ہوئی ناک اور سبز گول واحد آنکھ کو دیکھ کر روڈلف کا خیال فوراً شوئیت کی طرف گیا۔ ژوالیز کی طرف دیکھا تو اُس کے چہرے پر مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ اُس نے کانپتے ہوئے ہاتھ سے اُس کا بازو پکڑ لیا۔ بڑی نحیف آواز میں بولی "یا خدا۔ یہ تو شوئیت ہے"۔

برگینڈ سیدھا اُس میز کی طرف گیا جس کے گرد یہ تینوں بیٹھے تھے۔ وہ ژوالیز کے قریب آکر بڑی کرخت آواز سے بولا "اے حسینوں کی سرتاج ان چاہنے والوں کو چھوڑ۔ اور میرے پاس آ"۔

قبل اس کے کہ برگینڈ کچھ دست درازی کرے روڈلف جھٹ اُٹھ کر ژوالیز اور اُس کے درمیان کھڑا ہو گیا۔ اُس کا حسین چہرہ غصّے سے اس درجہ بھیانک ہو گیا تھا۔ کہ پہچاننا مشکل تھا۔ برگینڈ حریف کو ایسا مستعد دیکھ کر جھجکا۔ اور ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اور اپنی بے اندازہ طاقت پر اعتماد نہ کر کے جیب میں

پیش قبض ٹٹولنے لگا۔ قریب تھا کہ وہ روڈلف پر وار کرے کہ اتنے میں شویت جو چند لمحوں سے ژدالیز کے چہرے کی طرف ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ یک لخت چلا اُٹھی۔ "اخاہ یہ تو وہی میری مٹھائی کی ٹکیاں چُرانے والی بیگوریت ہے۔ کیوں ری چوٹی۔ تو اتنا عرصہ کہاں رہی؟ میرے چنگل سے نکل کر تو بھلا جائیگی کہاں۔ معلوم بھی ہے۔ میں نے تیرے ماں باپ کا کھوج لگا لیا ہے۔ اور وہ بڑے پیسے والے لوگ ہیں"۔

ژدالیز نے چلا کر کہا۔ "تو میرے ماں باپ کو جانتی ہے؟"

"ہاں تیری ماں کا نام میرے شوہر برگینڈ کو معلوم ہے۔ لیکن اگر کبھی اُس کے منہ سے وہ نام نکلا تو اُس کی زبان ہی گدی سے کھینچ لونگی۔ میرے شوہر نے کل اُس شخص کو بھی دیکھا جس نے جب تو بچی تھی تو تجھے میرے حوالے کیا تھا"۔ پھر ژدالیز کی آنکھوں میں آنسو جھلکتے دیکھ کر بولی "پڑی ٹسوئے بہا۔ تیرے ماں باپ کا نام تو میں تجھے بتاتی نہیں"۔

شویت کی اس مداخلت کی وجہ سے لڑائی کا رنگ پھیکا پڑ چلا تھا لیکن برگینڈ یک لخت آگے بڑھا اور شویت کو ٹھوکا دے کر بولا "بس بہت زبان چلا چکی۔ اب مجھے ذرا اس کے حمایتی کا کس بل دیکھنے دے"۔

اس سے پہلے کہ برگینڈ کو وار کرنے کا موقع ملے۔ روڈلف جھٹ چھلانگ مار کر میز پر چڑھ گیا۔ اور برگینڈ پر جھپٹنے ہی کو تھا۔ کہ اتنے میں کلال خانہ کا دروازہ زور کے دھماکے سے کھلا۔ اور وہ شخص جس نے کوتلہ فروشوں کا لباس پہن رکھا تھا۔ دوڑتا ہوا اندر داخل ہوا۔ برگینڈ کو بڑی تندی سے پرے دھکیل کر روڈلف کے قریب پہنچا۔ اور اُس کے کان کے پاس منہ لے جا کر انگریزی زبان میں کہنے لگا۔ "مائی لارڈ ٹام اور سارہ اس کلال خانہ کی طرف آ رہے ہیں"۔

ان پُراَسرار الفاظ پر روڈلف جھنجلا اُٹھا۔ جلدی سے جیب سے ایک ٹوئی نکال کر ماورِ پونیسی کے کونٹر پر پھینکا۔ اور پھر جلد جلد قدم اُٹھاتا ہُوا دروازے کی طرف چلا۔ برگینڈ نے اُس کا راستہ روکنے کی کوشش کرنی چاہی۔ اس پر اُس نے پلٹ کر یکے بعد دیگرے اُسے دو گھونسے اس زور سے رسید کیے کہ وہ لڑکھڑاتا ہُوا زمین پر آ رہا۔ چند لمحوں کے بعد جب حواس ٹھکانے پر آئے تو اُٹھ کر اُس کے تعاقب میں بھاگا۔ مگر اس اثنا میں وہ کوئلہ فروش کے ساتھ رات کی تاریکی میں غائب ہو چکا تھا +

عین اس موقع پر دو شخص ہانپتے ہوئے کلال خانہ میں داخل ہوئے۔ اور آتے ہی کلال خانہ کے سب لوگوں کو گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگے۔ پھر ان میں ایک شخص نے انگریزی زبان میں دوسرے سے کہا۔ "کم بخت پھر ہمارے ہاتھ سے نکل گیا"

Taj Tahir Foundation

چوتھا باب

ٹام اور سارہ

یہ دونوں شخص جو روڈلف کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد کلال خانہ میں داخل ہوئے لباس اور وضع قطع سے طبقہ امرا کے رُکن معلوم ہوتے تھے اُن میں سے ایک دُبلا پتلا لیکن بلند قد تھا۔ اس کے سر کے بال قریب قریب سفید ہو چکے تھے۔ بھویں اور مونچھیں البتہ سیاہ تھیں۔ اس کا ساتھی جس کے اعضا ہلکے پھلکے اور قد چھوٹا تھا۔ نہ دُرُوا اور حسین تھا۔ اُس کے سیاہ دراز گیسوؤں کی چمک اور چہرے کے خط و خال کی لطافت و نزاکت صاف بتا رہی تھی۔ کہ یہ کوئی عورت ہے جس نے مردانہ لباس پہن رکھا ہے +

جب یہ کلال خانہ میں داخل ہوئے تو شرینور بریگینڈ۔ شویت اور کلال خانہ کے دوسرے لوگ انہیں تجسس کی نظروں سے دیکھنے لگے + ژوالیز نے جو شویت کی مڈبھیڑ اور بریگینڈ کی دھمکیوں سے بے حد خائف ہو گئی تھی۔ اس موقع کو غنیمت جانا اور شویت اور بریگینڈ کی آنکھ بچا کر چپکے سے کلال خانہ سے نکل گئی +

وہ دونوں نووارد ایک میز کے پاس بیٹھ گئے۔ اور کلال خانہ کی مالکہ سے بولے

شائستہ لہجہ میں شراب لانے کو کہا + جب مادر یونیسی شراب لے کر آئی۔ تو بلند قامت شخص نے پوچھا۔ "میڈم۔ ہمارے ایک دوست نے جس کے سر کے بال اور مونچھیں بھورے رنگ کی ہیں۔ اور قد میانہ ہے۔ ہم سے اس کلال خانہ میں ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ وہ آیا تو نہیں؟

مادر یونیسی نے جواب دیا۔ "ہاں آیا تو تھا لیکن آپ کے آنے سے تھوڑی ہی دیر پہلے ایک کوئلہ فروش آکر اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ وہ کوئی گھنٹہ بھر ہوا ژوالیز اور شرینور کے ہمراہ یہاں آیا تھا" یہ کہتے کہتے اس نے شرینو کی طرف اشارہ کیا۔ جو تھوڑے ہی فاصلہ پر بیٹھا ہوا تھا +

اس پر اس عورت نے جو مردانہ لباس پہنے تھی اپنے ساتھی سے پوچھا۔ "ٹام۔ تم اس شخص کو جانتے ہو؟"

وہ بولا۔ "نہیں۔ سارہ۔ میں نے تو پہلے اس شخص کو کبھی نہیں دیکھا۔ روڈلف اس مقام کی پُر پیچ گلیوں میں داخل ہو کر کارل کی نظروں سے اوجھل ہو گیا تھا وہ روڈلف کی تلاش میں پھر رہا تھا۔ کہ اُسے اس کلال خانہ کے باہر مرفی کوئلہ فروش کے لباس میں دکھائی دیا۔ اُسے شبہ ہوا تو اُس نے مجھے اس کی اطلاع کر دی +" اتنا کہہ کر ٹام شرینور کی طرف متوجہ ہوا۔ اور اُس سے کہنے لگا "دوست ہمارے ایک رفیق نے ہم سے اس کلال خانہ میں ملنے کا وعدہ کیا تھا۔ ہمیں کلال خانہ کی مالکہ سے معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ آپ کے ہمراہ یہاں آیا تھا۔ کیا آپ بتلا سکتے ہیں۔ کہ وہ کہاں چل دیا ہے؟"

"جس گلی میں براس روگ کا مکان ہے۔ وہاں میری اُس کی مڈبھیڑ ہوئی تھی۔ میں ژوالیز نامی ایک لڑکی سے دل لگی کر رہا تھا۔ کہ اُس نے اُس کی حمایت میں مجھے ٹھوک دیا۔ اس کے بعد ہم میں صلح صفائی ہو گئی۔ اور ہم اس کلال خانہ

میں چلے آئے۔ اس کے علاوہ مجھے کچھ معلوم نہیں"۔

سارہ نے پوچھا۔ "یہ براس روگ کون ہے۔ کہاں رہتا ہے؟"

"وہ یہاں کا چھٹا ہُوا بدمعاش ہے۔ ہر ایسی چیز کی تجارت کرتا ہے جس کا بیچنا ممنوع۔ اور ہر وہ کام کرتا ہے جس کا کرنا خلاف قانون ہے۔ یہی اُس کا پیشہ ہے۔ روآفیوے میں نمبر ۱۳ اُس کا مکان ہے"۔

ٹام اور سارہ نے تعجب سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ پھر ٹام نے نوٹ بک نکال کر براس روگ کا نام اور پتہ لکھ لیا۔

اس وقت ہوٹل واویلے کے گھڑیال نے بارہ بجائے۔ شرینور۔ ٹام اور سارہ کے سوا کلال خانہ کے سب لوگ ایک ایک کر کے رخصت ہو گئے۔ بریگینڈ نے اُٹھتے وقت چپکے سے شویت کے کان میں کہا۔ "آؤ باہر چل کر کسی گلی میں چھپ رہیں آج کا شکار بہت مالدار معلوم ہوتا ہے۔ اگر یہ ہمارے ہتھے چڑھ گیا۔ تو بس وارے نیارے ہیں"۔ یہ کہہ کر وہ شویت کے ساتھ کلال خانہ سے باہر نکل گیا۔

جب اور پونسی نے دُکان بڑھانی شروع کی۔ تو ٹام اور سارہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ شرینور نے اُنہیں جو معلومات بہم پہنچائی تھی۔ اس کے لئے اُس کا شکریہ ادا کیا۔ جب وہ رخصت ہو گیا۔ تو ٹام مادر پونسی کے پاس گیا۔ اور بل ادا کیا۔ اس کے بعد دونوں کلال خانہ سے باہر نکل آئے۔ باہر آندھی مینہ کا زور ابھی کم نہ ہُوا تھا۔ دونوں مینہ میں بھیگتے ہوئے چل دیئے۔ تھوڑی دور چل کر ایک ٹوٹے پھوٹے مکان کے قریب پہنچے تھے۔ کہ یکبارگی پیچھے سے بریگینڈ چیتے کی طرح اُن پر جھپٹا۔ ایک ہاتھ سے ٹام کا گلا دبا۔ اور دوسرے سے سارہ کی کلائی پکڑ لی۔ ڈپٹ کر بولا۔ "لاؤ جو کچھ تمہارے پاس ہے میرے حوالے کر دو۔ ورنہ جیتا نہ چھوڑوں گا"۔

اس اثنا میں شویت نے کمال پھرتی سے ٹام کی جیبیں خالی کرلیں۔ سارہ نے بڑے استقلال سے کہا۔ "ٹام۔ جو کچھ نقدی تمہارے پاس ہے ان کے حوالے کردو۔" پھر برگینڈ سے مخاطب ہو کر بولی "ہم شور نہیں مچائیں گے۔ تم ہمیں کچھ نہ کہو"۔

ٹام بولا۔ "آؤ معاملہ کی بات کریں۔ میرے پورٹ فولیو میں بعض ایسے کاغذات ہیں۔ جو تمہارے کسی کام نہ آئیں گے۔ کل تم اسے میرے پاس لے آؤ۔ تو میں تمہیں پچیس لوئی دونگا"۔

برگینڈ نے کہا۔ "میں ایسے جھانسوں میں آنے والا نہیں ہوں"۔

شویت بولی۔ "اگر تمہیں واقعی ان کاغذوں کی ضرورت ہے۔ تو ایک ترکیب سے لے سکتے ہو۔ تمہیں سینٹ ٹونیس کا میدان معلوم ہے؟"

"ہاں"

"اور سینٹ اوین کا؟"

"ہاں وہ بھی"

"تو بس سینٹ اوین کے سامنے جو ہموار میدان ہے۔ روپیہ لے کر وہاں آجاؤ۔ میں پورٹ فولیو لئے موجود ہوں گی"۔

برگینڈ بولا۔ "لیکن شویت اگر اس نے تمہیں دھوکا دیا تو؟"

"یہ مجھے دھوکا نہیں دے سکتا۔ میری آنکھ تو ایک ہی ہے۔ مگر ہے دوربین اگر یہ شخص اپنے ساتھ کسی اور کو لایا۔ تو میری بو بھی نہ پائے گا"۔

یکایک سارہ کے ذہن میں ایک بات آئی۔ وہ برگینڈ سے کہنے لگی۔ "تم دولت کمانا چاہتے ہو؟"

"ہاں"

Taj Tahir Foundation

"تم نے کلال خانہ میں اُس نوجوان کو دیکھا ہوگا۔ جسے ہمارے آنے سے تھوڑی دیر پہلے ایک کوئلہ فروش اپنے ہمراہ لے گیا تھا؟"

"ہاں دیکھا ہے۔ وہی ناجس کی مونچھیں بھورے رنگ کی ہیں۔ کم بخت نے جاتے جاتے دو گھونسے ایسے تان کر رسید کئے۔ کہ میں زمین پر آرہا تھا خیر کیا مضائقہ ہے۔ میں بدلہ لے لوں گا۔ تم اُسے قتل کرانا چاہتے ہو۔ تو ایک ہزار فرینک نکالو"۔

"ہمیں اُس کی جان لینا منظور نہیں۔ کل تم سینٹ ڈینس کے میدان میں آؤ وہاں تمہیں میرا ساتھی ملیگا اور تمہیں بتائے گا۔ کہ ہم تم سے کیا کام لینا چاہتے ہیں۔ اگر تم اس میں کامیاب ہو گئے۔ تو ایک چھوڑ دو ہزار فرینک ملیں گے"۔

دو ہزار کا نام سُن کر شویت کی باچھیں کھل گئیں۔ جلدی سے بول اُٹھی "تم بیفکر رہو۔ کل اپنے شوہر کی طرف سے میں وہاں موجود رہوں گی"۔

اس کے بعد ٹام اور سارہ ناتردیم کے چوک کی طرف چل دیئے۔ اور برگینڈ اور شویت نے خوش خوش گھر کی راہ لی۔ جب یہ لوگ کچھ دُور نکل گئے۔ تو اس ٹوٹے پھوٹے مکان میں سے جس کے قریب برگینڈ، ٹام اور سارہ پر حملہ آور ہوا تھا۔ ایک شخص چپکے سے باہر نکلا۔ یہ شرینور تھا۔ جو آندھی مینہ کے طوفان سے پناہ لینے کے لئے اس مکان میں آگھسا تھا۔ برگینڈ اور ٹام اور سارہ کی جھڑپ اُس کی آنکھوں کے سامنے ہوئی تھی۔ اور اُس نے اُن کی سب باتیں سُن لی تھیں۔ اور اس نتیجہ پر پہنچا تھا۔ کہ یہ دونوں اجنبی روڈلف کے دوست نہیں ہیں۔ اُس کی بے حد خواہش تھی۔ کہ روڈلف کو ان باتوں سے آگاہ کردے۔ مگر اُسے اُس کا پتہ نشان معلوم نہ تھا۔ اُسے اَور تو کچھ سوجھا نہ۔ ٹام اور سارہ کے تعاقب میں ہولیا۔ وہ ناتردیم کے چوک میں پہنچ کر ایک گاڑی میں سوار ہو گئے۔ جو اُنہیں کے انتظار میں کھڑی تھی۔

جب گاڑی روانہ ہوئی تو شرینور جھٹ اُچک کر اُس کے پیچھے بیٹھ گیا + ایک بجے کے قریب گاڑی ایک ایسے مقام کے پاس رُکی۔ جو عوام میں "جنتر منتر" کے نام سے مشہور تھا + ٹام اور سارہ گاڑی سے اُتر کر قدم بڑھاتے ہوئے ایک چھوٹے سے بازار کی طرف گئے۔ اور رات کی تاریکی میں شرینور کی نظروں سے اوجھل ہو گئے + شرینور نے جیب سے چاقو نکالا۔ اور جس جگہ اُن کی گاڑی آکر ٹھہری تھی۔ وہاں ایک درخت کے تنے پر گہرا نشان بنا دیا۔ اس کے بعد وہ جلد جلد قدم اُٹھاتا ہُوا اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا +

Taj Tahir Foundation

پانچواں باب

عالمِ خواب یا بیداری؟

دوسرے دن بادوباراں کا طوفان تھم گیا۔ بادل چھٹ گئے۔ اور سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پیرس کے گلی کوچوں اور بازاروں کو منور کرنے لگا۔ دن کے گیارہ بجے کے قریب روڈلف ماورپونیسی کے کلال خانہ میں داخل ہوا مالکہ اُسے دیکھتے ہی بولی۔ "غالباً آپ اپنے لوئی کی بقیہ ریزگاری لینے آئے ہیں"۔

"ہاں۔ اور میرا ارادہ ہے۔ کہ آج کا دن ژوالیز کے ساتھ دیہات میں بسر کروں"۔

"یہ ناممکن ہے"

"کیوں؟"

"جو کپڑے اُس کے تن پر ہیں وہ میری ملکیت ہیں۔ اس کے علاوہ دوسو بیس فرینک دس سو رہائش اور خوراک کے اُس کے ذمّے ہیں۔ جب تک وہ یہ رقم ادا نہ کرلے۔ کیسے جاسکتی ہے"۔

یہ سن کر روڈلف نے جیب سے پندرہ لوئی نکالے اور ماورپونیسی کے کونٹر

پر پھینک دیئے۔ بڑھیا حیرت سے اُس کا منہ تکنے لگی۔ وہ بولا۔ "لو اب جلدی سے ژوالیز کو میرے آنے کی اطلاع کر دو لیکن خبردار اُسے معلوم نہ ہونے پائے۔ کہ میں نے اُس کا قرض ادا کر دیا ہے"۔

تھوڑی دیر میں ژوالیز جلد جلد قدم اُٹھاتی ہوئی آگئی۔ روڈلف کو دیکھ کر اُس کے رخسار تمتما اُٹھے۔ اور اُس نے نظریں نیچی کر لیں۔ روڈلف نے آہستگی سے اُس کا بازو تھام لیا۔ اور دونوں کلال خانہ سے باہر نکل گئے۔ اس وقت مارے خوشی کے ژوالیز کا دل بلیوں اُچھل رہا تھا۔ مگر وہ بے حد ضبط سے کام لے رہی تھی۔ جب وہ چوک میں پہنچے۔ تو ایک گاڑی اُن کی منتظر کھڑی تھی۔ روڈلف نے ژوالیز کو گاڑی میں سوار ہونے میں سہارا دیا۔ پھر اُس کے پاس بیٹھ کر کوچوان سے کہا۔ "سینٹ ڈینس کی طرف چلو"۔

گھوڑے چل دیئے۔ گو سورج پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ پھر بھی رات کے باد و باراں کی وجہ سے ہوا میں خنکی پیدا ہو گئی تھی۔ جب گاڑی چلی تو تیز ہوا کے جھونکے آنے لگے۔ ژوالیز یہ دیکھ کر کہ وہ بے خبری میں ایک نہایت بیش قیمت لبادے پر بیٹھ گئی ہے۔ چونک کر کہنے لگی۔ "میں بھی کیسی اندھی ہوں۔ کہ ایسے قیمتی لبادے پر بیٹھ گئی"۔

روڈلف نے بڑی ملائمت سے کہا۔ "یہ تمہارے ہی لئے ہے۔ میں اس خیال سے اسے لے آیا تھا۔ کہ شاید تمہیں سردی لگے۔ اسے پہن لو"۔

ژوالیز حیرت سے روڈلف کا منہ تکنے لگی۔ وہ شکر گذاری کے طور پر کچھ کہنے کو تھی۔ کہ روڈلف نے اُسے روک دیا۔ اور بات ٹالتے ہوئے کہنے لگا۔ "تمہیں یاد ہے۔ رات شویت نے کہا تھا۔ کہ وہ تمہارے والدین کو جانتی ہے"۔

"ہاں یاد ہے لیکن میں تو یہی سمجھتی ہوں کہ اُس نے مجھے ستانے اور

اور کڑھانے کو یہ قصہ گھڑا ہے"۔

"کچھ بھی ہو۔ تم کسی قسم کا فکر نہ کرو۔ یقین جانو کہ جب تک اس کا پتہ نہ لگا لوں گا چین سے نہ بیٹھوں گا"۔

گاڑی سینٹ ڈینس سے کچھ دور ایک مقام پر ٹھہر گئی۔ جہاں ایک سڑک سینٹ ڈینس کو اور دوسری لاریوٹ کو جاتی ہے۔ لہلہاتے کھیتوں کو دیکھ کر فلوردی میری کا حسین چہرہ چمک اٹھا۔ اور شوہیت کے ذکر سے جو رنج وہ خیالات اس کے دل میں پیدا ہو گئے تھے۔ ایک دم محو ہو گئے۔ روڈلف نے کوچوان سے کہا۔ "تم یہیں ٹھہرو۔ ہم پیدل چلیں گے"۔

اس کے بعد روڈلف اور میری ہاتھ میں ہاتھ ڈال کے دو بچوں کی طرح مسرت و شادمانی سے کھیتوں کی نرم نرم زمین پر دوڑنے لگے۔ جب دوڑتے دوڑتے سانس پھول گیا۔ تو ایک جگہ سستانے کے لئے ٹھہر گئے۔ اس دوڑ سے فلوردی میری کے رخساروں پر جو عموماً زرد رہا کرتے تھے۔ نہایت پیاری پیاری سرخی آگئی۔ اس کی بڑی بڑی نیلگوں آنکھیں دلفریبی سے چمکنے لگیں۔ اس نے ادھر ادھر کھیتوں سے کچھ پھول چنے۔ اور پھر ان کا گلدستہ بنا کر ایک ادائے معصومیت کے ساتھ روڈلف کو پیش کیا۔

اس وقت روڈلف اور فلوردی میری ایک عمیق خندق کے پاس ایک گرے ہوئے درخت کے تنے پر بیٹھے تھے۔ کہ یکبارگی خندق میں سے ایک شخص گھانس پھونس اچھالتا۔ اور قہقہہ لگاتا ہوا نکلا۔ ڈر کے مارے میری کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ اور وہ بے اختیار روڈلف سے لپٹ گئی۔

وہ شخص بولا۔ "پیاری ژوالیز ڈرو نہیں۔ یہ تو تمہارا شوہر ہے"۔ اس کے بعد وہ روڈلف کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ "ماسٹر روڈلف۔ خوش قسمتی سے آپ

سے ملاقات ہوگئی۔ میں چند باتیں آپ کے گوش گزار کرنے کے لئے بے حد مضطرب تھا۔" اس کے بعد اُس نے گزشتہ رات کے تمام واقعات یعنی دو اجنبیوں کا کلال خانہ میں آنا۔ روڈلف کے متعلق دریافت کرنا۔ کلال خانہ کے باہر بریگینڈ اور شویت سے اُن کی جھڑپ ہونا اور آخر سینٹ ڈینس میں ملاقات کا وقت مقرر کرنا۔ باد و باراں کے طوفان سے پناہ لینے کے لئے اتفاقیہ طور پر اپنا ایک شکستہ مکان میں ٹھہرنا اور اُن کی باتیں سننا۔ پھر دونوں اجنبیوں کے تعاقب میں جانا۔ سب کچھ تفصیل کے ساتھ بیان کیا۔ اور پھر کہنے لگا۔ "اب ساڑھے بارہ بجے ہیں۔ شویت آیا ہی چاہتی ہے"۔

روڈلف بہت غور سے اُس کی باتیں سنتا رہا۔ جب وہ چپ ہوگیا۔ تو کہنے لگا۔ "دوست شرینور۔ میں تمہارا بے حد ممنون ہوں۔ کہ تم نے مجھے بعض ایسی باتوں کی اطلاع دی۔ جو میرے حق میں بے حد مفید ثابت ہوں گی۔ بات یہ ہے۔ کہ میں اور میرے ایک ساتھی نے پنکھوں کے ڈھانچے تیار کرنے کی ایک مشین ایجاد کی ہے۔ وہ دونوں بدمعاش اُسے حاصل کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ اس کوشش میں وہ ہزاروں روپے خرچ کرنے میں بھی دریغ نہ کریں گے۔ کیونکہ اس ایجاد سے بے حد نفع حاصل ہونے کی توقع ہے"۔

روڈلف کے اس بیان سے شرینور کی کسی قدر تسلی ہوگئی۔ تب روڈلف نے پوچھا۔ "اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں چاہتا ہوں۔ کہ یہاں ٹھہر کر شویت اور اُس بلند قد شخص کی باتیں سنوں۔ شاید میں آپ کی کوئی خدمت انجام دے سکوں"۔

"کیا تم واقعی میری کوئی خدمت انجام دینا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔ اور اس کوشش میں اگر میری جان بھی چلی جائے تو مجھے افسوس نہ ہوگا"۔

"کیا شویت تمہیں جانتی ہے؟"

"غالباً نہیں۔ کیونکہ گذشتہ رات میں نے اُسے کلال خانہ میں پہلی مرتبہ دیکھا ہے"۔

"تو تم یوں کرو۔ کہ جب تک شویت نہیں آتی۔ تم یہیں چھپے رہو۔ جب وہ آئے تو نکل کر اُس کے سامنے آجاؤ۔ لیکن اس سے کچھ کہو سنو نہیں۔ صرف پاس کھڑے رہو۔ اوّل تو تمہیں موجود دیکھ کر وہ بلند قامت شخص اُس کے قریب پھٹکنے کی جرأت نہ کر سکے گا۔ اور اگر بالفرض آ ہی گیا۔ تو تم لمحہ بھر کے لئے بھی شویت کے پاس سے نہ ہٹنا۔ تاکہ وہ آپس میں باتیں نہ کر سکیں۔ اگر اُنہوں نے کہیں اَور ملاقات کی ٹھہرائی تو تم پاس ہونے کی وجہ سے جان ہی لو گے۔ شویت شکار کے ہاتھ سے نکل جانے پر بے حد جھنجھلائے گی۔ تم اُس کا غصّہ ٹھنڈا کرنا۔ اور کہنا کہ میں ایک بے حد نفع بخش کام کے لئے ایک شخص کا منتظر ہوں۔ اور اگر بریگینڈ دولت کمانا چاہتا ہو۔ تو میں خوشی سے اس کام میں اُسے اپنا شریک بنانے پر آمادہ ہوں۔ پھر ایک گھنٹہ تک جھوٹ موٹ انتظار کر کے تم شویت سے کہنا کہ میرا رفیق تو اب آتا دکھائی نہیں دیتا ہے۔ اس کے بعد تم شویت اور بریگینڈ سے اس نفع بخش کام کے سلسلے میں رات کا کوئی وقت ملاقات کے لئے مقرر کر لینا۔ سمجھ گئے؟"

"خوب سمجھ گیا"

"آج رات کو تم سان ایلزے اور اینلی دے ویو کے نکڑ پر موجود رہنا میں وہاں تم سے ملوں گا۔ اور باقی باتیں وہیں بتاؤں گا"۔

شرینور کو یہ باتیں سمجھا کر روڈلف اُس سڑک کی طرف چلا۔ جہاں گاڑی کھڑی تھی۔ فلوردی میری اُس سے پہلے گاڑی میں جا بیٹھی تھی۔ روڈلف نے گاڑی میں سوار ہو کر کوچوان سے کہا۔ "داہنے ہاتھ سب سے پہلے جو سڑک آئے۔ اُدھر چلنا۔

پھر گاؤں سے گزر کر بائیں ہاتھ کو ہو جانا۔ اور ناک کی سیدھ چلے چلنا" اس کے بعد فلوردی میری کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ "آؤ تھوڑی دیر کے لئے ہم زمانہ گذشتہ کو بھول جائیں۔ اور مستقبل میں اپنے لئے ایک خیالی قصر تعمیر کریں + فرض کرو ہم ایک خوبصورت اور پُر فضا گاؤں کو جا رہے ہیں۔ جو ایک پہاڑی کے دامن میں آباد ہے اور چاروں طرف سے درختوں میں گھرا ہوا ہے۔ ایک ندی ہلکا ہلکا شور مچاتی۔ اٹھکیلیاں کرتی اس گاؤں کے بیچوں بیچ بہتی ہے۔ گاؤں کے سرے پر ایک خوبصورت دیہاتی مکان ہے۔ جس کی کھڑکیوں کے پردے سبز رنگ کے ہیں۔ اس مکان کی مالکہ جو تمہاری چچی ہے اور تمہیں دل و جان سے چاہتی ہے۔ بڑی بیتابی سے تمہاری راہ دیکھ رہی ہے + مکان سے کچھ فاصلے پر ایک چھوٹی سی چراگاہ ہے۔ جہاں تمہاری تین چار گائیں چر رہی ہیں۔ ان میں ایک گائے تمہاری چہیتی ہے۔ وہ اس انتظار میں ہے۔ کہ تم آؤ تو اپنے ہاتھ سے اُسے چارہ کھلاؤ" +

فلوردی میری جو بڑے انہماک سے روڈلف کی باتیں سن رہی تھی۔ اس خوش آیند تصور میں ایسی محو ہوئی کہ لمحہ بھر کے لئے وہ گذرے ہوئے زمانے کے واقعات بھول کر بے اختیار کہنے لگی۔ "دیر میں جاتے ہی اپنی پیاری گائے کے لئے گھونگھروؤں والا خوبصورت پٹہ بناؤں گی۔ اور اُس کے گلے میں ڈالوں گی" +

یہ سن کر روڈلف مسکرانے لگا۔ بولا "اور تمہاری چچی تمہیں لکھنے پڑھنے کی تعلیم دلائے گی۔ تاکہ تم فارم کا حساب کتاب لکھ سکو۔ اور کاموں میں اُس کا ہاتھ بٹاؤ۔ ہر وقت تمہیں لکھنے پڑھنے سے غرض ہوگی۔ جب اس سے جی گھبرائے گا تو سلائی لے کر بیٹھ جایا کرو گی۔ شام کو تم اپنی چچی کے ساتھ آس پاس کے کھیتوں اور سبزہ زاروں میں چہل قدمی کیا کرو گی۔ سیر سے واپس آکر تم کوئی کتاب پڑھنے یا چچی سے باتیں کرنے یا نوکروں کو کام کاج سمجھانے میں مشغول ہو جاؤ گی۔ یہاں تک کہ رات کے دس

بچ جائیں گے۔ اُس وقت چچی تمہاری پیشانی پر بوسہ دے گی۔ اور تم سونے چل دو گی۔"

"اے کاش۔ اگر ایسا ہوتا۔ تو میں سینکڑوں برس جی کر بھی اس زندگی سے نہ اُکتاتی۔" یہ کہتے کہتے غریب فلوردی میری آبدیدہ ہو گئی۔ "آہ! مسٹر روڈلف۔ آپ نے نادانستہ طور پر ان باتوں کا ذکر کر کے میرے دُکھے ہوئے دل کو اور بھی دُکھا دیا۔ میں اپنے تئیں سچ مچ اس بہشت میں سمجھنے لگی تھی ——"

"لیکن پیاری دیکھو دیکھو۔ یہ بہشت وہ سامنے رہی۔ کوچوان گاڑی ٹھہرالو" میری نے گاڑی سے باہر جو نظر کی۔ تو اپنے کو ایک پہاڑی کی چوٹی پہ پایا۔ یہ دیکھ کر اُس کی حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ جس خوبصورت گاؤں کا نقشہ روڈلف نے اُس کے سامنے کھینچا تھا۔ ہو بہو ویسا ہی گاؤں اس پہاڑی کے دامن میں تھا۔ اور اس کے سرے پر اُسے وہ سوئیسی مکان بھی نظر آتا تھا۔ جس کا ذکر روڈلف نے کیا تھا۔ بولی

"مسٹر روڈلف کیا میں خواب دیکھ رہی ہوں۔ یا عالمِ بیداری ہے؟"

روڈلف نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "نہیں یہ خواب نہیں۔ حقیقت ہے۔ بات یہ ہے کہ اس گاؤں میں میری آنا رہتی ہے۔ جس نے مجھے پرورش کیا ہے۔ میں نے جو تصویر کھینچی تھی۔ خیالی نہ تھی۔ بلکہ اس کی نقل تھی"

جب روڈلف اور میری گاڑی سے اُترے۔ تو ایک عمر رسیدہ عورت جس کے چہرے سے انتہا درجہ کی شرافت ٹپکتی تھی۔ ان کے استقبال کو آئی۔ اُس کا لباس ایسا تھا۔ جیسا پیرس کے خوشحال زمینداروں کی عورتوں کا ہوتا ہے۔ روڈلف نے مزاج پُرسی کے بعد اُس سے کہا۔ "میڈم جارجس۔ دیکھا۔ میں وعدے کا کیسا پابند ہوں۔ ٹھیک وقت پر آ پہنچا نا؟" پھر کوچوان کی طرف متوجہ ہو کر بولا "تم گاڑی واپس پیرس لے جا سکتے ہو"

یہ سُن کر میری نے کہا۔ "تو کیا مجھے واپس نہ جانا ہوگا؟"

روڈلف نے بڑی ملائمت سے جواب دیا۔ "اگر تمہاری مرضی ہو۔ تو آج سے تم میڈم جارجس کے ہاں ویسی ہی پُرامن زندگی بسر کر سکتی ہو۔ جس کا نقشہ میں نے تمہارے سامنے کھینچا ہے۔ گو میڈم جارجس تمہاری بچی نہیں لیکن جب تم ان کے ساتھ رہو گی۔ تو انہیں بچیوں سے بھی بڑھ کر شفیق اور مہربان پاؤ گی"۔

اس وقت فلوردی میری کے چہرے سے استعجاب مسرت۔ شکرگزاری ادب و احترام۔ غرض مختلف اثرات ظاہر ہو رہے تھے۔ آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے۔ بولی "مسٹر روڈلف۔ کیا آپ فرشتے ہیں۔ جو اس لئے آسمان سے اُترے ہیں۔ کہ ہم جیسے بدنصیبوں کو ذلت کے گڑھے سے نکالیں۔ اور آرام اور چین کی زندگی بسر کرنے کے موقعے بہم پہنچائیں"۔

یہ کہہ کر اس نے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے روڈلف کا ہاتھ تھام لیا اور بڑے احترام سے اُسے ہونٹوں سے لگایا۔ پھر وہ میڈم جارجس کے پیچھے پیچھے چل دی۔ جو اُسے بڑی دلچسپی کی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

Taj Tahir Foundation

چھٹا باب

مرفی اور روڈلف

روڈلف جب فارم کے احاطہ کی طرف گیا۔ تو وہاں اُس قد آور شخص کو اپنا منتظر پایا۔ جس نے گذشتہ شب کوئلہ فروش کے بھیس میں اُسے ٹام اور سارہ کے آنے کی خبر دی تھی۔ یہ شخص نسلاً انگریز تھا۔ اور اس کا نام مرفی تھا۔ عمر پچاس کے لگ بھگ ہوگی۔ چہرے سے شائستگی اور شرافت ٹپکتی تھی۔ ڈاڑھی مُنڈی ہوئی اور مونچھیں سرخ رنگ کی تھیں۔ باوجود عمر رسیدہ ہونے کے اُس کے اعضا میں جوانوں کی سی پھرتی تھی۔ جس وقت روڈلف احاطہ میں داخل ہُوا تو وہ پستولوں کی ایک جوڑی کو جنہیں اُس نے کچھ دیر پہلے خوب صاف کیا تھا۔ ایک چھوٹی سفری گاڑی کے تھیلے میں رکھ رہا تھا۔

روڈلف نے پوچھا۔ "یہ پستول کس غرض کے لئے ہیں۔ اور آج تمہارا چہرہ کیوں اُترا ہُوا ہے؟"

"مائی لارڈ۔ کیا بتاؤں۔ مجھے ہمیشہ یہ فکر لگی رہتی ہے۔ کہ کہیں آپ پر کوئی آنچ نہ آجائے۔ یہ سچ ہے کہ آپ کے سب کام دوسروں کی بھلائی کے لئے ہوتے ہیں لیکن جب آپ کے ناچیز خلام بھی انہیں سرانجام دے سکتے ہیں۔ تو پھر اپنی جان

کو خطرے میں ڈالنا آخر کہاں کی دانشمندی ہے"۔

"لیکن مرفی جو لطف اپنے ہاتھ سے کام کرتے میں ہے۔ وہ دوسروں سے کرانے میں کہاں! تم نہیں سمجھ سکتے۔ کہ میڈم جارجس اور اس لڑکی کو جسے میں نے اُس کے سپرد کیا ہے۔ ذلت اور بربادی کے غار سے نکال کر مجھے کیسی مسرت حاصل ہوئی ہے۔ میڈم جارجس کے حالات تم سے چھپے ہوئے نہیں۔ یہ عورت ایک خوشحال گھرانے کی چشم وچراغ تھی۔ اس میں وہ تمام خوبیاں تھیں۔ جو ایک سگھڑ اور سلیقہ شعار عورت میں ہونی چاہئیں۔ مگر ماں باپ نے آنکھیں بند کر کے اس کا رشتہ ایک ایسے شخص سے کر دیا۔ جو کسی طرح بھی اُس کے لائق نہ تھا۔ اس عورت نے اُس شخص کی گالیاں اور جھڑکیاں سُنیں۔ ماریں کھائیں۔ فاقوں پر فاقے کئے مگر ایسی آن والی اور غیرت کی پتلی تھی کہ نہ کبھی حرف شکایت زبان پر لائی۔ نہ کسی کے آگے دستِ سوال پھیلایا۔ تمہیں یاد ہوگا جب ہم اُس کے غار نما جھونپڑے میں گئے تو عُسرت اور ناداری کا کیسا بھیانک منظر دیکھنے میں آیا تھا۔ اور پھر جب ہم اُسے وہاں سے نکال لائے۔ اور طویل علالت کے بعد جب اُس نے آنکھ کھولی۔ اور اصل حال اُس پر کھلا۔ تو وہ شرم سے زمین میں گڑ گئی۔ اور شکر گزاری کا اظہار نفلوں سے نہیں آنسوؤں سے کیا۔ آہ۔ مرفی بے کسوں اور فلک کے ستائے ہوؤں کی دستگیری کرنا خدا کی سب سے بڑی عبادت ہے۔ اور یہی میرا مقصد حیات ہے۔ اور اگر اس کوشش میں مجھے اپنی جان سے بھی ہاتھ دھونے پڑ جائیں تو میں اسے اپنی نجات کا ذریعہ سمجھونگا۔ یہ لڑکی جسے میں نے میڈم جارجس کے سپرد کیا ہے۔ اور جس کا نام فلورڈی میری ہے۔ بدبختی اور کم نصیبی میں میڈم جارجس سے کم نہیں ہے میں نے ایک ہی نظر میں بھانپ لیا کہ وہ شرافت اور نیکی کا مجسمہ ہے۔ مگر قسمت نے اُسے ذلت اور معصیت کے انتہاہ سمندر میں پھینک دیا ہے۔ جس سے نکلنے

کے لئے وہ بے طرح ہاتھ پاؤں مار رہی ہے۔ میں اُسے سہارا دے کر نکال لایا۔ اب یہ دونوں غم زدہ عورتیں اس جگہ آرام اور چین سے رہیں گی مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ اس لڑکی کی ماں کوئی صاحب عزت و حشمت عورت ہے۔ جس نے دنیا کے طعن و تشنیع کے ڈر سے اپنی گناہ کی بیٹی کو نہایت بے کسی کی حالت میں چھوڑ دیا تھا + میں اس سنگدل عورت کا کھوج لگا کر رہونگا۔ اور جب تک اُس سے اس سنگدلی کا انتقام نہ لے لوں گا۔ دم نہ لوں گا + تمہیں شاید معلوم نہ ہو۔ کہ جس طرح نیکوں کے لئے میرا دل سرچشمۂ رحم و کرم بن جاتا ہے۔ اسی طرح بدوں کے لئے اُس میں قہر و غضب کی آگ اس شدت سے بھڑک اُٹھتی ہے۔ کہ جب تک اُنہیں کیفر کردار تک نہ پہنچالوں۔ میرا سینہ آتش کدہ بنا رہتا ہے" یہ کہتے کہتے روڈلف کا چہرہ غصّے سے سرخ ہوگیا۔ اور اُس کے مُنہ سے کف اُڑنے لگا۔ مگر سامنے سے میڈم جارجس اور ظویدی میری کو آتے دیکھ کر وہ فوراً سنبھل گیا۔ اور مرفی سے کہنے لگا۔ "چلنے کی تیاری کرو۔ ہمیں بہت جلد پیرس پہنچنا ہے" +

میڈم جارجس کی مشاطگی سے اس وقت فلوردی میری کے حسن کو چار چاند لگ گئے تھے۔ اُس نے فرانس کی دیہاتی لڑکیوں کا سا لباس پہن رکھا تھا۔ سر پر چھوٹی سی گول ٹوپی تھی۔ اور دونوں رخساروں پر سنہری زلفیں بل کھائے تھیں۔ جنہوں نے اُس کے چہرے کو بے حد حسین اور بھولا بھالا بنا دیا تھا۔ وہ میڈم جارجس کے بازو کا سہارا لئے چپ چاپ روڈلف کے سامنے کھڑی ہوگئی۔ اُس کے ہونٹ کانپ رہے تھے۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ مگر الفاظ منہ سے نہ نکلتے تھے۔ یہ دیکھ کر میڈم جارجس نے روڈلف سے کہا۔ "میری بچی آپ کی ہمدردی اور عنایتوں کا شکریہ ادا کرنے آئی ہے" +

اس پر میری کو جرأت ہوئی اور وہ کانپتی ہوئی آواز میں بولی "مسٹر روڈلف

میرے پاس آپ کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہیں ہیں"+

"میری۔ تمہیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ تمہارا چہرہ تمہاری دلی کیفیات کی ترجمانی کر رہا ہے"۔ یہ کہہ کر روڈلف مرفی کی طرف متوجہ ہوا۔ "مرفی۔ میری کو ذرا یہاں کے کھیتوں اور سبزہ زاروں کی سیر کرا لاؤ۔ میں بھی ساتھ چلتا۔ مگر مجھے میڈم جارجس سے بعض امور کے متعلق کچھ کہنا ہے"+

جب مرفی میری کو لے کر چل دیا۔ تو روڈلف نے میڈم جارجس سے پوچھا۔ "کہو میڈم۔ میری کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"

"مسٹر روڈلف سچ کہتی ہوں۔ ایسی باحیا۔ مودب اور نیک دل لڑکی میں نے عمر بھر نہیں دیکھی۔ اسے میرے پاس آئے دیر ہی کتنی ہوئی ہے۔ مگر اس نے میرے دل میں گھر کر لیا ہے"+

"میڈم جارجس۔ مجھے یہ سن کر دوہری خوشی ہوئی۔ ایک تو اس وجہ سے کہ میں اس لڑکی کو ذلت کے گڑھے سے نکال کر لایا ہوں۔ اور اب وہ آرام اور چین سے تمہارے پاس رہے گی۔ دوسرے یوں کہ تمہیں اس سے دلچسپی پیدا ہو گئی ہے۔ اور تم تنہائی میں اداس نہ رہو گی"+

"سب سے زیادہ اس کی جو ادا مجھے بھائی ہے۔ وہ اس کی معصومیت اور بھولا پن ہے۔ اس نے ایک مرتبہ بھی تو آپ کی شخصیت کے متعلق مجھ سے دریافت نہیں کیا۔ گو یہ بات معلوم کرنے کی وہ فطری طور پر بے حد مشتاق ہو گی+ آخر میں نے خود ہی یہ ذکر چھیڑا۔ اور پوچھا۔ کہ تم معلوم کرنا چاہتی ہو گی کہ یہ شخص جو تمہیں یہاں لایا ہے کون ہے+ اس کے جواب میں اس نے بڑی سادگی سے کہا۔ میں انہیں اچھی طرح جانتی ہوں۔ وہ میرے آقا میرے محسن ہیں"+

روڈلف نے گفتگو کا پہلو بدلتے ہوئے سنجیدہ صورت بنا کر پوچھا "کہو

روشفورٹ سے کوئی خبر آئی "+

یہ نام سن کر میڈم جارجس کے جسم میں ایک کپکپی سی پیدا ہوگئی۔ اُس نے بڑی نحیف آواز میں کہا۔ "نہیں"+

"چلو۔ یہ بھی قصہ نمٹا۔ اُس بدکردار کو روشفورٹ سے فرار ہوئے چھ مہینے گزر چکے ہیں۔ اور اس عرصہ میں پولیس نے اُس کی تلاش میں ملک کا کونا کونا چھان مارا ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے وہ اب اس دنیا میں موجود ہی نہیں۔ گمان غالب ہے کہ فرار کی کوشش میں کسی دلدل میں پھنس کر اپنے کیفر کردار کو پہنچ گیا"+

"آہ مسٹر روڈلف۔ مجھے یقین نہیں آتا۔ کہ ایسا ظالم شخص یوں چپ چپاتے اس دنیا سے اُٹھ گیا ہو۔ کبھی کبھی مجھے وہم ہونے لگتا ہے۔ کہ میرا شوہر زندہ سلامت روشفورٹ سے نکل آیا ہے۔ اور میرے قتل کے درپے ہے۔ جس طرح شاید اُسنے میرے بیٹے کو قتل کروالا ہے۔ آہ اگر میرا لختِ جگر قتل نہیں ہوا۔ تو وہ کہاں ہے؟" یہ کہتے کہتے میڈم جارجس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے +

"یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ تم سے تمہارا بیٹا چھین لے جانے میں اُس بدمعاش کو آخر کیا فائدہ مدنظر تھا۔ آج سے پندرہ برس پہلے جب وہ پولیس کے ڈر سے بھاگا بھاگا پھرتا تھا۔ تو اتنا کم سن بچہ تو اُس کے راستے میں اور بھی مشکلیں پیدا کر دینے کا باعث ہوتا"+

"آہ مسٹر روڈلف۔ جب میرا شوہر سرحد سے گذرتے ہوئے پکڑا گیا۔ اور اُسے پیرس میں لے آئے۔ تو مجھے حوالات میں جا کر اُس سے ملاقات کرنے کی اجازت مل گئی تھی۔ اُس وقت میرے شوہر نے مجھ سے یہ الفاظ کہے تھے: "میں تمہارے بیٹے کو اس لئے اپنے ساتھ لے گیا ہوں۔ کہ تمہیں اُس سے بے حد محبت ہے۔ اس لئے میں اس کے ذریعے تمہیں روپیہ بھیجنے پر مجبور کر سکونگا" اس کے کچھ

دن بعد اُسے عمر قید کی سزا ہوگئی۔ اور وہ روشفورٹ بھیج دیا گیا۔ اس پندرہ سال کے عرصے میں میں نے اُسے ہزاروں ہی خط لکھے جن میں منت سماجت کی۔ کہ میرے بیٹے کا کچھ حال بتا دو۔ مگر اُس نے رسید تک نہ دی۔ اور مجھے کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ کہ میرا بیٹا زندہ ہے یا مر گیا"۔

"کیا تمہارے بیٹے کے کوئی ایسا نشان ہے۔ جس سے وہ شناخت کیا جا سکے"۔

"ایسا تو کوئی نشان نہیں۔ البتہ جب وہ چھوٹا سا تھا۔ تو میں نے لاجورڈ کی ایک چھوٹی سی تختی جس پر حضرت مریم کی شبیہ نقش تھی۔ اور جو ایک نقرئی زنجیر کے ساتھ بندھی تھی۔ اُس کے گلے میں ڈال دی تھی۔ یہ برکت کا تعویذ تھا۔ جسے میری ماں لڑکپن میں پہنا کرتی تھیں۔ جب میں پیدا ہوئی تو اُنہوں نے اسے میرے گلے میں ڈال دیا تھا۔ افسوس کہ اس تعویذ کا اثر جاتا رہا"۔

"میڈم خدا پہ بھروسہ رکھو۔ وہ بڑا کارساز ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ میں تمہارے بیٹے کی تلاش میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھوں گا"۔

"مسٹر روڈلف۔ آپ کی کرم گستریوں اور عنایتوں ——"

"آپ کیا کہہ رہی ہیں میڈم۔ ممنون مجھے ہونا چاہیئے۔ کہ میں نے یہ فارم خریدا اور آپ نے ازراہ عنایت اس کا انتظام اپنے ہاتھ میں رکھنا منظور کیا۔ اور آپ کی اعلیٰ قابلیت کے طفیل مجھے بے حد منافع ——"

"منافع؟ کیسا منافع؟ کیا آپ کے حکم کے مطابق یہ تمام رقم پادری لاپورٹ کی معرفت یتیم خانوں میں نہیں پہنچ جاتی؟"

"تو کیا منافع کا یہ بہترین مصرف نہیں ہے؟ پادری لاپورٹ کا ذکر کر کے آپ نے مجھے یاد دلا دیا۔ کیا میرا خط انہیں پہنچ گیا تھا؟"

"آج صبح مرفی آپ کا خط اُن کے پاس لے گئے تھے"۔

اتنے میں فارم کا ایک لڑکا اس باغیچہ میں داخل ہوا۔ یہاں روڈلف اور میڈم جارجس باتیں کر رہے تھے۔ وہ میڈم جارجس کی طرف مخاطب ہوکر بولا:۔
"میڈم پادری صاحب آپ کے منتظر ہیں"۔

جب روڈلف اور جارجس مکان کو لوٹے۔ تو عین اُس وقت مرفی اور میری بھی سیر سے واپس آگئے۔ میری سیر سے بڑی مسرور معلوم ہوتی تھی۔ مرفی تو چلنے کی تیاریوں میں مصروف ہوگیا۔ اور روڈلف میڈم جارجس اور میری اس کمرے میں پہنچے۔ جہاں پادری لاپورٹ اُن کے منتظر تھے۔

پادری صاحب کی عمر اسّی برس سے متجاوز تھی۔ ڈاڑھی لمبی اور سفید تھی۔ ہاتھوں میں رعشہ تھا۔ بات کرتے وقت جب اپنے لرزتے ہوئے ہاتھ اوپر کو اُٹھاتے تھے۔ تو دیکھنے والوں کے دلوں پر ان کے زہد و تقدس کا بے حد اثر ہوتا تھا۔

روڈلف نے بڑے ادب و احترام سے کہا۔ "پادری صاحب آپ کو میرے خط سے معلوم ہوگیا ہوگا۔ کہ میں نے اس نوجوان لڑکی کو میڈم جارجس کے سپرد کردیا ہے۔ اور اب میں اس کے لئے آپ کی نگاہ لطف و کرم کا خواہاں ہوں"۔

پادری صاحب نے میری کا ہاتھ اپنے لرزتے ہوئے ہاتھوں میں تھام لیا اور بولے۔ "بچی۔ یہ نیک دل شخص جس نے تجھے ذلّت اور معصیت کے گڑھے سے نکالا ہے۔ کلامِ الٰہی کے ان الفاظ کا مطلب سمجھ گیا ہے۔ کہ 'خدا اُن کے قریب ہوتا ہے جو اُسے پکارتے ہیں۔ وہ اُن کی تمنّائیں برلائے گا۔ جو اُس سے ڈرتے ہیں'۔ اب تمہارا فرض ہے۔ کہ تم اپنے چال چلن سے اپنے مربی پر ثابت کردو۔ کہ تم اُس کے اِس نیک سلوک کی مستحق ہو۔ میں اور میڈم جارجس ہر وقت تمہاری مدد کے لئے تیار ہیں"۔

میری کو اپنے جذبات پر قابو نہ رہا۔ پادری کے قدموں میں گر پڑی۔ روتے روتے اُس کی ہچکی بندھ گئی۔ لڑکھڑائی ہوئی آواز میں بولی "اور میں اپنے مربّی کو ہمیشہ دعائے خیر سے یاد کیا کروں گی"۔

میری کی یہ کیفیت دیکھ کر پادری صاحب۔ روڈلف اور میڈم جارجس تینوں بے حد متاثر ہوئے۔ تب روڈلف نے جیب سے ایک چھوٹی سی سونے کی صلیب نکالی۔ اور اُسے میری کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ "میری خدا حافظ اس صلیب کو میری یادگار سمجھکر اپنے پاس رکھو۔ میں نے اس پہ آج کی تاریخ لکھ دی ہے۔ جو تمہارا نیا جنم دن ہے۔ میں تم سے بہت جلد ملنے آؤں گا"۔

میری نے صلیب کو ہونٹوں سے لگا لیا۔ عین اس وقت مرفی کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اور بولا۔ "مسٹر روڈلف گاڑی تیار ہے"۔

Taj Tahir Foundation

ساتواں باب

برگینڈ سے مُلاقات

دوسرے دن روڈلف پینٹر فلوری نامی ایک کلال خانے کے باہر کھڑا تھا۔ موسلا دھار مینہ برس رہا تھا۔ مسلسل بارشوں کی وجہ سے دریائے سین میں پانی چڑھ آیا تھا۔ اور گھاٹ کا کچھ حصّہ پانی میں ڈوب گیا تھا۔ روڈلف بڑی بے چینی سے بار بار نظریں دوڑا کر سڑک کے دونوں جانب دیکھ رہا تھا۔ آخر اُسے دُور سے ایک مرد اور ایک عورت ایک چھاتا لئے آتے ہوئے دکھائی دیئے۔ یہ شوبت اور برگینڈ تھے۔ اس وقت یہ خوب بنے ٹھنے تھے۔ اور بڑی آن بان سے چلے آرہے تھے +

جب روڈلف اُن کے قریب پہنچا۔ تو برگینڈ نے بڑے ادب سے اُسے سلام کیا۔ اور شوبت نے تعظیماً اپنا سر جھکا دیا۔ برگینڈ بڑے شائستہ لہجہ میں بولا "آپ سے دوبارہ مل کر بے حد خوشی ہوئی۔ گو پہلی ملاقات کچھ زیادہ خوشگوار نہ تھی۔ لیکن امید ہے کہ یہ بے حد نفع بخش ثابت ہوگی۔ ہاں تو میں مطلب کی بات عرض کرتا ہوں۔ کل رات گیارہ بجے کے قریب "تاپی فرانک میں شرینور سے میری ملاقات ہوئی۔ اور اُسی کا بھیجا ہوا میں آیا ہوں" +

"تو تمہیں میری تجویز منظور ہے؟"

"بسر و چشم - آپ کا نام؟"

"روڈلف"

"مسٹر روڈلف۔ مجھے آپ سے ایک شکایت ہے۔ کل آپ اور آپ کے دوست شرینور کی وجہ سے ہم میاں بیوی کو دو اڑھائی ہزار فرینک کا نقصان اُٹھانا پڑا۔ ایک بلند قامت شخص نے میری بیوی سے سینٹ اوین کے قریب ملنے کا اقرار کیا تھا۔ وہ ایک کام کے عوض میں دو ہزار فرینک دینے والا تھا۔ مگر آپ کا دوست شرینور پل بھر کے لئے بھی میری بیوی کے پاس سے نہ ہٹا۔ اور اُس شخص کو قریب آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ علاوہ ازیں بعض کاغذات کے بدلے اُس نے ہمیں پانسو فرینک دینے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ مگر آپ کے شرینور کی وجہ سے سب بنا بنایا کھیل بگڑ گیا۔ اور یہ رقم بھی ہمارے ہاتھ سے جاتی رہی"

"مجھے یہ سُن کر بے حد افسوس ہوا۔ کہ ہماری وجہ سے تمہیں نقصان پہنچا خیر کیا مضائقہ ہے جس کام کے لئے میں نے تمہیں بلایا ہے۔ اگر اس میں ہمیں کامیابی ہوئی تو تمہیں اُن روپیوں کے ہاتھ سے نکل جانے کا افسوس نہ رہے گا۔ ہاں تو کیا وہ کاغذات بہت ضروری ہیں؟"

"معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔ ان میں زیادہ تر انگریزی تحریریں ہیں۔ جنہیں میں نہیں سمجھ سکتا۔ تاہم میری نظر میں اُن کی قیمت بہت زیادہ ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ میں ہر وقت انہیں دل کے پاس رکھتا ہوں" یہ کہہ کر اُس نے اپنے کوٹ کی اندرونی جیب کی طرف اشارہ کیا۔ یہ معلوم کر کے کہ تمام کے کاغذات اس وقت برگینڈ کے پاس موجود ہیں۔ روڈلف دل ہی دل میں بے حد خوش ہوا +

تینوں کلال خانہ پنیئر فلوری میں پہنچ کر ایک چھوٹے سے کمرے میں داخل ہوئے

برگینڈ نے بیٹھنے سے پہلے کمرے کی دیواروں کو انگلیوں سے خوب ٹھوک بجا کر دیکھ لیا۔ اس کے بعد وہ روڈلف سے مخاطب ہوا۔ "آپ بے فکری سے باتیں کریں۔ ہماری آواز یہاں سے باہر نہیں جائے گی"۔

کلال خانہ کی ملازمہ کھانا اور شراب لاکر میز پر چن گئی لیکن دروازہ بند ہونے سے پہلے روڈلف کی نظر ساتھ والے کمرے پر جا پڑی۔ جس میں مرفی بیٹھا تھا۔ جب خادمہ چلی گئی تو برگینڈ اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور کرسی سرکا کر روڈلف کے بالکل قریب آ بیٹھا۔

روڈلف نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہیں ڈر ہے۔ کہ کہیں میں بھاگ نہ جاؤں"۔

برگینڈ نے سر کو خفیف سی جنبش دے کر جواب دیا۔ "ہاں"۔ اور ساتھ ہی کوٹ کی جیب سے ایک خنجر نکال کر روڈلف کو دکھایا اور کہا۔ "ملاحظہ فرمایا جناب نے"

اس کے جواب میں روڈلف نے بڑی خاطر جمعی کے ساتھ اپنی جیب سے ایک چھوٹا سا دو نالی پستول نکالا۔ اور برگینڈ کو دکھا کر پھر اپنی جیب میں رکھ لیا۔

برگینڈ بولا۔ "یہ سمجھ لو کہ اگر کوئی مجھے گرفتار کرنے آیا۔ تو خواہ اس میں تمہارا ہاتھ ہو یا نہ ہو۔ خنجر تمہارے سینے میں پیوست ہو جائے گا"۔ یہ کہہ کر اس نے غضب آلود نگاہوں سے روڈلف کی طرف دیکھا۔

شویت بولی۔ "اگر ایسا ہوا۔ تو میں اس کی بوٹیاں نوچ لوں گی"۔

روڈلف نے کچھ جواب نہ دیا۔ اس نے اپنے شانے جھٹک دئے۔ اور ایک گلاس میں شراب انڈیل کر غٹ غٹ چڑھا گیا۔ پھر وہ شویت کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ "کیا یہ صحیح ہے۔ کہ تم ژوالیز کے والدین کو جانتی ہو؟"

"میرے شوہر کی جیب میں دو خط ہیں۔ جن میں ان کے حالات درج ہیں۔

لیکن رژوالیز انہیں کبھی نہیں دیکھنے پائے گی۔ اس سے پہلے کہ وہ انہیں دیکھے۔ میں اُس کی دونوں آنکھیں اپنے ان ہاتھوں سے نکال ڈالوں گی"۔

یکایک رودلف نے دیکھا کہ شویت کے گلے میں ایک ملمع کی زنجیر پڑی ہے جس کے ساتھ ہوبہو ویسی ہی لاجورد کی تختی آویزاں ہے۔ جیسی میڈم جارجس نے اپنے بچے کے گلے میں ڈالی تھی۔ اُسے دیکھتے ہی رودلف کے دماغ میں بجلی کی تیزی کے ساتھ ایک خیال آیا۔ شرینور کے بیان کے مطابق برگینڈ کو روشفورٹ سے فرار ہوئے چھ مہینے ہوئے تھے۔ اور چھ ہی مہینے میڈم جارجس کے شوہر کو فرار ہوئے ہو چکے تھے۔ کیا یہ ممکن نہیں کہ یہ دونوں شخص ایک ہی ہوں

رودلف نے شویت سے کہا۔ "تمہارے گلے میں یہ زنجیر تو بڑی بھلی معلوم ہوتی ہے۔ مگر یہ اس کے نیچے نیلا نیلا سا کیا ہے؟"

شویت نے مسکرا کر کہا۔ "میرے پیارے شوہر نے مجھے یہ تحفہ دیا ہے۔ اسے میں اُس وقت تک پہنے رہوں گی۔ جب تک وہ مجھے کوئی اس سے اچھا تحفہ لا کر نہ دے گا"۔

برگینڈ بولا۔ "پیاری اس کی ظاہری شکل پر نہ جاؤ۔ یہ بڑا قیمتی تعویذ ہے"۔

رودلف نے بے پروائی سے کہا۔ "تعویذ؟ تم ایسی باتوں پر بھی اعتقاد رکھتے ہو؟ تمہیں یہ کہاں سے ملا؟ اس کے بنانے والے کا کیا پتہ ہے؟"

"آج کل اس ساتھ کے تعویذ بننے بند ہو گئے ہیں۔ یہ پرانے زمانے کی ایک نایاب یادگار ہے۔ اور مجھے اس پر بڑا اعتقاد ہے۔ جبھی تو میں نے اسے اپنی پیاری شویت کے گلے میں ڈال رکھا ہے۔ تاکہ اس کی برکت سے اسے اپنے کاموں میں کامیابی ہو"۔

یہ کہتے کہتے اُس کے ہونٹوں پر ایک گھناؤنی مسکراہٹ پیدا ہو گئی۔ پھر

وہ روڈلف کو مخاطب کر کے بولا: "بہت سا وقت فضول باتوں میں ضایع ہو گیا۔ اب ہمیں معاملہ کی طرف رجوع کرنا چاہیئے"۔

روڈلف نے کہا۔ "ہاں تو بات یہ ہے۔ کہ ایلی وے ویو سے میں نمبر ۱، ایک بڑے امیر کبیر شخص کا گھر ہے۔ اس گھر کی خادمہ سے جو میری بچیری بہن ہے مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ اس کا آقا ان دنوں دیہات کا دورہ کرنے گیا ہوا ہے۔ اور وہ پرسوں پیرس واپس آئے گا۔ میری بہن کا بیان ہے کہ اس کے آقا کی تجوری میں ساٹھ ہزار فرینک کی رقم ہے۔ اور گھر میں سوائے ایک چوکیدار کے اور کوئی نہیں ——"

"اور تم اس گھر کے کمروں سے واقف ہو؟"

"پوری طرح سے۔ میں اکیلا اس کام سے اس لئے ہچکچا تا ہوں۔ کہ اس گھر کا چوکیدار مجھ سے زیادہ طاقتور ہے۔ اسی وجہ سے میں نے شربنو کو اپنا شریک بنانا چاہا۔ مگر وہ نہ مانا۔ اس لئے ناچار مجھے تمہاری مدد کی ضرورت پڑی۔ راستہ بھی کچھ دشوار نہیں ہے سڑک کے کنارے کوئی سات فٹ اونچی دیوار ہے۔ اسے پھاند کر باغیچہ سے گزر جاؤ۔ آگے مکان کا دروازہ آئے گا۔ یا تو دروازہ کا قفل توڑ ڈالو۔ یا کھڑکیوں کے پٹ توڑ کر اندر داخل ہو جاؤ"۔

"لیکن اگر چوکیدار جاگ اٹھے؟"

"تو اس کی قسمت۔ کیوں کیا خیال ہے؟"

"بہت ٹھیک۔ تو بس یہ قصہ آج رات ہی کو نمٹا لیا جائے"۔

"آج رات؟ ناممکن ہے"۔

"ناممکن کیوں؟ گھر کا مالک تو گھر میں ہے ہی نہیں"۔

"یہ تو ٹھیک ہے۔ لیکن آج مجھے فرصت نہیں ہے"۔

"تو کل مجھے فرصت نہیں"۔

روڈلف نے ایک لمحہ غور و فکر کرنے کے بعد جواب دیا۔ "اچھا آج رات ہی سہی۔ میں نو بجے تم سے آملوں گا"۔

"آپ مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے۔ ورنہ میں سمجھوں گا۔ کہ آپ نے مجھے پھانسنے کے لئے یہ جال بچھایا ہے"۔

روڈلف اس وقت عجیب گومگو کے عالم میں تھا۔ اُسے اُمید نہ تھی کہ برگینڈ اس کام میں اس قدر عجلت دکھائے گا۔ اور اُس نے اس سلسلہ میں ابھی انتظامات مکمل نہ کئے تھے۔ تاہم وہ اس موقع کو ہاتھ سے نہ دینا چاہتا تھا۔ آخر اس کا فیصلہ قسمت پر چھوڑ کر اور اپنی ہمت و استقلال پر بھروسہ کر کے وہ بولا۔ "مجھے منظور ہے۔ جب تک اس کام کو انجام تک نہ پہنچا لیں۔ ہم جدا نہ ہوں گے"۔

"ہوئی نہ بات۔ اب میں آپ کے حکم کا بندہ ہوں۔ اس وقت دو بجے ہیں ایلی وے دیوے یہاں سے خاصی دور ہے۔ اور زینہ بھی موسلا دھار برس رہا ہے آپ کلال خانے والے کا بل ادا کر دیں۔ تو ہم اسی دم گاڑی پر سوار ہو جائیں"۔

"گاڑی میں سوار ہونے سے پہلے میں ایک سگار پینا چاہتا ہوں"۔

"شوق سے کیجئے"۔ پھر روڈلف کو اپنی جگہ سے اُٹھتے دیکھ کر اُس نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اور بولا آپ تکلیف نہ کیجئے۔ شوبیت ابھی لے آتی ہے۔ یہ تو بات ہی معمولی ہے۔ اگر ضرورت پڑے۔ تو وہ میرے لئے آگ میں کود پڑنے کو تیار رہے"۔

روڈلف مایوس ہو کر اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔ اور اپنے ہاتھ بلاؤز کے اندر کر لئے۔ اور برگینڈ سے گفتگو کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے واسکٹ کی جیب سے ایک کاغذ اور پنسل نکالی۔ اور بغیر دیکھے جلد جلد اس پر کچھ لکھنا شروع کیا۔ جب لکھ چکا تو اطمینان سے پنسل جیب میں رکھ لی۔ یہ کام بلاؤز کے نیچے ایسی صفائی اور پھرتی سے ہوا۔ کہ

برگینڈ کو کچھ معلوم نہ ہو سکا۔ شویت سگار لے کر آ گئی۔ روڈلف نے شکریہ ادا کر کے سگار لے لیا۔ اتنے میں کلال خانہ کی خادمہ بل لے کر آئی۔ روڈلف نے پانچ فرینک اُس کے حوالے کئے۔ اس کے بعد یہ تینوں اُٹھ کھڑے ہوئے۔ برگینڈ۔ روڈلف کی حرکات و سکنات کو بڑے غور سے دیکھ رہا تھا۔ اور پل بھر کے لئے بھی اُسے آنکھ سے اوجھل نہ ہونے دیتا تھا۔ تاہم اپنی جگہ سے اُٹھتے وقت روڈلف نے مرفی کی طرف ایک معنی خیز نظر ڈال ہی لی اور پھر شویت اور برگینڈ کے ساتھ کلال خانہ سے باہر نکل گیا۔

جس وقت وہ گاڑی میں سوار ہونے لگے تو روڈلف نے بڑی چابک دستی سے وہ کاغذ کا پُرزہ نیچے سڑک پر گرا دیا۔ گاڑی تھوڑی ہی دور چلی تھی کہ ایک شخص سرپٹ گھوڑا دوڑاتا ہوا اُن پاس سے گزر گیا۔ یہ دیکھ کر روڈلف نے اطمینان کا سانس لیا۔ اُسے یقین ہو گیا کہ مرفی نے اُس کے رقعہ کی عبارت پڑھ لی ہے۔ برگینڈ شویت کو اونگھتے دیکھ کر روڈلف سے کہنے لگا۔ "مسٹر روڈلف۔ گاڑی کے ہچکولوں سے مجھ پر غنودگی طاری ہو جایا کرتی ہے۔ اگر میری آنکھ لگ جائے تو معاف کر دیجئے گا۔"

روڈلف نے جواب دیا "آج میں علی الصباح بستر سے اُٹھ بیٹھا تھا۔ اس لئے مجھ پر بھی غنودگی طاری ہو رہی ہے۔" یہ کہہ کر اُس نے بھی اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ تھوڑی دیر میں شویت اور برگینڈ خراٹے لینے لگے۔ روڈلف نے یہ سمجھ کر کہ وہ گہری نیند سو رہے ہیں۔ آہستہ آہستہ آنکھیں کھول دیں۔ دیکھا کہ باوجود خراٹے لینے کے دونوں کی آنکھیں کھلی ہیں۔ اور وہ ہاتھوں کی انگلیوں سے اشاروں ہی اشاروں میں باتیں کر رہے ہیں۔ روڈلف کو آنکھیں کھولتے دیکھ کر وہ ایک دم رُک گئے۔ اور برگینڈ نے قہقہہ لگا کر کہا۔ "کیوں صاحب ہم سے یونہی بدگمانی کی

جائے گی نا؟"

"یہ تم اُن سے پوچھو۔ جنہیں آنکھیں کھول کر خراٹے لینے کی عادت ہے"۔

گاڑی پلیس ڈی لا میڈلین نامی ایک مقام پر پہنچکر رُک گئی۔ بارش ذرا کی ذرا تھم گئی تھی۔ لیکن آسمان پر ایسا سیاہ بادل چھایا ہُوا تھا۔ کہ رات معلوم ہوتی تھی۔ تینوں گاڑی سے اُتر کر ایک طرف کو چل دئے۔

برگینڈ نے کہا۔ "دوست روڈلف۔ تم نے اس امیر آدمی کے بارے میں جو کچھ ہم سے بیان کیا ہے۔ میں اس کے متعلق اطمینان حاصل کرنے کی غرض سے شویت کو وہاں بھیجنا چاہتا ہوں۔ کہو تمہاری کیا رائے ہے؟"

"مجھے اس میں کچھ عذر نہیں"۔

"خوب۔ تو یہاں سے چند قدم کے فاصلے پر کلال خانہ لیڈنگ ہارٹ ہے ہم وہاں چل کر ٹھہرتے ہیں۔ اگر وہاں ننھا ٹارٹیلارڈ ہُوا تو شویت اسے پاسبانی کے لئے اپنے ہمراہ لے جائے گی"۔

شویت بولی۔ "بہت ٹھیک ہے۔ اس لڑکے کی عمر یوں تو دس برس کی بھی نہیں۔ مگر بڑوں بڑوں کے کان کترتا ہے۔ اُس دن ——"

شویت اس سے آگے بھی کچھ کہنا چاہتی تھی۔ مگر برگینڈ کا اشارہ پاتے ہی وہ فوراً چپ ہوگئی۔

اب یہ تینوں ایک زیر زمین کلال خانہ کے زینہ کے پاس پہنچکر ٹھہر گئے۔ یہ مقام اس قدر غلیظ اور ادنیٰ درجہ کا تھا۔ کہ اسے کلال خانہ کے بجائے بھیڑیوں کے بھٹ کے نام سے موسوم کرنا زیادہ موزوں تھا۔ سیڑھیوں کے پاس ایک کھمبا تھا۔ جس کے ساتھ ٹین کا ایک بڑا سا چوکور ٹکڑا لٹک رہا تھا۔ اس پر سرخ روغن سے دل کی شکل بنی ہوئی تھی۔ جس میں ایک تیر پیوست تھا۔ اور خون کے قطرے ٹپک

رہے تھے + یہ اس کلال خانہ کا سائن بورڈ تھا۔ ہر لحاظ سے یہ کلال خانہ خوفناک مجرموں کا اڈا معلوم ہوتا تھا۔ اور بلیڈنگ ہارٹ کا نام اس پر خوب پھبتا تھا +

برگینڈ نے کہا۔ "پہلے یہ تو دیکھ لیں کہ اس کلال خانہ کا مالک بھی یہاں ہے۔ یا نہیں"+

یہ کہہ کر اُس نے اپنی زبان تالو سے لگا کر ایک عجیب ہیبت ناک آواز نکالی۔ معاً ایسی ہی ایک آواز کلال خانہ کے اندر سے سُنائی دی۔ برگینڈ بولا "یہیں ہے" پھر اُس نے روڈلف کی طرف مخاطب ہو کر کہا "سنبھل کر اُتریئے گا۔ بارش کی وجہ سے سیڑھیوں پر پھسلن ہو رہی ہے۔ کہیں پاؤں نہ رپٹ جائے"+

Taj Tahir Foundation

آٹھواں باب

بلیڈنگ ہارٹ

کلال خانہ بلیڈنگ ہارٹ کا مالک برگینڈ کی آواز سُن کر دروازے پر آگیا۔ یہ شخص براس روگ تھا۔ جس کی تلاش میں روڈلف ۱۳ دسمبر ۱۸۳۸ء کی رات کو چوروں کی بھول بھلیاں میں گیا تھا۔ یہ شخص چھوٹے قد کا اور دُبلا پتلا تھا۔ مگر چہرے سے بلا کی عیّاری اور مکّاری ٹپکتی تھی۔ عمر پچاس کے لگ بھگ تھی۔ لباس ایسا تھا۔ جیسا عموماً شراب خانوں کے ملازموں کا ہوتا ہے۔ برگینڈ، شویت اور روڈلف ابھی سیڑھیوں سے اُترنے نہ پائے تھے کہ ایک چھوٹا سا لڑکا جس کی عمر دس برس سے زیادہ نہ تھی۔ لنگڑاتا ہوا براس روگ کے پاس آیا۔ ان دونوں کی شکل وصورت ایک دوسرے سے اس قدر مشابہ تھی۔ کہ دیکھنے والا ایک ہی نظر میں تاڑ جاتا تھا۔ کہ یہ باپ بیٹے ہیں +

برگینڈ نے اُسے دیکھ کر شویت سے کہا "ایلو ٹارٹیلارڈ بھی آگیا۔ بس تم ایک منٹ کے لئے بھی یہاں نہ ٹھہرو" + اس کے بعد برگینڈ اور براس روگ کے درمیان آنکھوں ہی آنکھوں میں کچھ اشارے ہوئے۔ پھر براس روگ نے اپنے بیٹے سے کہا:۔ "ٹارٹیلارڈ میڈم کے ساتھ جاؤ" +

یہ لڑکا شویت کی ڈراؤنی صورت دیکھکر اسی طرح خوش ہوتا تھا۔ جس طرح دوسرے

بچّے حسین صورتوں کو دیکھ کر خوش ہوتے اور ان کی کشش محسوس کرتے ہیں، وہ شویت کی اُنگلی پکڑ کر خوش خوش چلنے لگا۔ تھوڑی دیر میں دونوں شام کے دھندلکے میں غائب ہو گئے + اب روڈلف اور برگینڈ کلال خانہ میں پہنچے جو دو حصّوں میں منقسم تھا۔ ایک حصّے میں شراب کی دوکان اور بلیرڈ کھیلنے کی ایک ٹوٹی پھوٹی میز تھی۔ اور دوسرے حصّے میں چند پرانی میزیں اور کرسیاں پڑی تھیں + برگینڈ دوسرے حصّے میں پہنچ کر ایک چھوٹی سی میز کے پاس بیٹھ گیا + تاریکی لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی۔ اور صاف طور پہ کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ اس کمرے کے ایک کونے میں ایک زینہ تھا۔ جو ایک تہہ خانے کو جاتا تھا۔ برگینڈ اس زینہ کے آگے اس طرح پیٹھ موڑ کر بیٹھا تھا کہ یہ روڈلف کی نظروں سے پوشیدہ رہے +

روڈلف اُس کے قریب ہی بظاہر اطمینان سے بیٹھا تھا۔ مگر اُس کے دل میں خطرے کا احساس بڑھتا جاتا تھا۔ برگینڈ نے شراب منگوائی۔ اور ایک جام روڈلف کو پیش کیا۔ مگر اُس نے یہ کہہ کر کہ مجھے پیاس نہیں پینے سے انکار کر دیا۔ آدھا گھنٹہ اسی طرح گذر گیا۔ آخر کلال خانہ کے دوسرے حصّے میں کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اور شویت مینہ میں بھیگی ہوئی اندر داخل ہوئی۔ وہ آکر روڈلف اور برگینڈ کے بالمقابل بیٹھ گئی۔ برگینڈ نے پوچھا۔ "کہو کیا خبر لائی ہو؟"

"اس نوجوان نے جو کچھ بیان کیا ہے صحیح ہے"۔

روڈلف جلدی سے بول اُٹھا۔ "اب تو اطمینان ہوا؟ تم ناحق میری طرف سے بدگمان تھے" +

برگینڈ نے کہا۔ "ٹھیرو۔ شویت کو تمام واقعہ بیان کر لینے دو، ہاں۔ شویت کہہ تو نے کیا دیکھا؟"

"ایلی وے ویوے والے مکان کے باغیچہ کے قریب پہنچ کر میں نے ٹارٹیلارڈ

کو تو نگہبانی کے لئے دیوار کے ایک رخنے میں چھپا دیا اور خود دروازے پر پہنچ کر گھنٹی کا بٹن دبایا۔ تھوڑی دیر میں چوکیدار نے دروازہ کھول دیا۔ میں نے اس کی صورت دیکھتے ہی پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔ اور اُسے بتایا۔ کہ میں تمہارے پڑوس ہی میں رہتی ہوں۔ اور میرا طوطا جسے میں دل و جان سے چاہتی ہوں۔ اُڑ کر تمہارے باغیچہ میں آگیا ہے۔ چوکیدار نے ترس کھا کر مجھے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ میں نے باغیچہ کی ڈالی ڈالی اور پتّا پتّا چھان مارا۔ مگر طوطا وہاں ہو تو ملے تب میں بظاہر مایوس ہو کر اور اس جستجو سے تھک کر ذرا ستانے کے لئے مکان کی سیڑھیوں پر بیٹھ گئی۔ یہ دیکھ کر چوکیدار ازراہ ہمدردی مجھے مکان کے اندر لے گیا۔ مکان میں کئی کمرے ہیں۔ جن کے دروازوں پر معمولی قفل چڑھے ہوئے ہیں۔ مکان کے آخری حصّے میں داہنے ہاتھ ایک مضبوط دروازے والا کمرہ ہے جس پر بڑا سا قفل چڑھا تھا۔ میں فوراً تاڑ گئی کہ روپیہ اسی کمرے میں ہے۔ میں اس کے قریب جانا چاہتی تھی۔ چنانچہ میں جھوٹ موٹ زور زور سے کھانسنے لگی۔ اتنے زور سے کہ مجھے سہارا لینے کے لئے دیوار پر جھکنا پڑا۔ مجھے یوں کھانستے دیکھ کر چوکیدار بولا "ٹھیرو۔ میں ساتھ والے کمرے سے کھانسی کی دوا لاتا ہوں"۔ یہ کہہ وہ تو اُدھر گیا۔ اور میں جلدی سے اُس دروازے کے پاس پہنچی۔ اور جیب سے موم نکال کر قفل کے سوراخ کا نقش اُتار لیا۔ کیوں مسٹر روڈلف وہ ساٹھ ہزار فرینک اسی کمرے میں ہیں نا؟"

روڈلف جو اس مکّار بڑھیا کی باتیں سُن سُن کر دنگ ہو رہا تھا۔ بولا "تمہارا خیال صحیح ہے۔ تجوری اسی کمرے میں ہے"۔

برگینڈ نے پوچھا۔ "ٹارٹیلارڈ کو کہاں چھوڑ آئیں؟"

"وہ ابھی تک دیوار کے اُس رخنے میں چھپا بیٹھا ہے۔ اگر میرے

بعد کوئی اس مکان میں داخل ہوا۔ تو وہ ہمیں بتا دیگا"۔

"یہ تو تم نے خوب کیا"۔

پھر یک لخت بریگینڈ روڈلف کی طرف جھپٹا۔ اور گلے سے پکڑ کر اسے پوشیدہ تہہ خانہ میں گرا دیا۔ یہ حملہ ایسا اچانک اور غیر متوقع طور پر ہوا کہ روڈلف اسے روک بھی نہ سکا۔ اب بریگینڈ آہستہ سے تہہ خانہ میں اترا۔ روڈلف اتنی بلندی سے گرنے کے باعث بے ہوش ہو گیا تھا۔ بریگینڈ اسے گھسیٹتا ہوا ایک اور تہہ خانے کے دروازے پر لے گیا۔ جو اس سے بھی نیچا تھا۔ اور اسے اندر دھکیل کر تہہ خانہ کا آہنی دروازہ بند کر دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر وہ جلد جلد سیڑھیاں طے کرتا ہوا۔ شومیت کے پاس آیا۔ جو تہہ خانہ کے باہر کھڑی خوف سے تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اس کے بعد وہ دونوں اپنی وے ویوے کی طرف روانہ ہو گئے۔

ایک گھنٹے کے بعد کہیں روڈلف کو ہوش آیا۔ اور اس نے دیکھا پتھریلی سیڑھیوں پر پڑا ہوا ہوں۔ اندھیرا ایسا گھٹا ٹوپ تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا۔ رفتہ رفتہ تمام واقعات اس کے دماغ میں تازہ ہو گئے۔ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اور ہاتھوں سے اپنا بدن ٹٹولنے لگا۔ یہ دیکھ کر کہ کہیں سخت چوٹ نہیں آئی۔ اسے ایک گونہ تسلی ہوئی۔ اب اسے معلوم ہوا کہ اس کے ٹخنے پانی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی اس کے کانوں میں پانی کے مسلسل ٹپکنے کی آواز آئی۔ اس سے اس نے اپنی موجودہ حالت کا اندازہ لگا لیا۔ چونکہ مسلسل بارشوں کی وجہ سے دریائے سین میں پانی بے حد چڑھ آیا تھا۔ اور یہ جگہ دریا کی سطح سے بہت نیچی تھی۔ اس لئے پانی رس رس کر اس میں داخل ہو رہا تھا۔

خطرے کا احساس ہوتے ہی روڈلف کی تمام زائل شدہ طاقت خود کر آئی۔ اور وہ جلد جلد سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ آخری سیڑھی پر پہنچ کر اس نے دروازے کو زور

سے دھکّا دیا۔ مگر راستہ نہ ملا دروازہ بند تھا۔ بہتیرا زور لگایا۔ مگر دروازہ ٹس سے مس نہ ہوا اس بے بسی کی حالت میں اُس کا خیال سب سے پہلے مرفی کی طرف گیا۔ اور وہ اپنے دل میں کہنے لگا۔ "اگر وہ چوکنّا نہ رہا۔ تو یہ موذی بریگینڈ اُسے زندہ نہ چھوڑے گا۔ آہ! اُس کی موت کا باعث میں ہوں + افسوس بے چارہ مرفی۔ اس نے اپنی دولت وحشمت اور بیوی بچّوں کو چھوڑ دیا۔ مگر میری رفاقت چھوڑنی گوارا نہ کی" +

اب روڈلف اس اُمید پہ کہ شاید تہہ خانہ میں کوئی اوزار مل جائے جس سے دروازہ توڑ سکے۔ سیڑھیوں سے اُترا۔ اچانک کوئی گول گول سی چیز اُس کے پیروں کے پاس سے گزری۔ یہ چوہے تھے۔ جنہیں پانی اُن کے بلوں میں سے بہا لایا تھا + اُس نے اندھیرے میں بہتیرا ٹٹولا مگر کوئی اوزار نہ ملا۔ اب پانی گھٹنوں گھٹنوں چڑھ آیا تھا۔ وہ مایوس ہو کر پھر سیڑھیوں پر چڑھنے لگا۔ چڑھتے چڑھتے اُس نے سیڑھیوں کو گنا۔ تو اُن کی تعداد تیرہ تھی۔ جن میں سے تین سیڑھیاں پانی میں ڈوب چکی تھیں + بعض حالات میں توہمات مضبوط سے مضبوط دل و دماغ کا بھی احاطہ کر لیتے ہیں چنانچہ اس منحوس عدد (۱۳) کے باعث روڈلف کے جسم میں ایک کپکپی سی پیدا ہو گئی۔ اور اُس نے اس اُمید پر زور زور سے چیخنا چلّانا شروع کیا۔ کہ شاید کلالی خانہ کا کوئی شخص اُس کی آواز سُن کر مدد کو آجائے۔ مگر پانی کی پڑاپڑ کے سوا کوئی آواز اُس کے کانوں میں نہ آئی +

پانی لحظہ بہ لحظہ چڑھتا آتا تھا۔ اور اب صرف پانچ سیڑھیاں سوکھی رہ گئی تھیں۔ ہیبت ناک مگر خاموش موت لمبے لمبے ڈگ بھرتی ہوئی چلی آرہی تھی + روڈلف کی زندگی عیش و مسرّت اور دوسروں کی دستگیری میں بسر ہوئی تھی۔ سینکڑوں اُس کے چاہنے والے تھے۔ دل کے سب ارمان نکل چکے تھے۔ اور اگر اُسے مرفی کا خیال نہ رہ رہ کر ستا رہا ہوتا تو وہ خوشی خوشی اپنے تئیں موت کے حوالے کر سکتا تھا +

اب تازہ مصیبت یہ نازل ہوئی کہ چوہے اپنی جان بچانے کی جدوجہد میں پنجوں سے روڈلف کے کپڑوں کو پکڑ پکڑ کر اوپر چڑھنے کی کوشش کر رہے تھے روڈلف انتہائی خوف و نفرت سے انہیں نوچ نوچ کر دور پھینکتا۔ مگر وہ تیر کر پھر آجاتے۔ اور پوری طاقت سے اس کے ہاتھوں میں کاٹتے۔ چنانچہ ہاتھ لہولہان ہو گئے۔ بریگینڈ کی ہاتھا پائی سے روڈلف کے کپڑے پھٹ گئے تھے۔ اور اب اُسے اپنے سینے پر چوہوں کے سرد اور تیز پنجے سرکتے ہوئے محسوس ہوئے + اُسے اپنے جذبات پر قابو نہ رہا۔ اور اُس نے دیوانہ وار چیخنا چلانا شروع کر دیا +

اب پانی اُس کے گلے تک پہنچ گیا۔ اور اس کی کنپٹیوں کی نسوں میں خون بڑی تیزی سے دوڑنے لگا۔ پانی ٹھوڑی تک آگیا۔ بس چند لمحوں میں خاتمہ تھا۔ اُس نے آخری مرتبہ مرنی کو یاد کر کے خدا سے دعا مانگی +

پانی اب کانوں تک پہنچ گیا تھا۔ عین اُس وقت اُسے کسی کے قدموں کی چاپ سُنائی دی۔ اور ایک آواز نے کہا۔ "دیکھ لو یہاں کوئی نہیں ہے" +

اس کے بعد شہرینور کی شناسا آواز کان میں آئی۔ اُس نے بڑے افسردہ لہجہ میں کہا۔ "ہاں کوئی نہیں ہے" +

اب روڈلف کو کچھ ہوش نہ رہا۔ اور پانی اُس کے سر پر سے گزر گیا +

اچانک تہہ خانہ کا دروازہ کھلا۔ پانی بڑے زور کے ساتھ باہر نکلا۔ شرینور نے جھٹ لپک کر روڈلف کے بازو تھام لئے۔ جو پانی کے بہاؤ کے ساتھ باہر گرنے کو تھا +

Taj Tahir Foundation

نواں باب

ایلی وے ویوے والا مکان

ایلی وے ویوے والے مکان کے ایک نہایت آراستہ و پیراستہ کمرے میں روڈلف بستر پر بے ہوش پڑا تھا۔ ایک درمیانہ قد کا خوش پوش حبشی اُس کے سرہانے کھڑا تھا۔ اُس نے ایک ہاتھ میں سونے کی گھڑی تھام رکھی تھی۔ دوسرا ہاتھ روڈلف کی نبض پر تھا۔ پاس ہی شرینور کھڑا تھا۔ اُس کے کپڑے تار تار تھے۔ بدن پر کئی جگہ کیچڑ لگی تھی۔ چہرے سے بے حد تشویش ظاہر تھی۔ نبض دیکھ چکنے کے بعد حبشی نے ایک عرق کے دو تین چمچے روڈلف کے حلق میں ٹپکائے۔ جس سے اُس کے اعضا میں خفیف سی جنبش ہوئی۔ یہ دیکھ کر حبشی نے خوش ہو کر کہا۔ "اب کوئی فکر کی بات نہیں۔ خدا نے چاہا۔ تو تھوڑی دیر میں ہوش آجائے گا"

یہ سُن کر شرینور فرطِ مسرت سے چلا اُٹھا "مرحبا۔ ڈاکٹر۔ مرحبا!"

"چپ چپ۔ شور نہ کرو؟"

"بہت اچھا۔ ڈاکٹر صاحب"

"نبض باقاعدہ چلنے لگی ہے"

"اور مسٹر روڈلف کے دوست کا کیا حال ——"

"تم میرے ارد گرد گھومتے نہ پھرو۔ یوں مجھے اُلجھن ہوتی ہے۔ یہ لو کرسی

بیٹھ جاؤ "۔

شرینور پھونک پھونک کر قدم رکھتا ہوا کرسی کے قریب پہنچا۔ مگر بدحواسی میں کچھ اس طور سے بیٹھا کہ کرسی کا توازن قائم نہ رہا اور وہ کرسی سمیت دھڑام سے فرش پر آرہا۔ یہ شور سن کر روڈلف یکبارگی چونکا اور اُٹھ کر بستر پر بیٹھ گیا۔ اِدھر اُدھر گھبرائی ہوئی نظروں سے دیکھا۔ اور پھر پوچھا۔

"مرفی کہاں ہے ؟"

جبشی ڈاکٹر نے نہایت مؤدبانہ لہجہ میں جواب دیا۔ "یور ہائی نس۔ گھبرانے کی بات نہیں۔ اُس کے بچ رہنے کی ابھی اُمید ہے "۔

روڈلف نے چلّا کر کہا۔ "کیا وہ زخمی ہوگیا ہے ؟" مجھے اسی دم اُس کے پاس لے چلو "۔

"مائی لارڈ۔ وہ اس وقت سو رہا ہے۔ اُسے بیدار کرنا خطرے سے خالی نہیں "۔

"لیکن ڈیوڈ مجھے یہاں کون لایا ؟ ڈوبتے وقت میرے کانوں میں شرینور کی آواز آئی تھی۔ کیا وہی مجھے یہاں لایا ہے ؟"

"مائی لارڈ۔ یہ بہادر شخص آپ سے سارا حال بیان کرے گا "۔ یہ کہہ کر ڈاکٹر نے پلٹ کر دیکھا۔ مگر شرینور غائب تھا۔ وہ اپنی بدحواسی کی وجہ سے سراسیمہ ہو کر ایک پردے کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ ڈرتا ڈرتا سامنے آیا۔ روڈلف نے اُس کی صورت دیکھتے ہی اپنے ہاتھ اُس کی طرف پھیلا دئے۔ اور کہا۔ "پیارے دوست میرے قریب آؤ "۔

روڈلف کو مخاطب کرتے وقت ڈاکٹر کی زبان سے متعدد بار "یور ہائی نس" اور "مائی لارڈ" جیسے الفاظ سُن کر شرینور کی گھبراہٹ اور بھی بڑھ گئی۔ وہ ہچکچاتا ہوا روڈلف کے قریب آیا۔ اور لڑکھڑائی ہوئی آواز میں بولا :-

"مسٹر روڈلف ——— اے ۔ اے ۔ مائی لارڈ ———"

"تم مجھے روڈلف ہی کہہ کر پکارو مجھے یہ زیادہ اچھا معلوم ہوتا ہے"۔

یہ کہہ کر روڈلف نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ شرینور سے مصافحہ کیا۔ اور کہا۔

"میرے پاس بیٹھ جاؤ۔ اور تمام واقعہ بیان کرو۔ کہ تمہیں تہ خانہ کا حال کس طرح معلوم ہوا۔ اور تم کس طرح عین وقت پر میری مدد کو پہنچ گئے"۔

شرینور نے کسی قدر توقف کے بعد اس طرح بیان کرنا شروع کیا :۔

"کل رات آپ کے حکم کے مطابق میں برگینڈ کی تلاش میں گیا۔ مگر کسی کلال خانہ میں اُس کا پتہ نہ تھا۔ آخر کھوج لگاتے لگاتے مجھے معلوم ہوا۔ کہ وہ اور شویت ناتر دیم میں ایک درزی کے ہاں کپڑے خریدنے گئے ہیں۔ جو چوری کا مال خریدا اور بیچا کرتا ہے۔ جب وہ درزی کی دکان سے باہر نکلے۔ تو میں اُن سے ملا۔ اور آپ کی تجویز برگینڈ کے سامنے پیش کی۔ اُس نے آپ سے ملاقات کرنے پر رضامندی ظاہر کی۔ پھر آج صبح جب میں آپ کو اس کی اطلاع دینے آیا تو آپ نے مجھے یہ کہہ کر بھیج دیا۔ کہ اس وقت جا کر آرام کرو۔ کل علی الصباح آجانا۔ دن بھر یہیں رہنا۔ رات کو تمہیں تماشہ دکھاؤں گا۔ میں فوراً سمجھ گیا کہ آپ برگینڈ سے کوئی چال چلنے والے ہیں۔ مگر ساتھ ہی مجھے یہ کھٹکا پیدا ہوا۔ کہ برگینڈ پرلے درجہ کا عیار اور چھٹا ہوا بدمعاش ہے۔ جب تک وہ کسی کام کے متعلق پوری طرح اطمینان نہ کر لے اُس میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ اس لئے وہ ضرور موقع محل دیکھنے آئے گا۔ اور یہ بھی ممکن ہے۔ کہ وہ آپ سے وعدہ تو کل کا کرے لیکن اپنے کسی بھائی بند کو ساتھ لا کر آج ہی اس کام پر کاربند ہو جائے۔ چنانچہ میں نے اس مکان کی نگرانی کرنا مناسب سمجھا۔ اور آپ سے رخصت ہو کر ایک چھوٹے سے کلال خانہ میں جو اس مکان سے دس قدم کے فاصلے پر تھا۔ برگینڈ کی گھات میں بیٹھ گیا۔"

"روڈلف نے قطع کلام کرتے ہوئے پوچھا۔ "لیکن تم یہاں کیوں نہ چلے آئے؟"

"مسٹر روڈلف۔ چونکہ آپ نے کل صبح آنے کو کہا تھا۔ مجھے اس سے پہلے یہاں آنے کی جرأت نہ ہوئی۔ غرض میں بڑی دیر تک اُسی کلال خانہ میں بیٹھا رہا۔ آخر چار بجے کے قریب مجھے شویت اور براس روگ کا بیٹا ٹارٹیلارڈ آتے ہوئے دکھائی دئے ——"

"براس روگ؟ تو کیا بلیڈنگ ہارٹ کا مالک وہی ہے؟ وہ تو چوروں کی بھول بھلیاں میں رہتا ہے"۔

"اُس کے رہنے کا کچھ ٹھکانا نہیں۔ وہ سب جگہ رہتا ہے۔ الغرض جب وہ اس مکان کے قریب پہنچے تو شویت نے ٹارٹیلارڈ کو تو دیوار کے ایک رخنے میں چھپا دیا۔ اور خود مکان کے دروازے پر جا کر گھنٹی بجائی۔ آپ کا دوست مرفی دروازہ کھول کر اُسے اندر لے گیا۔ پندرہ بیس منٹ کے بعد وہ باہر نکلی۔ ٹارٹیلارڈ کے پاس جا کر اُسے کچھ کہا۔ اور آپ اکیلی واپس چل دی۔ میں چند لمحے غور کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا۔ کہ چونکہ ٹارٹیلارڈ شویت کے ہمراہ آیا ہے۔ اس لئے ظاہر ہے کہ بریگینڈ اور مسٹر روڈلف براس روگ کے ہاں ہوں گے۔ اور شویت موقع محل دیکھنے آئی ہے۔ اور جس کام کو مسٹر روڈلف نے کل پر اُٹھا رکھا تھا۔ وہ آج انجام پانے والا ہے۔ میرے جی میں آیا۔ کہ مرفی کو بلا کر اس کے متعلق دریافت کروں مگر اس ڈر سے کہ ٹارٹیلارڈ اس گھر کی پاسبانی کر رہا ہے۔ ضرور شویت سے کہہ دیگا۔ اور اس طرح بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ میں نے یہ ارادہ ترک کر دیا۔

"اُس وقت میری سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا۔ کہ کیا کروں۔ میرا دماغ چکرانے لگا۔ آخر میں کلال خانہ سے باہر نکلا۔ اور سیدھا اُس طرف گیا۔ جہاں ٹارٹیلارڈ چھپا ہوا تھا میں نے یکبارگی جا کر اُسے گلے سے پکڑ لیا۔ وہ بہت تڑپا تلملایا۔ لیکن میں نے نہ

چھوڑا۔ پھر میں نے اپنا کوٹ اُتار کر اُسے اس میں خوب مضبوطی سے گٹھڑی کی طرح باندھ لیا۔ اور قریب ہی کے ایک کھیت میں لے جا کر ڈال دیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں واپس آیا اور آپ کے مکان کے سامنے ایک درخت پر چڑھ کر چھپ رہا۔ اس دوران میں بارش ایک لمحے کے لئے بھی نہ تھمی تھی۔ دس منٹ کے بعد مجھے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ اور برگینڈ اور شویت آتے دکھائی دیئے، وہ پہلے اُس جگہ پہنچے۔ جہاں شویت نے مارٹیلارڈ کو چھپایا تھا۔ اُسے وہاں موجود نہ پا کر اُن کا ماتھا ٹھنکا۔ مگر پھر یہ خیال کر کے کہ مارٹیلارڈ بچہ ہی تو ہے۔ بارش اور ٹھنڈ کی تاب نہ لا کر گھر بھاگ گیا ہوگا۔ نقب زنی کے اوزار نکالے۔ برگینڈ نے شویت سے کہا "میں اندر جاتا ہوں۔ تم یہاں دروازے پر کھڑے رہو۔ ذرا بھی گڑبڑ ہو تو فوراً چیخ مار دو" شویت کو یہ باتیں سمجھا بجھا کر برگینڈ باغ کی فصیل پر چڑھا۔ اور اندر کود گیا، "انہیں تنہا آتے دیکھ کر ہی میرا ماتھا ٹھنکا تھا۔ کہ آپ جو اُن کے ساتھ نہیں ہیں تو ضرور برگینڈ نے آپ کو مار ڈالا ہوگا۔ ادھر اس وقت مرفی کی جان خطرے میں دیکھ کر میری پریشانی کی حد نہ رہی تھی، میں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ درخت کے اوپر سے شویت پر چھلانگ لگائی۔ اور دو گھونسوں میں اُسے چپ کرا دیا، تب میں جلدی سے فصیل پھاند کر باغ میں داخل ہوا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مکان کی سیڑھیوں کے پاس مرفی اور برگینڈ گتھم گتھا ہو رہے ہیں۔ میں نے للکار کر کہا "مرفی گھبراؤ نہیں۔ شرینور تمہاری مدد کو آ گیا ہے۔ اب ہم دونوں مل کر اسے باندھ لیں گے" میری آواز سن کر برگینڈ چونک کر بولا "کم بخت تو کہاں سے آ مرا؟" اس کے جواب میں میں اُس پر پل پڑا۔ اور اُس کی ٹانگ کو اپنے گھٹنوں میں بھینچنا شروع کیا۔ میں نے مرفی سے پوچھا "تم اس گھر میں اکیلے ہی ہو؟" مرفی نے بڑی نقاہت سے جواب دیا "یہاں سے قریب ہی ہمارے آدمی کھڑے ہیں۔

مگر اُن تک ہماری آواز نہیں پہنچ سکتی۔ مجھ میں سکت نہیں ہے۔ میں زخمی ہو رہا ہوں"۔

"میں نے کہا جس طرح بھی ممکن ہو۔ جا کر اپنے آدمیوں کو خبر کر دو۔ میں اس سے نمٹ لوں گا۔ اور ہاں پھاٹک کے باہر شویت بے ہوش پڑی ہے۔ اُسے بھی اُٹھوا لینا"۔ بڑی مشکل سے مرفی نے اپنے تئیں برگینڈ کی گرفت سے چھڑایا۔ برگینڈ مجھ پر بے طرح گھونسوں کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔ مگر میں نے اپنی گرفت نہ چھوڑی۔ اتنے میں شویت نہ معلوم کہاں سے نازل ہو گئی۔ اُسے دیکھ کر برگینڈ چلا اُٹھا "شویت میرا خنجر گر پڑا ہے۔ یہ دیکھ۔ یہ رہا۔ اس کے پیروں کے پاس اسے اُٹھا کر اس کی پیٹھ میں بھونک دے"۔

"شویت جلدی سے میرے پیروں کی طرف لپکی۔ میں نے اُس کے اس زور کی لات ماری۔ کہ لڑھکنیاں کھاتی ہوئی دور جا گری۔ مگر وہ چڑیل جھٹ اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور اگر مجھے چمٹ گئی۔ اب مجھ میں لڑائی کی سکت نہ رہی۔ برگینڈ میرے مُنہ پر اس زور سے گھونسے مار رہا تھا۔ کہ قریب تھا۔ چکرا کر گر پڑوں۔ کہ اتنے میں مرفی تین چار ہٹے کٹے مسلح نوجوان لئے ہوئے آ گیا۔ اور اُنہوں نے آ کر برگینڈ اور شویت کو جکڑ لیا۔

"اب دفعتہً مجھے آپ کا خیال آیا۔ اور میں نے جھپٹ کر شویت کی کلائی پکڑ لی۔ اور اُسے زور سے مروڑ کر پوچھا۔ چڑیل۔ بتا مسٹر روڈلف کہاں ہیں؟" اُس نے کچھ جواب نہ دیا۔ تب میں نے اُس کی کلائی اور بھی زور سے مروڑی۔ وہ درد سے بے تاب ہو کر چلا اُٹھی۔ "براس روگ کے کلاں خانہ بلیڈنگ ہارٹ کے تہہ خانے میں"۔ میں نے اُسے چھوڑ دیا۔ اور بلیڈنگ ہارٹ کی طرف دوڑا۔ راستے میں مجھے خیال آیا۔ کہ ذرا کھیت میں چل کر ٹارٹیلا روڈ کی بھی خبر لیتا چلوں۔ مگر وہ فتنہ

اپنے دانتوں سے میرے کوٹ کی دھجیاں اُڑا کر بھاگ چکا تھا +

"بلیڈنگ ہارٹ میں پہنچ کر میں نے براس، روگ کو گلے سے پکڑ لیا۔ اور کہا "چل مجھے اپنا تہہ خانہ دکھا"۔ وہ بھیگی بلّی بنا ہوا مجھے تہ خانے میں لے گیا۔ مگر وہاں آپ کہیں نظر نہ آئے۔ اور قریب تھا۔ کہ میں مایوس ہو کر لوٹ جاؤں۔ کہ اتفاق سے میری نظر ایک چور دروازے پر پڑ گئی۔ میں نے جھپٹ کر اُسے کھول دیا۔ پانی کی دھار زور سے مجھ پر پڑی۔ اور آپ پانی میں ڈوبے ہوئے نظر آئے + چونکہ اس وقت گاڑی لانے والا کوئی نہ تھا۔ میں آپ کو اپنی پیٹھ پر اُٹھا کر یہاں لے آیا۔ بس یہ ہے کل واقعہ" +

روڈلف نے کہا۔ "میرے پیارے دوست۔ میری زندگی تمہارے ہاتھوں بچی ہے۔ یہ تمہارا مجھ پر بہت بڑا احسان ہے۔ اور میں احسان فراموش نہیں ہوں + ہاں ڈیوڈ ذرا جا کر مرفی کی تو خبر لاؤ۔ دیکھو تو اُس کا کیا حال ہے" +

جب حبشی ڈاکٹر چلا گیا۔ تو شرینور نے پوچھا۔ "لیکن بریگینڈ کا کیا کیجئے گا؟ اس موذی کو چھوڑ تو نہ دیجئے گا؟"

"اطمینان رکھو۔ وہ اب کسی کو گزند نہ پہنچا سکے گا" +

"کیا اُسے قید رکھئے گا؟"

"نہیں۔ آدھ گھنٹے کے بعد وہ آزاد کر دیا جائے گا" +

Taj Tahir Foundation

دسواں باب

کیفرِ کردار

اب سین بدلتا ہے۔ ایک وسیع کمرے میں جس کی دیواروں کے ساتھ سُرخ رنگ کے پردے لٹکے ہوئے ہیں۔ اور جو روشنی سے بقعۂ نور بنا ہُوا ہے۔ روڈلف سیاہ مخملی گون پہنے ایک میز کے پاس بیٹھا ہے۔ اس میز پر مختلف چیزیں رکھی ہوئی ہیں۔ وہ پورٹ فولیو جسے برگینڈ نے ٹام سے چھینا تھا۔ شویت کے گلے کی زنجیر۔ جس کے ساتھ لاجورد کی چھوٹی سی تختی بندھی تھی۔ خون آلود خنجر جس سے برگینڈ نے مرنی کو گھائل کیا تھا۔ نقب زنی کے اوزار۔ اور ان کے پاس ہی ایک ایک ہزار فرینک کے پانچ نوٹ رکھے ہیں۔ حبشی ڈاکٹر اور شرینور میز کے دونوں پہلوؤں پر آمنے سامنے بیٹھے ہیں۔ کمرے کے وسط میں ایک بڑی آرام کرسی پر جس کے پایوں میں پہیے لگے ہوئے ہیں برگینڈ رسیوں سے جکڑا ہُوا بیٹھا ہے"

روڈلف نے برگینڈ کو مخاطب کر کے کہا "تم روشفورٹ کے مفرور قیدی ہو۔ جہاں تم سے جہاز کی مشقت لی جاتی تھی۔ تمہارا نام انسلمو ڈرنل ہے۔ اور تمہیں سرقہ۔ جعل۔ اور قتل و غارت کے جرائم کی علت میں عمر قید کی سزا ملی تھی"۔

"سراسر جھوٹ ہے"

"رفتہ رفتہ تم سب کچھ اقبال کر لو گے۔ تم نے پونٹیسی کی سڑک پر مولشیوں کے ایک سوداگر کو لوٹا اور قتل کر ڈالا تھا"۔

"یہ بھی جھوٹ ہے"

"پھر آج رات تم اس مکان میں چوری کے ارادے سے داخل ہوئے۔ اور مالک مکان کے سینے میں خنجر بھونک دیا"۔

"لیکن چوری کی ترغیب تمہیں نے دی تھی"۔

"ہاں یہ صحیح ہے۔ اور میں تمہیں بتاتا ہوں۔ کہ میں نے تمہیں یہ ترغیب کیوں دی۔ مجھے معلوم ہوا۔ کہ تم ژدالیز نامی ایک لڑکی کے ماں باپ کو جانتے ہو۔ اور تمہیں قابو میں لانے کے لئے اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ کہ تمہیں روپے کا لالچ دیا جائے۔ میں نے ٹھان رکھا تھا۔ کہ تم سے اس امر کے متعلق معلومات حاصل کر کے تمہیں فرانس سے باہر ایک ایسے مقام پر بھیجدوں گا۔ جہاں تم امن اور چین سے رہ سکو گے۔ اور تمہیں روپیہ حاصل کرنے کے لئے لوٹ مار اور قتل و غارت کی حاجت نہ ہوگی۔ بلکہ شریفانہ زندگی بسر کر سکو گے۔ مگر تمہارے تازہ جرائم نے میرا ارادہ پلٹ دیا۔ اور مجھے معلوم ہو گیا۔ تم ہرگز اس قابل نہیں ہو۔ کہ تم پر رحم کیا جائے۔ کل ایک عجیب حسن اتفاق سے مجھے تمہارا اصلی نام معلوم ہو گیا ——"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ میرا نام ڈرسنل نہیں ہے"

روڈلف نے میز پر سے لاجورد کی چھوٹی تختی اٹھا کر برگینڈ کو دکھائی۔ اور کہا۔

"اے بدبخت انسان۔ ایسی مقدس چیز جو تیرے بیٹے کو اس کی ماں اور نانی نے تحفے کے طور پر دی تھی۔ تجھے شویت جیسی ذلیل اور ناپاک عورت کے گلے میں ڈالتے ہوئے شرم نہ آئی۔ کل مجھے معلوم ہوا۔ کہ اب سے پندرہ برس پہلے تو اپنے بیٹے کو اس کی ماں سے زبردستی چھین کر لے گیا۔ اور پھر اس غریب عورت کو ستانے کے لئے تو نے اس کے بیٹے کے حالات سے اسے آج تک بالکل بے خبر رکھا۔ تجھے یہاں لانے میں ایک یہ غرض بھی تھی۔ کہ تجھ سے اس کے حالات

دریافت کئے جائیں۔ میں تجھے عدالت کے حوالے کرکے بڑی آسانی سے تیرا سر گلوٹین سے قلم کرا سکتا تھا۔ لیکن تیری بیوی اور بچے کے ناموس کا خیال کرکے میں نے اپنا یہ ارادہ ترک کر دیا ہے۔ لیکن اب تو خاموشی سے مرنے کے لئے تیار ہو جا۔ عوام میں مشہور کر دیا جائے گا۔ کہ تو قتل اور ڈاکہ کی کوشش میں مارا گیا۔"

برگینڈ بے حد حیرانی سے یہ باتیں سن رہا تھا۔ لیکن جب موت کا ذکر آیا تو اُس کے جسم میں کپکپی سی پیدا ہو گئی۔ علاوہ ازیں اُس نے ساتھ والے کمرے میں دو شخص دیکھے تھے جو ہاتھوں میں بندوقیں لئے گویا حکم کے منتظر کھڑے تھے۔ اُسے یقین ہو گیا۔ کہ آخری وقت آن پہنچا۔ لرزتے ہوئے ہونٹوں سے بڑی مشکل سے یہ الفاظ نکلے "معاف کر دو"۔

"تیرا بیٹا کہاں ہے؟"

"بخش دو۔ میں اُس کے متعلق سب باتیں بتا دوں گا"۔

"ژوالیز کے رشتہ دار کون ہیں؟"

"میرے پورٹ فولیو میں بعض کاغذات ہیں جن سے اُس کے حالات پر روشنی پڑتی ہے"۔

"تو نے اپنے بیٹے کو کس کے سپرد کر رکھا ہے؟"

"آج سے پندرہ برس پیشتر جب میں گرفتار ہوا۔ تو اُسے اپنے ایک ساتھی کے سپرد کر دیا تھا۔ جو فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اُس نے اُسے پرورش کیا اور تعلیم دلوائی۔ لیکن اب جب تک آپ میری جاں بخشی کا وعدہ نہ کریں گے۔ میں اور کچھ نہ بتاؤں گا"۔

"اچھا تو اب تو شرطیں بھی پیش کرنے لگا؟"

"نہیں۔ نہیں مجھ پر رحم کرو۔ میں سب کچھ بتائے دیتا ہوں۔ میرے دوست

نے میرے بیٹے کو بھی کچھ تعلیم دلا کر ایک بنک میں نوکر کرا دیا تھا۔ تاکہ وہ ہمیں بنک کے روپے پیسے کے متعلق معلومات بہم پہنچایا کرے۔ لیکن جب اُسے ہمارے ارادے کا علم ہُوا تو اُس نے صاف انکار کر دیا۔ اور لڑ جھگڑ کر گھر سے بھاگ گیا۔ اس واقعہ کو اٹھارہ مہینے گذر چکے ہیں۔ اس عرصے میں ہم نے اُس کی تلاش میں پیرس کا کونا کونا چھان مارا۔ ہمیں صرف اس قدر معلوم ہُوا۔ کہ وہ کچھ عرصہ کے لئے روڈائمپل میں ایک کمرا کرایہ پر لے کر جرمین فرنسوا کے فرضی نام سے رہتا رہا ہے۔ یہ تمام حالات اور اُس مکان کا پتہ میرے پورٹ فولیو میں ہے۔ میں نے سب باتیں سچ سچ بتا دی ہیں۔ اب میری خطا معاف کرو۔"

روڈلف کرسی سے اُٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ اور نہایت وقار آمیز لہجہ میں کہنے لگا:۔

"دا انسلموڈرسنل میرا فیصلہ سُن۔ نہ تو تجھے روشفورٹ کے زندان میں بھیجا جائیگا نہ تیری جان لی جائے گی۔ میں تجھے جو سزا دینے والا ہوں۔ وہ اس سے کہیں بڑھ کر خوفناک ہے۔ خدا نے تجھے طاقت بخشی تھی لیکن تو نے اُس کا غلط استعمال کیا اس لئے یہ تجھ سے چھین لی جائے گی۔ مضبوط سے مضبوط اور قوی ہیکل سے قوی ہیکل انسان بھی تیرے سامنے تھرتھرا اُٹھتے تھے۔ لیکن اب تو کمزور سے کمزور اور نحیف سے نحیف شخص کے مقابلے میں بھی کانپ اُٹھا کرے گا۔ وہ تجھ سے یوں کھیلا کریں گے۔ جس طرح بچے کھلونوں سے کھیلتے ہیں۔ تو اپنی طاقت کے گھمنڈ پر دلیر اور ظالم تھا۔ لیکن اب اپنی کمزوری اور ناطاقتی کی وجہ سے تو بزدل اور مسکین ہو گا۔ تجھے اپنے گناہوں پر کبھی پشیمانی نہیں ہوئی۔ لیکن ایک دن آئے گا۔ کہ توبہ و استغفار میں تیرے آنسو ختم ہو جائیں گے۔ اور جن ہاتھوں نے نہ معلوم کتنے بے گناہوں کا گلا کاٹا ہے۔ بار بار دعا کے لئے اُٹھا کریں گے۔ اور تیری زبان جس کا ہر فقرہ کلمۂ کفر تھا۔ اُس کا ہر لفظ ایک حمد ہو گا۔ اور اپنی بیوی بچے کے سامنے مرنے

کے سوا تیری کوئی آرزو نہ ہوگی "۔

اس کے بعد روڈلف سیاہ فام ڈاکٹر کی طرف متوجہ ہوا۔ "ہاں ڈیوڈ۔ اپنا کام کرو"۔ ڈیوڈ نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ دو شخص سیاہ لباس پہنے داخل ہوئے۔ ڈاکٹر نے ایک چھوٹے سے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ دونوں شخص اُس کرسی کو جس پر بریگینڈ جکڑا ہوا بیٹھا تھا۔ دھکیل کر اُس کمرے میں لے گئے۔ اب ڈیوڈ اُس کمرے میں داخل ہوا تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی۔ اس کے بعد ڈیوڈ باہر نکلا۔ اُس کے چہرے پر زردی چھائی تھی۔ دونوں سیاہ پوش بریگینڈ کی کرسی کو دھکیل کر باہر لے آئے۔ بریگینڈ کی آنکھوں پر پٹی بندھی تھی۔ ڈیوڈ کا اشارہ پا کر اُنہوں نے پٹی کھول دی۔

بریگینڈ چلا اُٹھا۔ "تم نے یہاں اندھیرا کیوں کر رکھا ہے۔ مجھے اس سے اُلجھن ہوتی ہے"۔

حبشی ڈاکٹر نے غمگین لہجہ میں کہا۔ "اندھیرا نہیں کر رکھا۔ بلکہ تم اندھے ہو گئے ہو"۔

ان الفاظ سے گویا بریگینڈ پر بجلی گر پڑی۔ دیوانہ وار چلانے لگا۔ "اندھا؟ کون اندھا؟ میں؟"

روڈلف نے ڈیوڈ سے کہا۔ "رسّی کے بندھن کھول دو۔ اور اُسے یہ پورٹ فولیو دے دو۔ اس میں اتنا روپیہ ہے جس سے وہ اپنی بقیہ عمر خوش حالی سے بسر کر سکتا ہے"۔

ڈیوڈ نے رسّی کے بندھن کھول دئے۔ اور فورٹ فولیو بریگینڈ کے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا۔ "اب تم آزاد ہو اور جا سکتے ہو"۔

بریگینڈ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور آہستہ آہستہ قدم اُٹھانے لگا۔ مگر اُس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ دو ہی قدم چلا تھا کہ لڑکھڑا کر زمین پر آ رہا۔ اور انتہائی حسرت و یاس کے لہجہ میں کہنے لگا۔ "کیونکر جاؤں۔ مجھے کچھ سجھائی نہیں دیتا"۔

Taj Tahir Foundation

شرینور اس نظارے کی تاب نہ لاسکا۔ وہ برگینڈ کے قریب گیا۔ اور اپنا ہاتھ اُس کے شانے پر رکھ دیا۔ بولا۔ "ڈرو نہیں۔ میں ہوں شرینور!"

"شرینور کیا سچ مچ اس پورٹ فولیو میں روپیہ ہے؟"

"ہاں۔ میں نے اپنے ہاتھ سے اس میں ہزار ہزار فرینک کے پانچ نوٹ رکھے ہیں۔ جو تمہارے گذارے کے لئے کافی ہیں۔ اب تم کہاں جانا چاہتے ہو۔ چلو میں تمہیں چھوڑ آؤں۔ مادر پونسی کے کلال خانے میں جاؤ گے؟"

"نہیں۔ نہیں۔ وہ مجھے لوٹ لے گی"

"تو پھر براس روگ کے ہاں؟"

"وہ یہ روپیہ ہتھیانے کے لئے مجھے زہر دے دیگا"

"تو پھر تمہیں کہاں لے چلوں؟"

"میں نہیں جانتا۔ شرینور تم چور نہیں ہو۔ مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے۔ یہ پورٹ فولیو لو۔ اور اسے میری واسکٹ کی اندرونی جیب میں ڈال دو۔ تاکہ شویت اسے دیکھنے نہ پائے"

"اُس کی طرف سے تم فکر نہ کرو۔ آج رات کی دھینگا مشتی میں میں نے اُس کی ایک ٹانگ توڑ ڈالی ہے۔ اور اُسے ہسپتال پہنچا دیا گیا ہے"

"شرینور تم فی الحال مجھے اپنے ہاں لے چلو۔ اس میں شک نہیں کہ آج رات تم میرے ہاتھ سے بہت پٹے ہو۔ لیکن تمہارے دل میں کینہ نہیں ہوگا۔ تم دل کے نیک ہو"

شرینور نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ وہ برگینڈ کو اپنے بازو کا سہارا دے کر مکان سے باہر لے آیا۔

گیارھواں باب

تحقیقات

رو ڈلف کی رہائش پیرس کے ایک عالی شان ہوٹل میں تھی۔ حکمرانوں اور شہزادوں کو غیر ممالک میں کھلم کھلا رہنے میں جن تکلفات سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ اور جو جو مشکلات پیش آتی ہیں اُن سے بچنے کیلئے اُس نے اپنی شخصیت پر گمنامی کا پردہ ڈال رکھا تھا۔ اور سوائے سلطنت فرانس کے خاص خاص افراد کے کوئی اُس کی شخصیت سے واقف نہ تھا۔

صبح کا وقت ہے۔ دس بجے ہیں۔ ہوٹل واقع رو ریلوے کے ایک فراخ کمرے میں مرفی ایک میز کے پاس بیٹھا بعض خطوط کو سرسری نظر کر رہا ہے۔ اتنے میں ایک خادم داخل ہوا۔ اور بیرن داگراؤں کی آمد کی اطلاع دی۔ معمولی مصافحہ اور مزاج پرسی کے بعد بیرن نے کہا۔ "مائی ڈیر سر والٹر مرفی۔ ہز ہائی نس نے جو تحقیقات کا کام میرے سپرد کیا تھا۔ میں اُسے ختم کر چکا ہوں"۔

"مائی لارڈ کو رات بعض بہت ضروری خطوط لکھنے تھے۔ اس لئے وہ رات بھر جاگتے رہے ہیں۔ اُن کا حکم ہے کہ اُنہیں دو تین بجے سے پہلے بیدار نہ کیا جائے آپ اپنے کاغذات میرے حوالے کر دیجئے۔ جب وہ بیدار ہوں گے۔ تو اُنہیں دے دوں گا"۔

بیرن نے اپنی جیب سے کاغذات کا پلندہ نکالتے ہوئے کہا۔" یہ لیجئے۔ اس کام میں مجھے برگینیڈ کے خطوط اور شویت کے بیان سے جو اُس نے ہسپتال میں اپنے قیام کے دوران میں مجھے دیا بہت مدد ملی ہے"۔ یہ کہہ کر اُس نے ایک کاغذ کھولا۔ جس پر لکھا تھا:۔

فلورڈی میری کے متعلق تحقیقات کی روئداد

"سنہ ۱۸۲۷ء کے آغاز میں ایک شخص مسمی پیری تورنیمین نے۔ جو آج کل جعل اور غارتگری کے جرم میں روشفورٹ کے زنداں میں قید ہے۔ گرولیس نامی ایک عورت کو جو زیادہ تر شویت کے لقب سے مشہور ہے۔ اس بات پر آمادہ کیا۔ کہ وہ پانچ یا چھ برس کی ایک لڑکی کو اپنی سرپرستی میں لے لے جس کا اُسے ایک ہزار فرینک معاوضہ ملے گا۔ چنانچہ وہ لڑکی شویت کے سپرد کر دی گئی اور وہ دو سال تک اس کے پاس رہی۔ لیکن اس کے بعد وہ شویت کی بدسلوکیوں اور ظلموں سے تنگ آکر فرار ہوگئی۔ اور کئی سال تک شویت کو اُس کے متعلق کوئی اطلاع نہ ملی۔ اب کوئی ڈیڑھ مہینہ ہوا۔ کہ شویت کو اتفاقیہ طور پر وہ لڑکی پیرس کے ایک کلال خانہ میں نظر آئی تھی۔ وہ لڑکی اب شباب کو پہنچ چکی ہے۔ اور ژوالیز کے لقب سے مشہور ہے +

"شویت اور اُس لڑکی کی ملاقات سے کچھ دن پہلے روشفورٹ کے قید خانے سے تورنیمین کا ایک خط براس روگ کے نام آیا۔ اس خط سے اور شویت کے بیانات سے یہ ظاہر ہوتا ہے۔ کہ سنہ ۱۸۲۷ء میں جیکوے فرینڈ نامی ایک وکیل کی خادمہ میڈم سیرافین نے تورنیمین کو اس کام پر مقرر کیا تھا۔ کہ وہ کوئی ایسی عورت مہیا کر دے۔ جو ایک ہزار فرینک کے معاوضہ پر پانچ یا چھ سال کی ایک لڑکی کو اپنی سرپرستی میں لے لے۔ چنانچہ شویت اس کام کے لئے منتخب کی گئی تھی +

"تورنیمین کا براس روگ کو خط لکھنے سے یہ مقصد تھا۔ کہ وہ کسی تیسرے شخص کو

بیچ میں ڈال کر میڈم سیرافین کو اس راز کے افشا کر دینے کی دھمکی دے۔ اور اس طرح اُس سے روپیہ وصول کرے۔ براس روگ نے یہ خط شوین کے سپرد کر دیا۔ اور شوین سے یہ خط اُس کے فرضی شوہر بریگینڈ کے پاس پہنچا۔ چنانچہ جب بریگینڈ کے پورٹ فولیو کی تلاشی لی گئی تو اُس میں سے یہ خط برآمد ہوا +

"اطلاعات موصول ہوئی ہیں۔ کہ وکیل جیکوے فرینڈ اور اُس کی خادمہ میڈم سیرافین دونوں زندہ ہیں۔ وکیل روڈاسانیئر میں رہتا ہے۔ اور بظاہر بڑی پرہیز گارانہ زندگی بسر کرتا ہے۔ اور گرجا جانے میں کبھی ناغہ نہیں ہونے دیتا۔ اُس کا کاروبار ترقی پر ہے۔ اور میڈم سیرافین ابھی تک اُس کے ہاں بطور خادمہ کے کام کرتی ہے +

"جیکوے فرینڈ بہت غریبانہ زندگی بسر کرتا تھا۔ آخر اُسے پیرس کے نیشنل گارڈ کے ایک فوجی افسر نے جس کا نام چارلس رابرٹ ہے۔ اور جو نہایت خوبرو نوجوان ہے ساڑھے تین لاکھ فرینک کی رقم مہیا کر دی۔ اور اُس نے اس رقم سے اپنا کاروبار چلایا + اس کا سالانہ منافع پچاس ہزار فرینک کے لگ بھگ ہے جس میں چارلس رابرٹ اور جیکوے فرینڈ دونوں برابر کے ساجھی ہیں" +

بیرن نے دوسرا کاغذ کھولتے ہوئے کہا۔ "لیجئے۔ یہ رپورٹ میڈم جارجس اور بریگینڈ رسل کے بیٹے فرنسوا جرمین کے متعلق ہے" +

فرنسوا جرمین کے متعلق تحقیقات کی روئداد

"اب سے کوئی اٹھارہ مہینے پیشتر ایک نوجوان سمی جرمین فرنسوا نینٹیئر سے بہاں وہ نوئل اینڈ کمپنی کے بنک میں ملازم تھا۔ پیرس میں وارد ہوا + بریگینڈ کے خطوط سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جس بدمعاش نے اُس کے بیٹے کو پرورش کیا تھا۔ اُس نے جرمین فرنسوا کو اس امر پر مجبور کیا۔ کہ وہ اُسے اور اُس کے ساتھیوں کو بنک کے لوٹنے میں مدد دے۔ لیکن نوجوان نے اس تجویز کو نہایت حقارت سے ٹھکرا دیا۔ اور ساتھ ہی اپنے

آقا بنک۔ کے مالک کو ایک گمنام خط لکھا۔ جس میں اپنے سرپرست کا نام نہ ظاہر کرتے ہوئے۔ اُسے سازش سے آگاہ کر دیا۔ اس کے بعد وہ چپکے سے نیشنیز سے پیرس چلا آیا۔

"جب ان بدمعاشوں کو اُس کے فرار کا حال معلوم ہوا۔ تو وہ اس کے تعاقب میں پیرس آئے اور براس روگ کے ساتھ مل کر اُس کا کھوج لگانے میں مصروف رہے۔ آخر کھوج لگاتے لگاتے اُنھوں نے اُس کی جائے رہائش معلوم کر لی۔ اور اُسے قتل کرنے کے لئے اُس کے مکان پر حملہ کر دیا۔ مگر اتفاق سے نوجوان کو عین وقت پر ان کی آمد کی اطلاع مل گئی۔ اور وہ پھر فرار ہو گیا۔ اس سے آگے اس نوجوان کا کچھ سراغ نہیں ملتا۔"

"جرمین فرنسوا مکان واقعہ رو ڈپل میں قریب تین مہینے کے رہا۔ اس عرصہ میں مکان کے دوسرے کرایہ دار اُس سے بہت خوش رہے۔ قلیل آمدنی کے باوجود وہ ایک مفلوک الحال خاندان کو جو اسی مکان کی بالائی منزل پر رہتا تھا وقتاً فوقتاً مالی امداد بھی دیتا رہا۔ وہ علی الصباح گھر سے نکل جاتا۔ اور رات کے دس بجے واپس آتا تھا۔ اس لئے دوسرے کرایہ دار یہ سمجھتے تھے۔ کہ وہ کسی تجارتی فرم میں ملازم ہے۔ جس کمرے میں وہ رہتا تھا۔ اُس کے برابر گولیت نامی ایک حسین و جمیل لڑکی کا کمرہ ہے تحقیقات سے معلوم ہوا ہے۔ کہ ان دونوں میں نہایت گہرا دوستانہ تھا۔ اس لڑکی کے سوا جرمین فرنسوا کی موجودہ جائے قیام اور نقل و حرکت سے اور کوئی آگاہ نہیں ہے۔ جرمین فرنسوا والا کمرہ ابھی تک خالی پڑا ہے۔ اور کوئی کرایہ دار اس میں نہیں آیا۔"

مرفی نے بعض خطوط میز پر سے اُٹھاتے ہوئے کہا۔ "مائی ڈیئر بیرن۔ ہز ہائی نس کا ارشاد ہے کہ آپ یہ خطوط آج ہی اپنے کسی معتبر قاصد کے ہاتھ جیرولسٹین کی طرف روانہ کر دیں۔ ان میں ایک خط تو بہت ہی ضروری ہے۔ اس میں

سسلی کو جلد سے جلد پیرس لانے کے احکامات ہیں"۔

بیرن نے چونک کر کہا "ہاں سروالٹر مرفی۔ اس حبشی ڈاکٹر ڈیوڈ اور اُس کی بیوی سسلی کے کچھ حالات تو سنائیے۔ جنہیں ہز ہائی نس امریکہ سے لائے ہیں"۔

مرفی نے بیان کیا "فلوریڈا میں مسٹر ویلس نامی ایک امیر کبیر کاشتکار رہتا تھا۔ اس کے پاس بے شمار غلام تھے۔ جن میں ڈیوڈ نامی ایک نوجوان غلام بہت سمجھ دار اور عقلمند تھا۔ کاشتکار نے اس خیال سے کہ مجھے اس سے کاشتکاری اور اپنے غلاموں کے علاج معالجہ میں بے حد مدد ملے گی۔ اُسے علم نباتات اور ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے فرانس بھیج دیا۔ ڈیوڈ آٹھ سال تک نہایت کوشش اور محنت سے تعلیم حاصل کرتا رہا۔ اس کے بعد وہ فلوریڈا واپس پہنچ گیا۔ وہ چاہتا تو بڑی آسانی سے غلامی سے چھٹکارا پا سکتا تھا۔ مگر اس کی وفاداری، شرافت اور اپنے بھائیوں کی خدمت کے شوق نے لمحہ بھر کے لیے بھی اُس کے دماغ میں اس قسم کا خیال نہ آنے دیا۔ اور وہ اپنے آقا کے پاس پہنچ کر بھی دیانتداری سے اپنا کام سرانجام دینے لگا۔

"اس کاشتکار کے پاس بیسیوں غلام لڑکیاں بھی تھیں۔ جن میں سب سے بڑھ کر حسین جزائر غرب الہند کی ایک لڑکی سسلی نامی تھی۔ وہ ایک مہلک مرض میں مبتلا تھی۔ ڈیوڈ نے بڑی کوشش سے اس کا علاج کیا۔ اور وہ دونوں میں تندرست ہو گئی۔ اس دوران میں دونوں ایک دوسرے کو چاہنے لگے۔ جب ایک دوسرے کو نہ دیکھتے تو پروانہ وار تڑپتے۔ آخر جب صبر کی تاب نہ رہی۔ تو انہوں نے ارادہ کیا۔ کہ اپنے آقا کو اپنی محبت کا حال بیان کر کے اس سے شادی کی اجازت لے لیں۔ لیکن اس لڑکی پر کاشتکار کی خود اپنی نظر تھی۔ جب اُس کو اُن کے عشق و محبت کا حال معلوم ہوا۔ تو غصے کے مارے اُس کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ اُس نے پہلے تو

ڈیوڈ کی بیٹھ پر نہایت بے رحمی سے کوڑے لگوائے۔ پھر ان دونوں بلاکشانِ محبت کو الگ الگ کوٹھڑیوں میں قید کر دیا +

"اتفاق سے ان ہی دنوں وہ کاشتکار ایک بے حد خطرناک مرض کا شکار ہو گیا۔ دور دور سے ڈاکٹر بلائے گئے۔ مگر کسی کی دوا نے اثر نہ کیا۔ اُسے ڈیوڈ کے ہاتھ سے شفایاب ہونے کی پوری اُمید تھی۔ مگر اس خوف سے اُس کا علاج نہ کراتا تھا۔ کہ کہیں وہ انتقام لینے کیلئے زہر نہ دے دے + آخر جب زلیست کی بالکل امید نہ رہی۔ تو ڈیوڈ کو زنداں سے نکالا گیا۔ اس نوجوان نے ایسی جانفشانی سے اُس کی خدمت اور تیمارداری کی۔ کہ بیٹا باپ کی نہ کرے گا۔ وہ پانچ دن اور پانچ رات تک اُس کے بستر کے پاس سے نہ اُٹھا۔ آخر چند روز میں، وہ کاشتکار بالکل تندرست ہو گیا۔ لیکن اب بجائے اس کے کہ اس کارگزاری کے صلے میں وہ اُسے آزاد کر دیتا۔ اُسے مار پیٹ کر پھر قید کر دیا +

"ان ہی ایام میں ہنرہائی نس کو امریکہ کی سیر و سیاحت کو جاتے ہوئے فلوریڈا ٹھہرنے کا اتفاق ہوا۔ وہاں اُن کی ملاقات اسی کاشتکار سے ہو گئی۔ اُس نے ہمیں اپنے ہاں دعوت دی۔ اور شراب کے نشہ میں چور ہو کر اپنے انہیں دونوں غلاموں کے عشق و محبت کی داستان سُنائی۔ جسے سُن کر ہم بے حد متاثر ہوئے۔ ہم اُس وقت تو چپ چاپ اُٹھ کر چلے آئے۔ لیکن آدھی رات کو جب یہ کاشتکار اور اُس کے تمام نوکر چاکر سو سُلا گئے۔ تو اپنے ساتھ آٹھ دس مسلح نوجوانوں کو لے کر آئے۔ اور قید خانہ کی کوٹھڑیوں کے قفل توڑ کر دونوں قیدیوں کو نکال لیا۔ اور اُسی وقت اپنے آدمیوں کے ہمراہ اپنے جہاز پر بھیج دیا + اس کے بعد ہنرہائی نس اس کاشتکار کی خواب گاہ میں داخل ہوئے۔ اور ان دونوں غلاموں کی قیمت کے پچیس ہزار فرینک اُس کے سرہانے رکھ آئے۔ اور اُسی وقت جہاز کا لنگر اُٹھا روانہ ہو گئے +

"کچھ دن بعد جب دونوں کی حالت بہتر ہوئی۔ تو ہنرہائی نس نے ان کی شادی کر دی۔ لیکن یہ رشتہ بے حد ناکام ثابت ہوا۔ یورپ پہنچتے ہی سسلی کے مزاج میں یک لخت زمین آسمان کا فرق پڑ گیا۔ اب اُسے اپنا کالا کلوٹا حبشی شوہر ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ چنانچہ وہ خرابا تیوں میں پڑ گئی۔ اپنی محبوبہ کی اس کایا پلٹ پر ڈیوڈ کی جو کیفیت ہوئی ہوگی۔ ظاہر ہے + وہ سسلی کو قتل کر دینے پر آمادہ ہو گیا۔ لیکن ہنرہائی نس نے اُسے اس حرکت سے روک دیا۔ اور سسلی کو اپنی ریاست جیرولسٹین کے قلعے میں عمر بھر کے لئے قید کر دیا۔ بس یہ ہے ان دونوں کی داستانِ عشق" +

"لیکن مائی ڈیر مرفی۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ کہ ہنرہائی نس اب سسلی کو پیرس کیوں بلوا رہے ہیں ؟"

"وہاں یہ بات میں بھی نہیں سمجھ سکا۔ اور پھر اُس کے یہاں لانے کا طریقہ بھی تو انوکھا ہے۔ ہنرہائی نس نے جیل خانہ کے داروغہ کے بیٹے کو حکم دیا ہے۔ کہ وہ سسلی سے عشق ظاہر کرے۔ اُسے جیل سے فرار ہونے میں امداد دے۔ اور پھر اُس کو ساتھ لے کر پیرس آجائے + نہ جانے اس میں کیا مصلحت ہے + اوہو! باتوں باتوں میں بہت سا وقت گزر گیا۔ ہنرہائی نس کا ارشاد تھا۔ کہ آپ جس قدر جلد ممکن ہو سکے۔ اپنے قاصد کو جیرولسٹین بھیج دیں" +

"آپ مطمئن رہئے۔ دو بجے میرا قاصد جیرلسٹین کی طرف روانہ ہو چکا ہوگا۔ اچھا۔ مائی ڈیئر مرفی خدا حافظ" +

Taj Tahir Foundation

بارھواں باب

رود ٹمپل میں ایک مکان

اُسی روز تین بجے کے قریب روڈلف کلرکوں کا سا لباس پہنے مکان نمبر ۱ واقعہ رود ٹمپل کے سامنے کھڑا تھا۔ شہر کا یہ حصّہ گنجان آباد اور خوب بارونق تھا۔ اور یہ مکان اس کے عین وسط میں تھا۔ اس کی ظاہری صورت میں کوئی خاص یا نمایاں بات نہ تھی سیدھی سادی وضع کا چار منزلہ مکان تھا۔ جو امتداد زمانہ سے شکستہ ہو رہا تھا۔ مالک کی عدم توجہی سے اس کی حیثیت اَور بھی کم ہو گئی تھی۔ نم آلود اور تاریک زینہ کے پاس ایک چھوٹی سی کوٹھڑی دربان کے رہنے کے لئے بنی ہوئی تھی۔ روڈلف کو دیکھ کر ایک بڑھیا اس کوٹھری میں سے برآمد ہوئی۔ روڈلف نے کہا "میڈم۔ میں نے سنا ہے۔ کہ اس مکان میں ایک کمرہ کرائے کے لئے خالی ہے"

"ہاں چوتھی منزل پر ہے تو۔ پر آپ اُسے نہیں دیکھ سکتے۔ کیونکہ میرا شوہر الفریڈ اس وقت یہاں موجود نہیں ہے"

"میں وہ کمرا کرائے پر لینا چاہتا ہوں۔ دوسری بات یہ ہے۔ کہ مجھے اس کی دیکھ بھال اور صفائی کے لئے ایک خادمہ کی ضرورت ہے۔ کیا آپ یہ کام اپنے ذمہ لے سکتی ہیں؟"

یہ سُن کر بڑھیا کی باچھیں کھل گئیں۔ بولی۔ "صاحب۔ اگر آپ مجھے چھ فرینک

ماہوار دے دیا کریں۔ تو دل و جان سے حاضر ہوں"۔

"بس تو آپ کو چھ فرینک مل جایا کریں گے۔ آپ کا نام؟"

"پومونا پیلپٹ"

"اچھا میڈم پیلپٹ تو اُس کمرے کا کرایہ کیا ہے؟"

"ڈیڑھ سو فرینک سالانہ۔ جس شخص نے اس مکان کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ وہ بڑا لالچی ہے۔ اس سے کوڑی کم نہ لے گا"۔

"اُس شخص کا نام ——؟"

"براس روگ"

اس نام پر روڈلف کے جسم میں کپکپی سی پیدا ہوگئی۔ پھر بڑھیا کو گانٹھنے کے لئے کہنے لگا۔ "مائی ڈیئر میڈم پیلپٹ۔ میں بہت تھکا ہوا ہوں۔ اور سردی کے مارے میرے ہاتھ پاؤں سُن ہو رہے ہیں۔ آپ میرے حال پر اتنی مہربانی کیجئے۔ کہ شراب کی دکان پر جا کر ایک بوتل برانڈی کی اور دو گلاس لے آئیے۔ دو کیوں تین لائیے نا آپ کے شوہر بھی تو آنے والے ہوں گے نا! یہ کہتے ہوئے اُس نے جیب سے دس فرینک کا نوٹ نکال کر بڑھیا کو دے دیا۔

"تو یوں کہئے کہ پہلے ہی دن آپ نے ہمیں اپنا گرویدہ بنانے کی ٹھان لی ہے۔ لیکن میں گلاس دو ہی لاؤں گی۔ انفریڈ اور میں ہمیشہ ایک ہی گلاس سے پیا کرتے ہیں۔ آپ میرے کمرے میں تشریف رکھئے۔ میں ابھی لیکر حاضر ہوتی ہوں"۔

بڑھیا خوشی خوشی شراب لانے چل دی۔ تنہا ہوتے ہی روڈلف اپنے خیالات میں کھو گیا۔ کچھ دیر بعد کھڑکی پر دستک ہوئی۔ ڈاکیئے نے کھڑکی کے اندر ہاتھ ڈالا۔ اور ایک خط دکھا کر بولا "دو سو نکالو"۔

روڈلف نے دو سو ادا کر کے خط لے لیا۔ اور غور سے اُسے دیکھنے لگا۔ اس

کے لفافہ کی مُہر پر ایک خود کی تصویر اور حروف سی۔ آر نقش تھے۔ جس کو دیکھ کر معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس کا لکھنے والا فوج کے محکمہ سے تعلق رکھتا ہے۔ اتنے میں میڈم پیلیٹ بھی شراب کی بوتل اور گلاس لے کر آگئی +

روڈلف نے کہا۔ "ابھی ابھی ڈاکیہ یہ خط دے گیا ہے" +

میڈم پیلیٹ نے خط لے کر چاک کیا۔ پھر ایک لمحہ پس و پیش کرنے کے بعد بولی۔ "میرے خط ہمیشہ میرا شوہر پڑھ کر سنایا کرتا ہے۔ اگر تکلیف نہ ہو تو آپ ــــ"

"لائیے میں پڑھ کے سُنائے دیتا ہوں" یہ کہہ کر روڈلف نے خط لے لیا اور کھول کر پڑھنے لگا:۔

"کل۔ جمعہ کے دن۔ گیارہ بجے تم میرے دونوں کمرے خوب صاف کر کے آگ جلا رکھنا۔ میزوں کرسیوں پر سے تمام غلاف اُتار ڈالنا۔ یہ احتیاط رہے۔ کہ سامان کو صاف کرتے اور جھاڑتے پونچھتے وقت اُن کا طلائی رنگ نہ اُکھڑنے پائے + اگر اتفاق سے میں نہ آسکوں۔ اور ایک بجے کے قریب کوئی خاتون آجائے۔ اور چارلس کو دریافت کرے۔ تو اُسے میرے کمرے میں لے جا کر بٹھانا۔ اور باہر دروازے پر قفل چڑھا دینا۔ اور جب تک میں نہ آؤں۔ چابی اپنے پاس رکھنا +"

اس خط کی یہ انوکھی تحریر پڑھ کر روڈلف کو بہت حیرت ہوئی۔ وہ سمجھ گیا۔ کہ یہ معاملہ اہم ہے۔ چنانچہ وہ بڑھیا سے کہنے لگا۔ "میڈم اس مکان کی پہلی منزل میں کون رہتا ہے؟"

"کوئی چھ ہفتے سے یہ حصّہ ایک نہایت خوبصورت نوجوان نے لے رکھا ہے۔ اُس نے مالک مکان کو چھ مہینے کا کرایہ پیشگی ہی ادا کر دیا ہے۔ اور اپنے نوکروں سے اُسے ایسے اعلیٰ پیمانہ پر آراستہ کرایا ہے۔ کہ معلوم ہوتا ہے کسی بڑے رئیس یا شہزادے کا کمرا ہے۔ جب آرائش کا کام ختم ہو چکا۔ تو ایک دن وہ صرف چند منٹوں کے لئے

اسے دیکھنے آیا تھا۔ جاتے وقت میرے شوہر کو بلا کر پوچھا۔ کہ تم اس کی دیکھ بھال اور صفائی کا کام اپنے ذمہ لے سکتے ہو؟ میرے شوہر نے آمادگی ظاہر کی۔ تو وہ بولا۔ "میں بہت کم یہاں آیا کروں گا۔ البتہ وقتاً فوقتاً تمہارے نام میرے خط آتے رہیں گے۔ جن کی ہدایات پر تمہیں عمل کرنا ہوگا"

رودلف نے پوچھا۔ "کیا اس قسم کا کوئی خط پہلے بھی آچکا ہے؟"

"ایک چھوڑ تین آچکے ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے۔ کہ ان سب کا مضمون ایک ہی تھا۔ کہ فلاں وقت ایک خاتون آئے گی۔ کمروں میں آگ جلا رکھو۔ یہ کرو۔ وہ کرو"

"تو کیا کوئی خاتون آئی؟"

"اجی کہاں۔ پہلی مرتبہ وہ بہت بن ٹھن کر آیا۔ اور بہت انتظار کرتا رہا۔ لیکن جب کوئی نہ آیا۔ تو مایوس ہو کر چلا گیا۔ دوسری مرتبہ وہ پھر بہت سج دھج سے آیا۔ لیکن اُس کے آنے کے تھوڑی ہی دیر بعد ایک خادم مجھے ایک رقعہ دے گیا۔ جو مسٹر چارلس کے نام تھا۔ جب اُس نے مجھ سے لے کر پڑھا۔ تو اُس کا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اور وہ پیچ و تاب کھاتا ہوا لوٹ گیا۔ تیسری مرتبہ وہ پھر بڑی آن بان سے آیا۔ اُس کے لباس سے خوشبوؤں کی لپٹیں آرہی تھیں۔ نہ جانے عطر کی کتنی شیشیاں لنڈھائی ہوں گی۔ ہم سے بڑی خندہ پیشانی سے پیش آیا۔ اور بولا "میں اوپر ٹھہرتا ہوں۔ جو کوئی آئے اوپر لے آنا" صاحب۔ اس دفعہ تو ہم دونوں میاں بیوی کے دل میں بھی گدگدی سی ہونے لگی۔ کہ دیکھیں کون آتا ہے۔ ہمارا شوق اس درجہ بڑھا۔ کہ ہم اپنے گھر سے نکل سڑک پر جا بیٹھے۔ اور بڑی بے چینی سے اُس آنے والی خاتون کا انتظار کرنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک نیلے رنگ کی گاڑی ہمارے مکان کے سامنے آکر رُکی۔ کوچوان نے نیچے اُتر کر گاڑی کا دروازہ کھولا۔ اور ہمیں ایک خاتون نظر آئی

جس نے چہرے پر نقاب ڈال رکھا تھا۔ بار بار ایک رومال سے آنکھیں پونچھتی تھی ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے رو رہی ہے۔ وہ گاڑی سے نیچے اُتری۔ مگر یکایک نہ جانے کیا خیال آیا۔ کہ پھر گاڑی میں سوار ہو گئی۔ اور کوچوان سے کچھ کہا۔ جسے سُن کر اُس نے دروازہ بند کر دیا۔ لیکن قبل اس کے کہ کوچوان گاڑی پر سوار ہوتا۔ میں دوڑ کر اُس کے پاس گئی۔ اور پوچھا "صاحب آپ کہاں سے آئے ہیں؟" وہ بولا "رونیسٹ دوبنک سے"

یہ نام سُن کر روڈلف یکبارگی چونک اُٹھا۔ اُس کا نہایت عزیز دوست مارکوئس دارہارویل اسی مقام پر رہتا تھا۔ یہ نوجوان مارکوئس کچھ عرصے سے بہت متفکر رہا کرتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے کوئی غم اندر ہی اندر اُسے کھائے جا رہا ہے۔ تو کیا یہ خاتون جو اس طرح اپنی عزت و ناموس کو خاک میں ملا دینے پر تلی ہوئی تھی۔ اسی کی حسین و جمیل بیوی تو نہ تھی۔ اور کیا مارکوئس اسی غم میں تو نہیں گھلا جا رہا؟ روڈلف کے دماغ میں بے اختیار یہ سوالات پیدا ہوئے۔ مگر وہ ان کا جواب نہ دے سکا۔

یکایک بڑھیا نے چلّا کر کہا۔ "الیو۔ الفریڈ آ گیا"

مسٹر پیلٹ بڑے وقار کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کی عمر ساٹھ برس کے لگ بھگ تھی۔ مگر اس کے باوجود خوب موٹا تازہ اور تندرست و توانا تھا۔ ناک بہت بڑی۔ اور چہرہ طباق کی مانند تھا۔ پھٹی پرانی ٹوپی سر پر تھی۔ میڈم نے روڈلف کے آنے کی غرض و غایت بیان کی۔ بوڑھے دربان نے روڈلف سے سب سے پہلا سوال یہ کیا۔ کہ تمہارا پیشہ مصوری تو نہیں ہے۔ جب جواب نفی میں ملا۔ تو اُس نے اطمینان کا سانس لیا۔ مسٹر پیلٹ کو مصوروں سے دلی نفرت تھی۔ وجہ یہ تھی کہ چند مہینے ہوئے۔ اس مکان میں ایک مصور آ کر رہا تھا۔ جو بہت خوش طبع اور زندہ دل واقع ہوا تھا۔ وہ اکثر مسٹر پیلٹ سے دل لگی کیا کرتا۔ یہاں تک کہ جب اُس کے

موقلم کے بال جھڑ جاتے۔ تو اس سے التجا کرتا۔ کہ اپنے بالوں کی ایک لٹ قینچی سے کاٹ دو۔ ایک دو دفعہ تو بوڑھے دربان نے اُس کی یہ خواہش پوری کر دی۔ لیکن جب آئے دن اس کا یہی وطیرہ دیکھا۔ تو صاف انکار کر دیا۔ اب مصوّر کو کیا مذاق سوجھا۔ کہ جو کوئی اُس سے ملنے آتا۔ وہ سکھا پڑھا کر اُسے بوڑھے دربان کے پاس بالوں کی لٹ مانگنے بھیج دیتا۔ اس مصوّر کے ملنے والے بھی ایک ہی کائیاں تھے۔ وہ اُس سے بالوں کے لئے اس طرح التجا کرتے۔ جس طرح کوئی عاشق اپنی محبوبہ سے اُس کی زلف کے لئے التجا کر رہا ہو۔ غرض چند ہی روز میں بوڑھے دربان کا دم ناک میں آگیا۔ بڑی مشکلوں کے بعد جب اس مصوّر کو اس مکان سے نکالا گیا۔ تو اُس کی جان میں جان آئی۔ اُس دن سے مسٹر پیلٹ کو مصوّروں سے سخت نفرت پیدا ہو گئی تھی ؛

میز پر برانڈی کی بوتل دیکھ کر مسٹر پیلٹ کی باچھیں کھل گئیں۔ اور اُس نے روڈلف کی اس عنایت کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔ شراب کا دور چلا۔ روڈلف نے بڈھے دربان کا جامِ صحت پیا۔ اس پر وہ اور بھی ریشہ خطمی ہو گیا۔ باتوں باتوں میں روڈلف نے جرمین کا ذکر چھیڑا۔ تو بڈھے نے کہا "صاحب وہ نوجوان تو بالکل فرشتہ تھا۔ میں نے ایسے صالح اور نیک دل انسان کم دیکھے ہیں"۔

"آج کل کہاں رہتا ہے ؟"

"یہ سوائے میڈموازل ریگولیت کے کسی کو معلوم نہیں"۔

"میڈموازل ریگولیت کون ؟"

"وہ چوتھی منزل میں ہماری ایک کرایہ دار ہے۔ ڈریس سینا اُس کا پیشہ ہے بڑی شریف لڑکی ہے۔ معاملہ کی ایسی صاف۔ کہ کرایہ ہمیشہ پیشگی ادا کرتی ہے۔ اور کمرہ ایسا صاف ستھرا رکھتی ہے۔ کہ ایک دفعہ جو کوئی اُس کے کمرے میں چلا جائے

اُس کی نفاست پسندی کی داد دئے بغیر نہیں رہ سکتا ۔ اُس کی آمدنی گو دو فرینک روزانہ سے زیادہ نہیں ہے۔ مگر اسی میں وہ ایسی کفایت اور سلیقہ سے گزر کرتی ہے کہ ــــــ "

روڈلف نے بات کاٹ کر پوچھا "یہ تمہیں کس طرح معلوم ہُوا۔ کہ جرمین کی موجودہ جائے قیام سے اس لڑکی کے سوا اَور کوئی واقف نہیں"؟

میڈم پیلیٹ نے جواب دیا۔ "جرمین یہاں سے رخصت ہوتے وقت ہم سے کہہ گیا تھا۔ اگر میرے نام کوئی خط آئے۔ تو میڈموازل ریگولیت کو دیدیا جائے"۔

تھوڑی دیر بعد دربان روڈلف کو چوتھی منزل پر فالی کمرہ دکھانے لے گیا۔ جو ریگولیت کے کمرے سے ملا ہُوا تھا۔ روڈلف ژوالیز کی زنداں کی سہیلی ریگولیت کو دیکھنے کا بے حد مشتاق تھا۔ مگر اس وقت وہ اپنے کمرے میں موجود نہ تھی ۔

روڈلف نے اپنی جیب سے چالیس سو نکال کر مسٹر پیلیٹ کے حوالے کئے اور کہا "مجھے کمرا پسند ہے۔ یہ رقم بطور پیشگی دیتا ہوں۔ کل میں اپنا کچھ اسباب بھیج دوں گا۔ اور ہاں مجھے اس مکان کے ٹھیکہ دار براس روگ سے ملنے کی ضرورت تو نہ ہوگی ؟"

"جی نہیں۔ وہ شاذ و نادر ہی آیا کرتا ہے۔ کرایہ داروں سے کرایہ طے کرنا اور ماہ بماہ وصول کرتے رہنا اُس نے میرے سپرد کر رکھا ہے"۔

اس کے بعد روڈلف وہاں سے رخصت ہو گیا ۔

Taj Lahir Foundation

تیرھواں باب

پادری پولڈوری

سارہ سٹین کی عمر اس وقت سینتیس ۳۷ سال کی تھی۔ اس کے شوہر کوئنٹ ایم گریگر کا انتقال ہو چکا تھا۔ وہ اسکاٹ لینڈ کے ایک اعلیٰ اور ممتاز گھرانے کے ایک بیرونٹ کی بیٹی تھی۔ سولہ سال کی عمر میں ماں باپ کا سایہ سر سے اُٹھ گیا تھا۔ اور وہ اپنے بھائی ٹام سٹین کے ساتھ اسکاٹ لینڈ کو خیرباد کہہ کر یورپ کی سیاحت میں مشغول ہو گئی۔ لڑکپن میں اُس کی دایہ نے اُس کے بے پناہ حسن و جمال کو دیکھ کر پیشین گوئی کی تھی۔ کہ یہ ایک نہ ایک دن ضرور کسی سلطنت کی ملکہ بنے گی۔ اس بیہودہ پیشین گوئی نے اُس کے دماغ میں بے حد نخوت و غرور بھر دیا تھا۔ اور وہ بڑی بے چینی سے اُس وقت کی منتظر تھی۔ ٹام بھی اپنی بہن سی ہی سمجھ بوجھ رکھتا تھا۔ اُسے بھی اس پیشین گوئی کے صحیح ہونے میں کلام نہ تھا۔ چنانچہ وہ جاہ و جلال اور امارت کی اُمید میں اپنی بہن کے ہاتھ میں کٹھ پتلی بنا ہُوا تھا۔

یوں تو ٹام نے اسکاٹ لینڈ سے رخصت ہونے سے پہلے ہی یورپ کے تمام غیر شادی شدہ بادشاہوں اور ولی عہدوں کی فہرست تیار کر لی تھی۔ لیکن اُسے بڑی بڑی سلطنتوں پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہوئی۔ غور و فکر کے بعد وہ اس نتیجہ پر پہنچا تھا۔ کہ کسی بڑی سلطنت کی بجائے اگر چھوٹی موٹی ریاستوں میں قسمت آزمائی

کی جائے۔ تو کامیابی دور نہیں۔ چنانچہ اُسے اپنی کوششوں کے بارآور ہونے کے لئے جرمنی کا میدان زیادہ وسیع نظر آیا۔ پہلے تو وہ اپنی بہن کو پیرس لے گیا۔ اور وہاں کی اعلیٰ سوسائٹی سے راہ و رسم پیدا کی۔ جب چھ مہینے میں اُس کی بہن نے پیرس کی حسینان مہ جبین کا سا مذاق۔ اور اُن کی سی شان دلربائی پیدا کرلی۔ اور ہر طرح کیل کانٹے سے درست ہو گئی۔ تو وہ اُسے لے کر جرمنی روانہ ہو گیا ؛

سب سے پہلے اُس کی نظر جرمنی کی اوّل نمبر کی ریاست جیرولسٹین پر پڑی جس کے حکمران کا حسب نسب حسب ذیل تھا:۔

جیرولسٹین

گرینڈ ڈیوک میکسملین رودلف ۱۰۔ دسمبر ۱۷۶۴ء کو پیدا ہوا۔ ۲۱ اپریل ۱۸۰۵ء کو اپنے باپ چارلس فریڈرک رودلف کے انتقال پر گدی پر بیٹھا جنوری ۱۸۰۸ء کو اس کی بیوی لوئیسا دختر پرنس جان آگسٹس آف برگلن نے انتقال کیا۔ ۱۷۔ اپریل ۱۸۰۲ء کو ولی عہد گیٹوے رودلف پیدا ہوا "؛

پیرس سے رخصت ہوتے وقت ٹام نے کہن سال مارکوئس واہارویل سے جس کے جیرولسٹین کے گرینڈ ڈیوک سے گہرے مراسم تھے اور جو سارہ کے حسن زاہد فریب سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا تھا۔ ایک تعارفی خط لے لیا تھا جس وقت ٹام نے اپنی بہن کو جیرولسٹین کے دربار میں پیش کیا۔ تو ریاست کے ولی عہد اور ہماری داستان کے ہیرو گیٹوے رودلف کی عمر اٹھارہ برس سے زیادہ نہ تھی ؛ دربار میں ان دونوں بہن بھائیوں کی خوب آؤ بھگت کی گئی۔ گرینڈ ڈیوک جو ایک فرشتہ سیرت حکمران تھا۔ ان سے بہت شفقت اور مہربانی سے پیش آیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں سارہ نے اپنے حسن و جمال اور خوش اخلاقی کی بدولت جیرولسٹین کے تمام معززین کے دلوں میں گھر کر لیا ؛

جیرولسٹین میں ان کے آنے کے چند ہی روز بعد روڈلف ایک ایڈی کانگ اور ریاست کے پرانے نمک خوار مرفی کے ہمراہ ریاست کے دورہ پر روانہ ہو گیا تھا اس کی روانگی ان دونوں بہن بھائیوں کے مقاصد کے عین مطابق تھی۔ کیونکہ اس حالت میں کہ ابھی ریاست میں ان کے قدم مستحکم نہ ہوئے تھے۔ نوجوان ولی عہد اور سارہ کی سی حسینہ مہ جبیں کا قرب گرنیٹ ڈیوک کو بدظن کر دینے کے لئے کافی تھا۔ وہ اپنے بیٹے پر دل و جان سے فدا تھا۔ اور اُسے ہر قسم کی ترغیبوں سے محفوظ رکھنے کے لئے اُس کی پوری پوری نگہداشت کرتا تھا +

بچپن میں روڈلف کی جسمانی حالت بہت کمزور تھی۔ اُس کے باپ نے سوچا کہ دیہات کے رہنے والے انگریز شرفا عموماً اپنی صحت و توانائی کی وجہ سے مشہور ہوتے ہیں۔ اُن کی تعلیم سادہ ہوتی ہے۔ اور وہ محنت مشقت سے کام کرتے ہیں اگر روڈلف کو کسی انگریز زمیندار کے بیٹے کی طرح پروان چڑھایا جائے۔ تو اس کی صحت پر ضرور خوشگوار اثر پڑے گا۔ اس مقصد کے لئے یارک شائر کے ایک نہایت معزز جاگیردار سر والٹر مرفی کو منتخب کیا گیا۔ اور روڈلف اُس کے سپرد کر دیا گیا۔ روڈلف ایک چھوٹے سے فارم میں جو جیرولسٹین کے مضافات میں ایک جنگل کے بیچوں بیچ نہایت پُر فضا مقام پر واقع تھا۔ کئی سال تک مرفی کے زیر سایہ پرورش پاتا رہا۔ وہ مرفی کے ساتھ شکار کھیلنے جاتا۔ دیہاتی کھیلوں میں حصہ لیتا۔ اور اپنے ہم عمر لڑکوں سے کشتی لڑا کرتا۔ غرض پندرہ برس کی عمر میں وہ نہایت طاقتور صحت مند اور توانا نوجوان کی صورت میں اپنے باپ کے سامنے پیش ہوا۔ اس خدمت سے سبکدوش ہو کر مرفی کو ایک ضروری کام کی وجہ سے انگلستان جانا پڑا۔ روڈلف کو اُس کی جدائی کسی طرح گوارا نہ تھی۔ مگر مرفی نے وعدہ کیا۔ کہ ایک سال کے عرصے میں اپنے بیوی بچوں کو ساتھ لے کر واپس آجاؤں گا +

بیٹے کی صحت کی طرف سے اطمینان ہو جانے پر گرینڈ ڈیوک کو اُس کی آئندہ تعلیم کی فکر ہوئی۔ اس دفعہ بدقسمتی سے اُس کی نگہ انتخاب ایک ایسے شخص پر پڑی جو باوجود اپنے علم و فضل کے انتہا درجہ کا عیّار اور چالباز تھا۔ یہ شخص پادری پولڈوری تھا۔ جس کی تمنا تھی کہ کسی طرح ریاست کی وزارت مجھے مل جائے۔ اس کی عیاریوں سے لوگ بے حد خائف رہتے تھے۔ مگر اُس نے اپنے علم و فضل کی بدولت جس نے اُس کے تمام عیبوں پر پردہ ڈال رکھا تھا۔ گرینڈ ڈیوک کی نظروں میں ایسی وقعت حاصل کر لی تھی۔ کہ کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ تاہم ریاست کے بعض خیر خواہوں نے اتنا ضرور کہا۔ کہ ایک کیتھولک عقیدے کے پادری کو ایک پروٹسٹنٹ عقیدہ کے شہزادے کا اتالیق مقرر کرنا مناسب نہیں۔ مگر گرینڈ ڈیوک نے اس امر کو چنداں اہمیت نہ دی +

روڈلف کا رجحان شروع ہی سے تعلیم کی طرف نہ تھا۔ اس پر اُستاد بھی ملا تو مذہبی خیالات کا آدمی۔ نتیجہ یہ ہُوا۔ کہ وہ تعلیم سے اور بھی متنفر ہو گیا۔ مگر پادری نے نہایت عیّارانہ طریق پر خوشامد اور چاپلوسی سے۔ اور کبھی سختی سے رفتہ رفتہ شہزادے کو رام کر لیا۔ اب وہ شہزادے کی طبیعت کا رجحان دیکھ کر مذہبی درسوں کی بجائے فرانس کے شہنشاہ لوئی چہاردہم اور لوئی پانزدہم کے عہد کی حسن و عشق کی داستانیں ایسی رنگینی سے بیان کرتا۔ کہ شہزادہ گھنٹوں ان کے سننے میں محو رہتا۔ اسی طرح ڈیڑھ سال گزر گیا۔ اس عرصے میں پادری نے اسی قسم کی حکایتیں سُنا سُنا کر روڈلف کے سینے میں عشق و محبت کے جذبات مشتعل کر دیئے +

آخر مرفی اپنے اہل و عیال سمیت انگلستان سے واپس آ گیا۔ وہ بڑی گرمجوشی سے روڈلف سے گلے ملا۔ خوشی کے مارے اُس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ مگر چند ہی روز میں اُسے شہزادے کے مزاج میں زمین آسمان کا فرق نظر آنے لگا۔ اب وہ اُس سے بہت

سرد مہری سے پیش آتا تھا جس کا مرفی کو بے حد رنج ہوا۔

جیرولسٹین کے دربار میں آنے کے تھوڑے ہی عرصہ بعد ٹام نے پادری پولڈوری سے یارانہ گانٹھ لیا۔ پادری جیسے جہاندیدہ شخص سے ان دونوں بہن بھائیوں کے جیرولسٹین آنے کی اصل غرض و غایت چھپی نہ رہ سکی تھی۔ اُس نے ان کی سازش میں اپنا اُلّو سیدھا ہوتے دیکھ کر ان کے آنے کو بہت غنیمت سمجھا۔ اور مرفی کی طرف سے انہیں بدظن کر کے ان کا شریک کار بن گیا۔

جب روڈلف مرفی کے ساتھ ریاست کے دورہ سے واپس آیا۔ تو ایک ہی نظر میں سارہ کی زلف گرہگیر کا اسیر ہو گیا۔ سارہ اُس کی آتش شوق تیز کرنے کے لئے پہلے تو کچھ کھچی کھچی سی رہی۔ لیکن اس کے بعد اُسے بھی اپنے جذبات پر قابو نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دونوں بیتاب و بیتاب رہنے لگے۔ چوری چھپے کبھی کبھی ملاقات ہو جاتی تھی۔ لیکن اس قسم کی ملاقاتیں آتشِ شوق پر تیل کا کام کرتی تھیں۔ ٹام نے جب دیکھا کہ روڈلف کا عشق انتہائی درجہ پر پہنچ گیا ہے۔ تو اُس نے پادری پولڈوری سے روڈلف اور سارہ کی مخفی شادی کی ضرورت بیان کی۔ پادری سُن کر پہلے تو دم بخود رہ گیا کیونکہ اس پُرخطر کام کو سرانجام دینے میں اُسے اپنی جان کا خطرہ نظر آتا تھا۔ لیکن پھر یہ سوچ کر کہ گرینڈ ڈیوک تھوڑے ہی عرصہ کا مہمان ہے۔ اگر یہ کام پوری ہوشیاری اور احتیاط سے انجام دیا گیا۔ تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے گی۔ اور اسطرح وہ ہمیشہ کیلئے روڈلف پر قابو پا لے گا۔ امداد پر آمادہ ہو گیا۔ ان دنوں اتفاق سے گرینڈ ڈیوک کو جرمن ریاستوں کی کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے جیرولسٹین سے رخصت ہونا پڑا۔ پادری پولڈوری نے اس موقع کو غنیمت سمجھا۔ پادری اور شادی کے گواہ مہیا کر کے خفیہ طور پر روڈلف اور سارہ کی شادی رچا دی۔ اور یوں سارہ کی دایہ کی پیشین گوئی پوری ہو گئی۔

شادی کے پہلے تین مہینوں میں روڈلف اپنے کو دنیا کا سب سے مسرور اور

خوش نصیب انسان سمجھتا تھا۔ ادھر سارہ جس کی دلی آرزو پوری ہوگئی تھی۔ روڈلف جیسا جوان رعنا شوہر مل جانے سے پھولی نہ سماتی تھی۔ نہایت عیش و مسرت کی زندگی بسر کرتے رہے + تھوڑے ہی عرصہ بعد سارہ کو معلوم ہوا۔ کہ وہ عنقریب ایک بچے کی ماں بننے والی ہے + اب سارہ کے دل میں شان و شوکت اور جاہ جلال کی ہوس نے یہ آرزو پیدا کردی کہ کسی طرح روڈلف اپنی خفیہ شادی کا اعلان کردے۔ لیکن جب دیکھا کہ وہ اپنے باپ کے ادب و احترام کی وجہ سے اس پر آمادہ نہیں تو اُس نے کمال عیاری کے ساتھ اس راز کے خود بخود طشت از بام ہو جانے کا موقع بہم پہنچایا + اس انکشاف کے نتائج آگے چل کر تحریر کیے جائیں گے۔ سر دست ہم اپنے ناظرین کو اتنا بتا دینا ضروری خیال کرتے ہیں۔ کہ روڈلف اور سارہ کی یہ شادی بے حد ناکام ثابت ہوئی۔ سارہ کے بطن سے ایک بچی پیدا ہوئی جس کا نام ایملیا رکھا گیا۔ روڈلف اور سارہ علیحدہ ہو گئے۔ سارہ بچی کو اپنے ہمراہ لے گئی۔ اس کے آٹھ برس بعد اُس نے روڈلف کو اُس کی موت کی خبر بھیج دی +

Taj Tahir Foundation

چودھواں باب

محفلِ رقص

رات کے گیارہ بجے ہیں۔ روڈولفے کا شاہانہ ہوٹل روشنی سے بقعۂ نور بنا ہوا ہے۔ بات یہ ہے کہ سفارت خانہ کے ایک ممتاز عہدہ دار بیرن ڈی ناروال نے ایک محفلِ رقص کے سلسلے میں تمام معززین شہر کو مدعو کر رکھا ہے۔ روڈلف بھی اس بزم عیش و طرب میں شریک ہے۔ مگر اسے محفل کی کسی بات میں دلچسپی نہیں۔ اُس کے یہاں آنے کی غرض محض یہ ہے۔ کہ اپنے دوست مارکوئس داہارویل کی بیوی سے تنہائی میں ملاقات کرے۔ اور میڈم پیلیٹ کے بیان سے اُس کے دل میں میڈم داہارویل کے چال چلن کے متعلق جو شکوک و شبہات پیدا ہو گئے تھے۔ ان کے متعلق اطمینان حاصل کرے + اُس نے میڈم کی تلاش میں ہوٹل کے تمام ایوان اور کمرے چھان مارے۔ مگر وہ کہیں نظر نہ آئی + اس جستجو سے تھک کر وہ ہوٹل کے باغ میں سستانے کے لئے چل دیا۔ اور ایک سب سے الگ تھلگ اور تاریک کنج میں بیٹھ کر اپنے خیالات میں مستغرق ہو گیا + اُسے وہاں بیٹھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی۔ کہ کسی شناسا آواز نے اُس کا نام لیا۔ اور وہ چونک اُٹھا +

کنج کے دوسری طرف سارہ اپنے بھائی ٹام سے انگریزی میں باتیں کر رہی تھی۔ روڈلف نے کان لگا کر سُنا تو وہ کہہ رہی تھی :۔ "روڈلف نے میڈم داہارویل

کو بہت تلاش کیا۔ مگر خوش قسمتی سے وہ اُسے کہیں نظر نہیں آئی۔ ورنہ سارا بنا بنایا کھیل بگڑ جاتا۔ میری یہ رقیب کل کو ایسی ذلیل و رسوا ہو جائے گی۔ کہ دنیا میں کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہ رہے گی "+

"تمہیں تو خواہ مخواہ کا وہم ہو گیا ہے۔ روڈلف کے دل میں کبھی اُس سے محبت کرنے کا خیال پیدا نہیں ہوا"+

"نہ سہی۔ لیکن اُس کے دل میں تو روڈلف کی محبت موجود ہے۔ میں یہ لمحہ بھر کے لئے بھی گوارا نہیں کر سکتی + تم نہیں سمجھ سکتے کہ جس وقت وہ روڈلف کی صورت دیکھتی ہے۔ تو اُس پر کیا کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ ان باتوں کو عورتیں ہی سمجھ سکتی ہیں + یہ عورت محبت کی بھوکی ہے۔ لیکن نہ جانے اپنے شوہر سے کیوں التفات سے پیش نہیں آتی۔ جو اُس پر دل و جان سے فدا ہے + میرے مکان پر جب اُس کی ملاقات مسٹر رابرٹ سے ہوئی۔ تو وہ اُس کے مردانہ حسن و جمال کو دیکھ کر دنگ رہ گئی۔ میں نے اُس کی فطری رحم دلی کو مدنظر رکھتے ہوئے مسٹر رابرٹ کو ہدایت کر دی تھی۔ کہ وہ اُس کے سامنے ہمیشہ اُداس اور غمزدہ رہا کرے۔ تب میں نے میڈم داہارویل کے سامنے اُس کے مصنوعی غموں اور تکلیفوں کا نقشہ ایسے دردناک پیرائے میں کھینچا۔ کہ میڈم کو اُس سے ہمدردی پیدا ہو گئی۔ اس سے میرا مقصد محض اتنا تھا۔ کہ اُس کے دل سے روڈلف کی محبت نکل جائے۔ اس کوشش میں میں کسی حد تک کامیاب بھی ہو گئی۔ لیکن جب تک میں اس کانٹے کو اپنے راستے سے صاف نہ کر لوں گی مجھے اطمینان نصیب نہ ہو گا +

"غرض رابرٹ اور کلیمنس ہفتے میں دو بار میرے مکان پر ملا کرتے۔ رابرٹ میری ہدایات کے مطابق ہمیشہ اُس کے سامنے آہیں بھرتا رہتا۔ آخر اُس کی کوششیں بار آور ہوئیں۔ اور کلیمنس اُس سے تنہائی میں ملاقات کرنے پر رضامند ہو گئی +

رابرٹ نے روڈ اٹمپل میں ایک کمرا کرایہ پر لے رکھا تھا۔ وہیں ملاقات کا وقت مقرر ہوا۔ رابرٹ وہاں انتظار کی گھڑیاں گنتا رہا۔ مگر میڈم داہارویل کو وعدہ پورا کرنے کی جرأت نہ ہوسکی۔ رابرٹ نے پھر اُس کی منّت سماجت کی۔ اُسے اُس کی حالت پر ترس آگیا۔ اور وہ دوبارہ ملاقات پر آمادہ ہوگئی۔ مگر اس دفعہ بھی وہ نہ آسکی۔ تیسری مرتبہ ملاقات کا وقت مقرر ہوا۔ اس مرتبہ وہ اُس کے دروازے تک گئی مگر اس سے آگے قدم بڑھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ اور وہ پھر لوٹ آئی۔ اب چوتھی مرتبہ اُس نے پھر ملاقات کا وعدہ کیا ہے۔ اور کل ایک بجے دن کا وقت مقرر ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے۔ کہ اس مرتبہ وہ اپنا وعدہ پورا کرے گی"۔

"تو اب تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"میں چاہتی ہوں۔ کہ آج آدھی رات کو جب یہ محفل رقص ختم ہوجائے۔ اور سب مہمان اپنے اپنے گھروں کو جانے لگیں۔ تو تم ایک رقعہ کے ذریعے اس ملاقات کی اطلاع کلیمنس کے شوہر مارکوئس داہارویل تک پہنچادو۔ اُسے اپنی بیوی کے طرزِ عمل پر پہلے ہی شبہات ہیں۔ رقابت اور رشک کی وجہ سے۔ وہ کل یقیناً اس کا تعاقب کرے گا۔ اور عین وقت پر اُسے اپنے عاشق کے پہلو میں جا پکڑیگا۔ اور اس کے نتائج ظاہر ہی ہیں"۔

روڈلف اس خوفناک سازش کا حال سُن کر کانپ اُٹھا۔ اس وقت اُس کی بڑی خواہش یہ تھی۔ کہ کسی طرح میڈم داہارویل سے مل کر اُسے اس خطرے سے آگاہ کردوں۔ اس وجہ سے اُس نے سارہ اور ٹام کی بقیہ باتیں سُننے کا خیال چھوڑ دیا۔ اور چپکے سے کنج میں سے نکل کر ہوٹل میں پہنچا۔ مگر میڈم داہارویل اب بھی کہیں نظر نہ آئی۔ اور وہ دل ہی دل میں افسوس کرتا ہوا وہاں سے رخصت ہوگیا۔

اُس رات ایک بجے کے قریب مارکوئین کو ٹام کا رقعہ مل گیا۔ جس میں اس

ملاقات کی اطلاع درج تھی۔ جو رود اٹمپل کے مکان نمبر ۷ میں اُس کی بیوی اور چارلس رابرٹ کے درمیان قرار پائی تھی +

دوسرے دن ایک بجے کے قریب میڈم داہارویل مکان نمبر ۱۰- واقع رود اٹمپل میں داخل ہوئی۔ میڈم پیلٹ۔ اس کا شوہر اور ایک اور عورت دروازے پر اُس کے منتظر کھڑے تھے + میڈم داہارویل نے دربان کی بیوی سے کانپتی ہوئی آواز میں پوچھا۔ "مسٹر چارلس یہیں رہتے ہیں ؟"

میڈم پیلٹ نے مسکرا کر کہا۔ "جی ہاں یہیں رہتے ہیں۔ یہ سیڑھیاں ہیں۔ اوپر چڑھ جائیے۔ اُن کا کمرا دروازے کے سامنے ہی ہے" +

میڈم داہارویل نے پہلے تو کچھ پس و پیش کی۔ آخر دل کڑا کر کے زینہ پر چڑھنے لگی۔ اوپر پہنچی۔ تو یہ دیکھ کر اُس کی حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ چارلس کی بجائے روڈلف اُس کے سامنے کھڑا ہے۔ اُس کے ہاتھ میں نقدی کی ایک تھیلی تھی۔ وہ جلدی سے کہنے لگا۔ "تمہارے شوہر کو سارا حال معلوم ہو گیا ہے۔ وہ تمہارا تعاقب کر رہا ہے" +

عین اُس وقت نیچے سے میڈم پیلٹ یہ کہتی ہوئی سنائی دی۔ "صاحب آپ اوپر کہاں چڑھے جا رہے ہیں ؟"

روڈلف نے کہا۔ "لو وہ آپہنچا۔" پھر میڈم داہارویل کو اُس زینہ کی طرف دھکیلتے ہوئے جو دوسری منزل کو جاتا تھا۔ جلدی سے بولا۔ "سیڑھیاں طے کر کے چوتھی منزل پر پہنچ جاؤ۔ یہ لو تھیلی۔ یاد رکھو کہ تمہارے یہاں آنے کا مقصد محض مورل نامی ایک غریب شخص کی امداد کرنا ہے" +

نیچے سے میڈم پیلٹ کی آواز برابر سنائی دے رہی تھی۔ "صاحب میرے

جیتے جی آپ اوپر نہیں جا سکتے "۔

مارکوئیس کہہ رہا تھا۔ "میں اُس عورت کے تعاقب میں ہوں۔ جو ابھی ابھی اوپر گئی ہے"۔

ادھر یہ شور و غل سُن کر چارلس رابرٹ نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا۔ یہ دیکھ کر روڈلف اُس کی طرف جھپٹا۔ اور اُسے کمرے میں دھکیل کر اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ چارلس روڈلف کے اس طرزِ عمل سے متحیّر رہ گیا۔ اور اس حرکت کا سبب پوچھا۔

روڈلف نے ایسے خشمناک لہجہ میں "چپ رہو" کہا۔ کہ چارلس سہم گیا۔ تھوڑی دیر بعد بھاری بھاری قدموں کے جلد جلد سیڑھیوں پر چڑھنے کی آواز آئی۔ روڈلف سمجھ گیا۔ کہ مارکوئیس اوپر چڑھ رہا ہے۔ جب آہٹ سُنائی دینی بند ہو گئی۔ تو روڈلف نے دروازہ کھولا۔ دیکھا تو ٹارٹیلا ڈبڑی سُرعت سے سیڑھیوں سے اُتر رہا ہے۔ اور نقدی کی تھیلی کو جو روڈلف نے میڈم داہارویل کو دی تھی۔ اپنے کوٹ کی جیب میں چھپا رہا ہے۔

چارلس رابرٹ نے ڈرتے ڈرتے روڈلف سے پوچھا "آخر ماجرا کیا ہے؟"

"سنو۔ میڈم داہارویل کے شوہر کو کُل حقیقت معلوم ہو گئی ہے۔ اور وہ اپنی بیوی کے تعاقب میں یہاں آیا ہے۔ جب تک میڈم پیلیٹ تمہیں اطلاع نہ دے خبردار اپنے کمرے سے باہر نہ نکلنا"۔ چارلس کے مُنہ پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔

روڈلف سیڑھیوں سے اُتر کر میڈم پیلیٹ کے پاس پہنچا۔ اور پانچ لوئی اُس کی ہتھیلی پر رکھ کر کہنے لگا "میڈم کیا آپ میرا ایک بے حد ضروری کام سرانجام دیں گی۔ وہ یہ ہے۔ کہ جس وقت وہ خاتون نیچے آئے تو آپ اُس سے پوچھیں۔ کہ "غریب مورل اور اُس کے بیوی بچّوں کا کیا حال ہے؟" اس کے بعد کہیں

کہ آپ ان غریبوں کی امداد کر کے بہت ثواب حاصل کر رہی ہیں"۔

عین اس موقع پر سیڑھیوں سے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ رودلف جھٹ ایک دروازے کی اوٹ میں چھپ گیا۔ مارکوئیس اور میڈم داہارویل سیڑھیوں سے نیچے اُترے۔ میڈم نے اپنے شوہر کے بازو کا سہارا لے رکھا تھا۔ جب وہ میڈم پیلٹ کے کمرے کے سامنے پہنچے۔ تو مارکوئیس کے چہرے سے بشاشت ٹپک رہی تھی۔ کلیمنس گم سُم تھی۔ اور اُس کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی۔

میڈم پیلٹ نے اپنے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔" معزز خاتون کہئے مورل اور اُس کے بیوی بچوں کی کیا کیفیت ہے۔ یقین جانئے وہ آپ کی اس فیاضی اور نیک دلی پر شب و روز آپ کو دعائے خیر سے یاد کرتے ہیں۔ پیرس بھر میں ان سے زیادہ غریب اور شریف گھرانہ آپ کو کوئی نہیں ہے۔ خدا آپ کو اس نیکی کا اجر دے"۔

مارکوئیس نے ایک نگاہ تحسین اپنی بیوی کے چہرے پر ڈالی۔ اور منہ ہی منہ میں کہا۔" کلیمنس فرشتہ ہے!"

اس کے بعد وہ اپنی بیوی کا بازو تھامے ہوئے گلی سے باہر نکل گیا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ تو رودلف دروازے کے پیچھے سے نکل کر میڈم پیلٹ کے پاس آیا۔ وہ بولی" میرا خیال ہے۔ کہ میں نے اپنا پارٹ خوش اسلوبی سے ادا کیا ہے۔ لیکن مسٹر رودلف آپ کا سامان ابھی تک نہیں آیا"۔

"میں ابھی جا کر اس کا بندوبست کرتا ہوں۔ تم پہلی منزل پر اُس نوجوان کرایہ دار سے جا کر کہہ دو۔ کہ اب باہر نکل آئے"۔

پندرھواں باب

اندھا فقیر

رات کے کھانے سے فارغ ہوکر میڈم جارجس۔ پادری لاپورٹ اور فلور دی میری فارم کے ایک کمرے میں آتش۔ ان کے قریب بیٹھے تھے۔ پادری صاحب حسب معمول پند و نصائح فرما رہے تھے۔ میری نظریں نیچی کئے ادب و احترام سے ان کی باتیں سن رہی تھی۔ کبھی کبھی وہ میڈم جارجس سے بھی ایک آدھ بات کر لیتے تھے۔ اتنے میں باہر کتوں کے زور زور سے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ میڈم جارجس نے فارم کی ایک کارکن لڑکی کو بلا کر کہا۔ "کلوڈین۔ جاؤ دیکھ تو سہی۔ باہر اجاطے میں کتے کیوں بھونک رہے ہیں"+

کلوڈین نے تھوڑی دیر میں آکر کہا۔ "میڈم۔ بے چارہ کوئی اندھا فقیر ہے۔ اس کے ساتھ ایک لنگڑا لڑکا ہے۔ چاہتے ہیں کہ کوئی کونا کھدرا مل جائے۔ تو رات بسر کر لیں۔ کتے انہیں کو دیکھ کر بھونک رہے ہیں"+

میڈم جارجس نے کہا۔ "باورچی خانے کے ساتھ والی کوٹھڑی میں ان کے سونے کا انتظام کر دے۔ اور باورچی سے کہہ کر انہیں کھانا کھلوا دے"+

"لیکن میڈم۔ کتے ان کی صورت دیکھ کر باؤلے ہو رہے ہیں۔ مجھے ڈر ہے کہیں انہیں تکا بوٹی نہ کر ڈالیں۔ میں نے ان کتوں کو آج تک کبھی ایسا خونخوار

نہیں دیکھا۔ نہ جانے اس میں کیا بھید ہے"۔

"بھید کیا ہوگا۔ اُن کے چیتھڑوں کو دیکھ کر بھونک رہے ہوں گے۔ چوکیدار سے کہہ کر اُنہیں بندھوا دے"۔

کتوں کے زور زور سے بھونکنے کی آواز پھر سُنائی دی۔ باورچی خانے کا دروازہ کھلا۔ اور کلوڈین کے پیچھے پیچھے برگینڈ اور ٹارٹیلارڈ داخل ہوئے۔ برگینڈ خوفزدہ ہو کر کہہ رہا تھا۔ "بیگم خدارا ان کتوں سے ہمارا پیچھا چھڑاؤ۔ اگر چوکیدار نہ آجاتا تو انہوں نے تو ہمیں پھاڑ ہی ڈالا ہوتا"۔

ٹارٹیلارڈ کے چہرے پر مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ وہ کہہ رہا تھا "میرے کوٹ کی تو دھجیاں ہی اُڑا دیں"۔

چوکیدار نے آکر کہا۔ "ڈرو نہیں۔ کتے باندھ دیئے گئے ہیں"۔

یہ سُن کر برگینڈ اور ٹارٹیلارڈ کی جان میں جان آئی۔ غصے اور خوف کی وجہ سے برگینڈ کے خط و خال ایسے بھیانک اور ہیبت ناک ہو گئے تھے۔ کہ جوں ہی خادم کے خادموں اور خادماؤں نے روشنی میں اُس کی صورت دیکھی۔ تھوڑی دیر کے لئے دم بخود رہ گئے۔ اُن کی یہ حیرانی و پریشانی دیکھ کر ٹارٹیلارڈ دل ہی دل میں مزے لینے اور اپنے ساتھی کے دہشت ناک چہرے پر ناز کرنے لگا۔

آخر باورچی خانے کے مہتمم نے برگینڈ سے کہا۔ "بھائی آگ کے قریب آجاؤ۔ تھوڑی دیر آگ سینکو۔ ہاتھ پاؤں گرم ہو جائیں۔ پھر کھانا کھا لینا۔ میاں لڑکے اپنے باپ کو آگ کے پاس لے آؤ"۔

ٹارٹیلارڈ نے جواب دیا۔ "خدا حضور کو جزائے خیر دے۔ ابّا۔ میرا ہاتھ پکڑ لو"۔

عین اس موقع پر باہر ایک کتے نے بڑی ہیبت ناک آواز نکالی۔ برگینڈ نے اپنے دل میں کہا۔ "غارت ہو ملعون۔ جب میں نے گھوڑوں کے سوداگر کو قتل کیا تھا

تو یہی کپڑے پہن رکھے تھے۔ شاید تو نے ان کپڑوں سے خون کی بو سونگھ لی ہے۔" یہ کہتے کہتے اُس کے جسم پر کپکپی طاری ہو گئی +

دسترخوان چنا گیا۔ سب ملازم کھانا کھانے بیٹھ گئے۔ ایک طرف بریگینڈ اور ٹارٹیلارڈ کو بٹھایا گیا۔ ٹارٹیلارڈ جس شوق اور محبت سے بریگینڈ کے لئے ڈبل روٹی کے ٹکڑے کاٹتا اور اُنہیں شوربے میں بھگو بھگو کر اُسے دیتا تھا۔ اس سے سب لوگوں کو اُس سے ہمدردی پیدا ہو گئی تھی۔ جب تک بریگینڈ سیر ہو کر کھانا نہ کھا چکا۔ ٹارٹیلارڈ نے ایک لقمہ بھی مُنہ میں نہ ڈالا۔ جب اُسے کھلا چکا۔ تو خود کھانے بیٹھا۔ جب سب لوگ کھانے سے فراغت پا چکے۔ تو بریگینڈ اور ٹارٹیلارڈ کو باورچی خانے کے قریب ایک کوٹھری میں پہنچا دیا۔ جہاں میڈم جارجس کے حکم کے مطابق اُن کے لئے اُجلے بستر مہیا کئے گئے تھے +

اگلے روز غروب آفتاب کے وقت فلورڈی میری حسب معمول گرجا کی طرف جا رہی تھی کہ سڑک سے کچھ فاصلے پر اُسے ایک چھوٹا سا لڑکا ایک گھاٹی پر چڑھتا ہوا نظر آیا۔ اُس کے سر پر نیلے رنگ کی ٹوپی تھی۔ اور کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ زار زار رو رہا تھا۔ میری کو دیکھتے ہی لنگڑاتا ہوا اُس کے پاس آیا۔ اور ہاتھ جوڑ کر بڑی مسکینی سے کہنے لگا۔ "آہ۔ بیگم صاحبہ۔ مجھ پر ترس کھاؤ۔ میری بوڑھی دادی میری اُنگلی پکڑے گھاٹی پر سے اُتر رہی تھی۔ کہ پاؤں پھسل گیا۔ اور گھاٹی پر سے لڑھکتے لڑھکتے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔ آہ۔ مجھ میں اتنی طاقت نہیں۔ کہ اُسے گھاٹی پر چڑھا سکوں۔ حضور ہم بے کسوں پر رحم کھائیے۔ اور میری مدد کیجئے۔ آہ۔ اُس کی حالت بہت نازک ہے۔ کچھ عجب نہیں کہ اس وقت وہ دم توڑ رہی ہو" +

اس چھوٹے سے لنگڑے لڑکے نے جو ٹارٹیلارڈ کے سوا اَور کون ہو سکتا تھا

یہ باتیں کچھ ایسے دردناک لہجہ میں کہیں۔کہ بے اختیار میری کا دل بھر آیا۔ اور وہ جلد جلد قدم اُٹھاتی ہوئی اُس کے ساتھ چل دی۔ گھاٹی سے اُترتے وقت ٹارٹیلارڈ نے چلّا کر کہا۔ "دادی گھبراؤ نہیں۔ میں آرہا ہوں۔ آرہا ہوں"۔

ٹارٹیلارڈ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے۔ کہ یک لخت شویت پیچھے سے آکر میری پر جھپٹی۔ ایک ہاتھ سے اُس کا گلا پکڑ لیا۔ اور دوسرا ہاتھ اُس کے منہ پر رکھ دیا۔ تاکہ آواز نہ نکال سکے۔ ٹارٹیلارڈ اُس کی ٹانگوں سے لپٹ گیا۔ تاکہ وہ بھاگ نہ سکے۔ اتنے میں بریگینڈ بھی ٹہلتا ٹہلتا ان کے قریب آگیا۔ شویت نے اپنی کامیابی پر خوش ہو کر کہا۔ "دیکھو پیگوریت۔ میں نے نہ کہا تھا۔ کہ تو میرے چنگل سے نکل کر کہیں نہیں جا سکتی۔ قسمت ہی نے تجھے مجھ سے وابستہ کر دیا ہو۔ تو تو کیسے مجھ سے جدا ہو سکتی ہے۔ اس دفعہ میں تیزاب کی شیشی ساتھ لائی ہوں۔ میں اس کے ساتھ تیرا یہ حسن غارت کر دوں گی۔ جس پر تجھے اتنا ناز ہے۔ اور ایسا ہیبت ناک بنا دوں گی۔ کہ حبشی بھی تیری صورت دیکھنے کا روادار نہ ہوگا"۔ اس کے بعد وہ بریگینڈ کی طرف متوجہ ہو کر بولی۔ "لو اسے تھام لو۔ ہوشیار رہنا۔ کہیں کاٹ نہ کھائے"۔

بریگینڈ کے مضبوط ہاتھوں کی گرفت نے میری کو جکڑ لیا۔ اور شویت نے کمال پھرتی سے اُس کے سر پر چادر ڈال کر اُسے یوں گٹھڑی کی طرح باندھ لیا۔ کہ نہ تو وہ ہل جُل سکے۔ نہ مدد کے لئے آواز نکال سکے۔ اس کام سے فارغ ہو کر شویت نے کہا۔ "اسے اُٹھا لو۔ اس کا اتنا بوجھ تو نہ ہوگا۔ جتنا اُس حبشن کا تھا۔ جسے ہم نے سینٹ ماٹن کی نہر میں غرق کیا تھا۔ ہے نا؟ ایں۔ تم تو کانپ رہے ہو۔ خیر تو ہے؟"

"کچھ نہیں۔ بس اب چل دو"۔

تھوڑی ہی دیر بعد فلورڈی میری کو ایک گاڑی میں ڈال دیا گیا۔ اور برگینیڈ۔ شویت۔ اور ٹارٹیلارڈ تینوں کامیابی وکامرانی کے نشے میں چور گاڑی میں سوار ہو گئے۔ گاڑی بڑی تیزی کے ساتھ سینٹ ڈینس کے میدان کی طرف چل دی جہاں ٹام اُن کا منتظر تھا +

Taj Tahir Foundation

سولھواں باب

کلیمنس داہارویل

کوئی بڑھیا روڈلف کو ایک رقعہ دے گئی تھی۔ جسے وہ کئی بار دلچسپی سے پڑھ چکا تھا۔ اس میں صرف چند سطریں درج تھیں :-

"مائی لارڈ۔ آج آپ نے مجھے ذلت اور بربادی سے بال بال بچا لیا۔ آپ کا یہ احسان ساری عمر میری گردن پر رہے گا۔ آج شام کو غریب خانہ پر تشریف لائیں۔ تو مجھ پر بڑا کرم ہو۔ میں ایک ضروری امر کے متعلق چند باتیں آپ کے گوشگذار کرنا چاہتی ہوں۔ اس رقعہ کا جواب لکھنے کی تکلیف نہ کریں۔ آپ جس وقت بھی تشریف لائیں گے۔ مجھے گھر پر ہی پائیں گے"۔

کلیمنس داہارویل

روڈلف اپنی اس کارگزاری پر جس کی بدولت میڈم داہارویل رسوا ہوتے ہوتے بچ گئی تھی۔ دل ہی دل میں بے حد مسرور تھا۔ مگر وہ اُس سے ملاقات کرتے ہوئے ہچکچاتا تھا۔ اس نوجوان عورت کے حسن و جمال کے سامنے اُسے اپنے جذبات پر قابو نہ رہتا تھا۔ اور وہ اپنے کسی دوست کی بیوی کو بُری نظر سے دیکھنا پرلے درجہ کی کمینگی اور پاجی پن سمجھتا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ وہ اُس کی ملاقات

سے ہمیشہ احتراز کیا کرتا تھا۔ مگر اب صورت حالات ایسی پیدا ہو گئی تھی۔ کہ اُس سے ملے بغیر چارہ نہ تھا +

کلیمنس اُس کے انتظار میں بڑے مضطربانہ انداز میں ایک آرام کرسی پر بیٹھی تھی۔ سیاہ مخملی لباس زیب تن تھا۔ اور بال بڑی سادگی سے آراستہ تھے۔ تھوڑی دیر بعد اُس کی چار سالہ بچی کلیئر جس کے ننھے سے چہرے پر زردی چھائی تھی۔ اپنی معلمہ کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئی۔ اور آتے ہی ماں سے لپٹ گئی۔ کلیمنس نے اُس کی پیشانی اور رخساروں پر بوسوں کا تار باندھ دیا۔ اتنے میں خادم نے جیرِ لسٹین کے گرینڈ ڈیوک ہز ہائی نس رودلف گبٹسوے کی آمد کا اعلان کیا کلیمنس نے کلیئر کو اپنی گود سے اُتار دیا۔ اور شہزادے کے استقبال کو کھڑی ہو گئی۔ اُس کے رخسار تمتما اُٹھے تھے +

رودلف نے ملاقات کے کمرے میں داخل ہو کر میڈم وہارویل کو سلام کیا پھر کلیئر کو دیکھ کر نہایت شفقت کے ساتھ اُس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ اور کلیمنس سے کہا "اس کی صحت پہلے سے بہتر نظر آتی ہے" +

"ہاں۔ پہلے سے کسی قدر افاقہ ہے + لیکن مرض ابھی دور نہیں ہوا" +

جب کلیئر اپنی معلمہ کے ہمراہ کمرے سے نکل گئی۔ اور رودلف اور میڈم وہارویل تنہا رہ گئے۔ تو رودلف نے کہا۔ "میڈم شاید آپ کو معلوم نہ ہو۔ کہ آپ کو رسوا کرنے کے لئے ایک نہایت شرمناک سازش کی گئی تھی + لیکن خوش قسمتی سے عین وقت پر مجھے اس سازش کا حال معلوم ہو گیا۔ اور میں موقع پر پہنچ کر آپ کو اس سے آگاہ کرنے میں کامیاب ہو گیا" +

اس کے بعد رودلف نے کونٹس سارہ ایم گریگیر اور اُس کے بھائی ٹام کی اُس گفتگو کا ذکر کیا جو اُس نے گذشتہ شب رودا پلومے کے ہوٹل کے باغ میں اتفاقیہ

طور پر سُن لی تھی + کلیمنس کو جب اصل کیفیت معلوم ہوئی۔ تو اُس کی حیرانی کی انتہا نہ رہی۔ اُسے اپنی سہیلی سارہ سے اس قسم کے سلوک کی اُمید نہ تھی، اب اُس پر چارلس رابرٹ کی حیثیت بھی واضح ہو گئی جس کے بناوٹی آلام و مصائب سے اپنی فطری نیک دلی کی وجہ سے متاثر ہو کر وہ اُس کی دل دہی کرنے پر مجبور ہو گئی تھی +

کچھ دیر تک اُس پر سکتہ کی سی کیفیت طاری رہی۔ اس کے بعد بولی۔ "مائی لارڈ۔ میں نے آپ کو اس لئے آنے کی تکلیف دی ہے۔ کہ میں آپ کو اپنی زندگی کا ایک راز بتانا چاہتی ہوں۔ جو میں نے اب تک کسی سے نہیں کہا۔ اسے بیان کر کے میں اپنے آپ کو حق بجانب تو ثابت نہیں کر سکتی۔ لیکن اس سے شاید میرا جرم آپ کی نظروں میں کم ہو جائے + مجھے اپنے شوہر دا ہارویل سے کبھی بھی محبت نہیں ہوئی۔ البتہ اس سے دلچسپی ضرور تھی۔ ہاں اگر ہماری شادی کی پہلی رات ایک خاص واقعہ ظہور پذیر نہ ہو جاتا۔ تو شاید میرے دل میں اُس کی محبت پیدا ہو جاتی، شادی کی پہلی رات کو میرا شوہر میرے کمرے میں آیا۔ پہلے تو وہ مجھ سے بہت پیار محبت کی باتیں کرتا رہا۔ لیکن اس کے بعد یکایک اُس کے سر پر نہ معلوم کیا جنون سوار ہوا۔ کہ اُس نے ایک نہایت ہولناک چیخ ماری پھر اپنے ہاتھوں میں میری کلائی کو مضبوطی سے پکڑ کر مروڑنا شروع کر دیا۔ میں درد و کرب سے چلا اُٹھی۔ اور اُس کے چنگل سے نکلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارنے لگی۔ اُس کی منت سماجت بھی کی۔ مگر اُس پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور اُس نے اپنی گرفت ڈھیلی نہ کی۔ اُس کے چہرے کی رگیں اُبھر آئی تھیں۔ آنکھوں کی پُتلیاں بڑی تیزی سے حلقوں میں گردش کر رہی تھیں۔ مُنہ سے خون آلود جھاگ اُڑ رہا تھا + اُس کی یہ کیفیت دیکھ کر میں بے ہوش ہو گئی۔ آہ! مائی لارڈ میری سُہاگ کی رات یوں

بسر ہوئی تھی"+

روڈلف نے متاثر ہوکر کہا۔ "کم نصیب عورت! تمہارے شوہر کو مرگی کا دورہ پڑتا ہے+"

"ستم یہ ہے۔ کہ یہی ہولناک مرض میری ننھی معصوم بچی کو ورثہ میں ملا ہے"+

روڈلف اپنے دل میں کہہ رہا تھا۔ "فرض نے مجھے اس عورت کی موانست سے جسے میں دل سے چاہتا تھا۔ ہمیشہ دور رکھا۔ یہ عورت یا تو تشنگیٔ محبت کے باعث۔ یا ایک بے وقوف شخص کی ہمدردی۔ دل دہی کے خیال سے جسے وہ بیحد آزردہ خاطر سمجھتی تھی۔ اپنے تئیں رسوا و برباد کر دینے والی تھی۔ اگر میں اس کی دلداری اور اس سے احتراز نہ کرتا۔ تو وہ کبھی اس قسم کا خطرناک اقدام نہ کرتی"+

کلیمنس نے سسکیاں لیتے ہوئے کہا۔ "میرے شوہر نے محض اپنی خودغرضی کے لئے دو زندگیوں کو تباہ کر دیا۔ آہ! جب مجھے اپنی بیٹی کی بدبختی کا خیال آتا ہے کہ اُس کی ساری عمر کنج تنہائی میں روتے روتے گذر جائے گی۔ اور وہ شوہر کا منہ نہ دیکھ سکیگی۔ تو میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتا ہے۔ آہ! کتنی راتیں۔ کتنے دن میں نے اسی فکر میں روتے روتے گزار دئے ہیں"+

"لیکن میڈم آپ کے شوہر کی حالت بھی کچھ کم قابلِ رحم نہیں ہے۔ کیا دنیا میں اُس سے بڑھ کر کوئی بدبخت انسان ہو سکتا ہے۔ یہ سچ ہے۔ کہ اُس نے آپ کو بے حد دکھ پہنچایا ہے۔ لیکن اُسے اس کی پوری سزا مل چکی ہے۔ وہ آپ پر دل و جان سے فدا ہے۔ لیکن اُسے آپ کی جانب سے محبت کیا ہمدردی کی بھی توقع نہیں پھر اپنی مریض بچی کے خیال سے اُسے جو ذہنی کوفت ہوتی رہتی ہے اُس کا اندازہ کرنا محال ہے۔ یہی نہیں۔ رشک و حسد کی آگ بھی اُس کے تن بدن کو ہمیشہ جلائے رکھتی ہے"+

"لیکن اس میں میرا کیا قصور ہے؟"

"آپ اُسے رشک کا موقعہ ہی نہ دیں"۔

"لیکن اگر میں اپنے دل میں کسی کی محبّت کو جگہ نہ دوں۔ تو اس سے اُسے کیا فائدہ ہوگا؟ کیا اس طرح میں اُس سے محبّت کرنے لگ جاؤں گی؟ وہ خوب جانتا ہے۔ کہ یہ ناممکن ہے۔ اُس رات کے خوفناک واقعہ کے بعد جو میں نے ابھی آپ کو سُنایا ہے۔ ہم علیحدہ علیحدہ رہتے ہیں۔ لیکن دنیا کی نظروں میں میرے دل میں اُس کی ویسی ہی قدر و منزلت ہے۔ جیسی کہ ایک مارکوئیس کی بیوی کو اپنے شوہر کی ہونی چاہیئے۔ اور میں نے آپ کے سوا اس خوفناک راز کا ایک لفظ بھی کسی سے نہیں کہا"۔

"میں آپ کو اپنے شوہر سے محبت کرنے پر مجبور نہیں کرتا۔ لیکن آپ کو اپنا دل بہلانے اور دائمی مسرّت و تسکین قلب حاصل کرنے کا ایک طریق بتاتا ہوں۔ جس پر میں اب تک کاربند ہوں۔ وہ طریق غریبوں۔ بے کسوں اور قسمت کے مارے ہوؤں کی دستگیری کرنا اور اُنہیں راحت پہنچانا ہے۔ اس امر میں آپ میری شریک کار بن جائیں۔ اور مجھے اُمید ہے کہ ان نیکی کے کاموں میں آپ افسانوں سے بھی بڑھ کر دل کشی پائیں گی"۔

کلیمنس نے خوش ہو کر کہا۔ "مجھے آپ کی یہ تجویز دل و جان سے منظور ہے اور میں اس کی ابتدا کل ہی مورل کے گھر سے کروں گی۔ افسوس ہے۔ کہ آپ نے اُن کی امداد کے لئے جو تھیلی مجھے دی تھی۔ میری گھبراہٹ اور پریشانی دیکھ کر ایک چھوٹا سا لنگڑا لڑکا میرے ہاتھ سے چھین کر لے گیا۔ اور میں اُس غریب شخص کی کچھ مدد نہ کر سکی"۔

رودُلف نے جلدی سے۔ "میڈم میری آپ سے درخواست ہے۔ کہ

آپ اُس گھر میں دوبارہ قدم نہ رکھیں۔ مورل کا معاملہ آپ مجھ پر چھوڑ دیں۔ اور مطمئن رہیں۔ کہ اُنہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ کیونکہ میں اُسی مکان میں رہتا ہوں۔"

"ایں۔ آپ وہاں رہتے ہیں؟"

ہاں میں نے۔ ہاں ڈیڑھ سَو فرینک سالانہ پر ایک کمرا لے رکھا ہے۔ وہ لوگ مجھے ایک سوداگر کا کلرک سمجھتے ہیں۔ جس کی سالانہ آمدنی اٹھارہ سو فرینک سالانہ ہے۔"

"لیکن اب میرے ذمہ کیا کام ہے؟"

"میں تھوڑے دنوں میں آپ سے پھر ملنے آؤں گا۔ اور اُس وقت بتاؤنگا کہ میں آپ سے کیا کام لینا چاہتا ہوں۔ اب آپ سے صرف اس قدر کہنا چاہتا ہوں۔ کہ اس کام میں میری شریک بننے کے لئے۔ آپ کو میری طرح کوئی نہ کوئی بھیس بدلنا ہوگا۔"

"کون سا بھیس؟"

"اس کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اس کا انتخاب آپ ہی پر چھوڑتا ہوں۔"

Taj Tabir Foundation

سترھواں باب

ایک مفلس جوہری اور اُس کے یتیم بچّے

ایک شکستہ حال اور گندے غلیظ کمرے میں ایک موم بتّی ٹمٹما رہی تھی جس کی دُھندلی روشنی اُس کمرے کے رہنے والوں کی انتہائی غربت اور ناداری کا حسرتناک منظر پیش کر رہی تھی۔ ایک چھوٹی سی ٹوٹی پھوٹی میز کے پاس پرمورل جوہری بے سُدھ بیٹھا تھا۔ میز پر نگینوں کو صاف کرنے اور تراشنے کے اوزار بکھرے پڑے تھے۔ رات بھر جاگنے اور کام کرتے رہنے کی وجہ سے تکان اور کم خوابی نے اُسے نڈھال کر دیا تھا۔ اور اب صبح کے قریب کام کرتے کرتے بے اختیار اُس کی آنکھ لگ گئی تھی۔ اس کمرے میں اس بلا کی سردی تھی۔ کہ نیند میں بھی اُس کا جسم کانپ اُٹھتا تھا۔ اس چھوٹے سے کمرے میں مورل کے علاوہ سات جانیں اور بھی بستی تھیں۔ پانچ مورل کے بچّے۔ جن میں چھوٹے کی عمر چار برس اور بڑے کی بارہ برس تھی۔ چھٹی مورل کی بیمار اور نحیف بیوی میڈلین مورل۔ ساتویں مڈلین کی بڑھیا ماں جو دیوانی تھی۔ اس وقت مورل کے سوا گھر کے سب لوگ جاگ رہے تھے۔ کیونکہ بھوک۔ ٹھنڈ اور بیماری کے مارے ان کی آنکھوں سے نیند اُڑ گئی تھی۔

یکایک دیوانی بڑھیا اپنے بستر پر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ لمبی پتلی اور زرد باہوں سے

اپنے سینے کو ڈھک لیا۔ اور موم بتی کی لَو کی طرف دیکھتی ہوئی چپکے سے اُٹھی۔ پھونک پھونک کر قدم رکھتی ہوئی اس میز کی طرف بڑھی جس پر موم بتی رکھی تھی + اُس کے لبشرے سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ گویا وہ کسی شرارت پر آمادہ ہے + جب میز کے پاس پہنچی۔ تو اپنے لرزتے ہوئے ہاتھ موم بتی کی لَو کے قریب لے گئی۔ اُس کے ہاتھ سوکھ کر ایسے پتلے ہو گئے تھے۔ کہ ان میں سے موم بتی کی روشنی صاف جھلکتی ہوئی نظر آتی تھی + میڈلین بستر پر پڑے پڑے اُس کی ایک ایک حرکت دیکھ رہی تھی۔ بڑھیا کچھ دیر تک موم بتی کی لَو سے اپنے ہاتھ سینکتی رہی۔ اس کے بعد اُس کی نظر میز پر پڑے ہوئے اوزاروں اور قیمتی نگینوں پر پڑی۔ اور وہ اُنہیں ایسی تعجب انگیز نظروں سے دیکھنے لگی۔ کہ اُسے موم بتی کا خیال بھی نہ رہا اور اُس کا ہاتھ جل گیا۔ اور وہ یکبارگی بلبلا اُٹھی +

بڑھیا کی چیخ سُن کر مورل چونک اُٹھا۔ اُس کی عمر چالیس برس کے لگ بھگ تھی۔ مگر غموں اور فکروں نے اُس کے چہرے پر قبل از وقت جھرّیاں ڈال دی تھیں۔ مہینوں کی بڑھی ہوئی ڈاڑھی نے اُس کے چہرے کے نچلے حصّے کو بالکل چھپا رکھا تھا۔ چہرے پر چیچک کے داغ تھے۔ رات رات بھر جاگتے رہنے کے باعث اُس کی آنکھیں ہر وقت سرخ رہتی تھیں +

بڑھیا کو میز کے پاس کھڑے دیکھ کر مورل نے پوچھا "ماں کیا بات ہے؟" پھر اس خیال سے کہ اُس کی بیوی اور بچّوں کی نیندیں خلل نہ پڑے وہ آہستہ سے بولا "ماں۔ غُل نہ مچاؤ۔ میڈلین اور بچّے سو رہے ہیں" +

میڈلین نے چلا کر کہا "یہ ہنٹر کے بغیر قابو میں نہیں آنے کی" +

مورل نے پگلی کو جواب اُسے کاٹنے کے لئے جد و جہد کر رہی تھی۔ ایک ہاتھ سے تھامے رکھا۔ اور ادبی آواز میں کہا "ابھی جا کر بستر پر پڑ رہو۔ ورنہ ہنٹر نکالتا

ہوں"۔

لیکن بڑھیا پر ان دھمکیوں کا کچھ اثر نہ ہوا۔ وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ تب مورل نے میز کے نیچے سے ہنٹر نکالا۔ اور بڑی تندی کے ساتھ اُسے ہوا میں ہلایا۔ پھر بڑھیا کو دکھا کر بولا "دیتی جاتی ہو یا نہیں"۔

اس پر بڑھیا دانت پیستی اور بڑبڑاتی ہوئی اپنے بستر کی طرف چل دی۔ عین اس موقع پر باہر کسی نے دروازے پر زور سے دستک دی۔ جوہری نے بڑی حیرانی کے ساتھ دروازہ کھولا۔ دو شخص کمرے میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک بلند قامت لیکن دُبلا پتلا تھا۔ مونچھیں گھنی اور سیاہ تھیں۔ جن میں کوئی کوئی سفید بال بھی نظر آتا تھا۔ ہاتھ میں چھڑی تھام رکھی تھی۔ اُس کا نام میلی کورن تھا۔ دوسرا شخص پستہ قد تھا۔ اس نے بھڑکیلا لباس پہن رکھا تھا۔ اُس کا نام بوردین تھا۔

جوہری نے پوچھا "کہئے کیسے آنا ہوا؟"

بوردین نے پوچھا "جیروم مورل جوہری تمہیں ہو؟"

"ہاں میں ہی ہوں"۔

میڈلین نے چلّا کر کہا "دیکھنا کہیں چوری کے ارادے سے نہ آئے ہوں۔ اپنے نگینوں کو سمجھا لو"۔

انہیں قریب آتے دیکھ کر مورل لپک کر میز کے پاس گیا اور اپنے ہاتھوں سے نگینوں کو چھپا لیا۔ براس روگ کا بیٹا ٹارٹیلارڈ دروازے میں کھڑا یہ سب ماجرہ دیکھ رہا تھا۔ اپنے دل میں کہنے لگا "لوگوں میں مشہور ہے۔ کہ مورل کے پاس صرف جھوٹے نگینوں کا کام آتا ہے۔ لیکن اگر یہ جھوٹے ہوتے۔ تو اسے ان کے چوری ہو جانے کا اتنا فکر کیوں ہوتا۔ میں آج ہی جا کے شوئیت کو اس کی اطلاع دونگا"۔

میلی کورن نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا۔ جس پر عدالت کی مُہر ثبت

تھی۔ اور مورل کو دکھا کر کہنے لگا "ہم سرکاری افسر ہیں۔ اور یہ تمہاری گرفتاری کا وارنٹ ہے، سمجھے؟"

وارنٹ میں لکھا تھا۔ کہ "عدالت مدعی مسیکوے لرمنیڈ کے حق میں فیصلہ کرتے ہوئے مدعا علیہ جیروم مورل کو مجبور کرتی ہے کہ وہ مبلغ تیرہ سو فرینک مع سود و اخراجات مقدمہ مدعی کو ادا کرے۔ عدم ادائیگی کی صورت میں جیروم مورل کی گرفتاری کا وارنٹ جاری کیا جاتا ہے۔ مجریہ ۱۳ ستمبر ۱۸۳۸ء"

مورل نے بڑی بے تابی کے ساتھ چلا کر کہا۔ "آہ۔ میری لوئیسہ کیا وہ وکیل کے ہاں سے چلی آئی ہے؟ میری لوئیسہ نہ جانے تیرا کیا حشر ہوا! آہ میری گرفتاری کے بعد میرے بیوی بچوں کا کون پرسان حال ہوگا؟ کیا وکیل ہم سب کی جان لینے کا خواہاں ہے؟"

میڈلین نے بچوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ "میرے بچو۔ ان دونوں صاحبوں کے پاؤں پڑو۔ ان کی منت کرو۔ کہ یہ تمہارے باپ کو گرفتار نہ کریں"

بچوں نے چیخوں سے سارا گھر سر پر اٹھا رکھا تھا۔ انہیں اپنی جگہ سے سرکنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ دیوانی بڑھیا نے اس غیر معمولی شور و غل پر اور ان سرکاری افسروں کی ناآشنا صورتیں دیکھ کر کسی وحشی درندے کی طرح غرّانا شروع کر دیا تھا۔ دونوں افسر اس نظارے کی تاب نہ لا کر مورل سے کہنے لگے۔ "رونا دھونا ہو چکا۔ بس اب اٹھ بیٹھو۔ ورنہ ——"

فقرا ختم نہ ہونے پایا تھا۔ کہ سیڑھیوں میں سے آواز آئی۔ "ابا جان۔ ابا جان!"

جوہری نے اپنے ہاتھ پھیلاتے ہوئے بڑے رقت آمیز لہجہ میں کہا۔ "لوئیسہ۔ آ۔ جلدی سے اپنے باپ سے گلے مل لے۔ پھر نہ معلوم تیری صورت

دیکھئی نصیب ہو گی یا نہیں ؟"

دوسرے لمحہ میں لوئیسہ اپنے باپ کے آغوش میں تھی۔ مورل نے فرطِ محبت سے روتے ہوئے پوچھا۔ "بیٹی تیرا چہرہ زرد کیوں ہے ؟"

"کوئی بات نہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ آپ ہم سے جُدا نہ ہوں گے۔ یہ لیجئے روپیہ !"

"ایں لوئیسہ۔ تم اتنی بڑی رقم کہاں سے لے آئیں ؟"

"آپ کو سب معلوم ہو جائے گا۔ چلئے اماں کو تسلی دیجئے ۔"

میلی کورن نے تیرہ سو فرینک کے طلائی سکے اپنی جیب میں ڈالتے ہوئے لوئیسہ سے پوچھا۔ "لڑکی تیرے پاس بس یہی کچھ ہے ؟"

"اب اور آپ کو کیا چاہئے ؟ تیرہ سو فرینک ہی تو ابا جان کے ذمہ تھے ؟"

"لیکن اس رقم کے سود اور مقدمے کے اخراجات کے گیارہ سو چالیس فرینک بھول ہی گئیں۔ جب تک تمام رقم ادا نہ کر دو۔ تمہارا باپ چھوٹ نہیں سکتا۔ چل بھیا مورل آٹھ کھڑا ہو ۔"

باپ بیٹی بڑی حسرت کے ساتھ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔ عین اس موقع پر روڈلف اس کمرے کے دروازے پر نمودار ہوا۔ اُس کے چہرے کا رنگ زرد تھا۔ اور وہ اس ناداری اور غربت کے نظارے سے بے حد متاثر معلوم ہوتا تھا۔ دونوں سرکاری افسر اُس کے یک لخت آجانے پر جھجک کر پیچھے ہٹ گئے۔ اور مورل اور اُس کی بیٹی حیرت سے اُس کا منہ تکنے لگے ۔

روڈلف نے اپنی جیب سے نوٹوں کا ایک بنڈل نکالا۔ اور اُس میں

سے تین نوٹ نکال کر میلی کورن کے حوالے کئے۔ اور کہا۔ "یہ پچیس سو فرینک کے نوٹ ہیں۔ اس لڑکی نے جو طلائی سکّے تمہیں دئے ہیں۔ وہ اسے واپس کردو"۔

میلی کورن نے نہایت حیرت و استعجاب کے ساتھ نوٹ لے لئے۔ دو تین بار انہیں اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔ پھر کچھ پس و پیش کے بعد انہیں اپنی جیب میں ڈال لیا۔ تب اُس نے ایک نظر روڈلف کے سراپا پر ڈالی۔ جو اس وقت بہت سادہ لباس پہنے تھا۔ بولا۔ "کیوں صاحب یہ نوٹ کہاں سے اُڑائے؟"

روڈلف نے تند و تیز لہجہ میں کہا۔ "سُنا نہیں! میں نے کہا ہے۔ کہ اس لڑکی کی رقم اس کے حوالے کردو۔ اور یہاں سے چلے جاؤ"۔

میلی کورن نے روڈلف کی جانب بڑھتے ہوئے بڑے تحکمانہ انداز میں کہا۔ "چکھاؤں اس گستاخی کا مزا؟"

اس پر روڈلف نے افسر کی کلائی پکڑ لی۔ اور اُسے اس زور سے بھینچا۔ کہ اُس کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ تب روڈلف بولا۔ "لڑکی کا روپیہ اس کے حوالے کردو۔ اور یہاں سے دور ہو جاؤ"۔

میلی کورن نے اپنے ساتھی کی طرف قہر کی نظروں سے دیکھا۔ گویا کہہ رہا تھا تم چپ کیوں کھڑے ہو؟ مداخلت کیوں نہیں کرتے؟ مگر بورڈین نے نظریں نیچی کرلیں۔ وہ اس اجنبی نوجوان کی آہنی گرفت دیکھ کر اُس کی بے اندازہ قوت سے خائف ہو گیا تھا۔ تب میلی کورن نے بڑبڑاتے ہوئے ہاتھ جیب میں ڈالا۔ اور لوئیسہ کے طلائی سکّے اُسے لوٹا دیئے۔ اس کے بعد وہ روڈلف کو غضب آلود نگاہوں سے تکتا ہوا اپنے ساتھی کے ساتھ رخصت ہو گیا۔

مورل روڈلف کے قدموں میں گر پڑا۔ بولا۔ "آہ۔ صاحب۔ آپ نے ہم سب کی جانیں بچالیں۔ اتنی بڑی امداد کے لئے ہم کس کے شکر گذار ہوں؟"

"خدا کے۔ جو ایماندار لوگوں پر رحم کرتا اور مصیبت کے وقت ان کو امداد بھیجتا ہے"۔

اس طرح یک لخت آفت کے ٹل جانے سے اب یہ گھرانا بے حد مسرور نظر آنے لگا۔ بھوک۔ بیماری۔ سردی۔ دوسری مصیبتیں جو انہیں گھیرے ہوئے تھیں۔ تھوڑی دیر کے لئے ان کے دماغ سے بالکل محو ہو گئیں۔ اور اُن کا رُواں رُواں روڈلف کو دعائیں دینے لگا۔ اب روڈلف نے غور سے لوئیسہ کی صورت دیکھی۔ وہ بے حد حسین لڑکی تھی۔ اور بانکپن میں کسی یونانی دیبی سے کم نہ تھی۔ مگر اس وقت اُس کے چہرے پر انتہا درجہ کی زردی چھائی تھی۔ جسے باپ کے رہا ہو جانے کی مسرت بھی زائل نہ کر سکی تھی۔

روڈلف نے مورل سے کہا۔ "تمہیں یاد ہے۔ پرسوں دن کے وقت ایک نوجوان خاتون تمہیں دیکھنے آئی تھی؟"

"ہاں۔ اور وہ ہمیں دیکھ کر بہت آزردہ معلوم ہوتی تھی"۔

"تو بس خدا کے بعد اگر کوئی تمہارے شکریہ کا مستحق ہے۔ تو وہی خاتون ہے میں نہیں ہوں"۔

"کیا یہ ممکن ہے؟ ہمیں کم از کم اُن کا نام تو بتا دیجئے۔ تاکہ ہم اپنی محسنہ کو یاد تو کر سکیں"۔

"اُن کا نام ہے میڈم داہارویل"۔

"آہ! میں یہ نام کبھی نہ بھولوں گا۔ ان نیک خاتون کی صورت ہمیشہ میرے دل میں بسی رہے گی۔ اور میں اس مورتی کی پرستش کیا کروں گا۔ آج ان

کی بدولت میری بیوی اور میرے بچّے زندہ بچ گئے "۔

"اچھا۔ اب میں اس فرینڈ کے متعلق تم سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں"۔

"وہی نا۔ جو رودا سانیتر میں رہتا ہے"؟ یہ کہتے کہتے مورل کے چہرے پر زردی چھا گئی۔ اور اپنی بیٹی کی طرف سے اُس کے اندیشے اور خطرے پھر تازہ ہو گئے۔ بے اختیار ہو کر چلّا اُٹھا۔ "آہ میری بیٹی۔ میری لوئیسہ۔ کون جانے۔ میری بچّی ——————"

وہ بات ختم نہ کر سکا۔ دونوں ہاتھوں سے چہرہ چھپا لیا۔

روڈلف اُس کے اندیشوں کو بھانپ گیا۔ بولا۔ "اب اس وکیل کے ہتھکنڈوں سے تمہیں ہوشیار رہنا چاہیئے۔ اس میں شک نہیں کہ تمہیں گرفتار کرانے میں اُس کا مقصد صرف یہ تھا۔ کہ وہ تمہاری بیٹی سے انتقام لینا چاہتا تھا۔ علاوہ ازیں میں اُسے بعض وجوہ کی بنا پر بددیانت بھی سمجھتا ہوں۔ اور وہ دن دور نہیں۔ جب وہ اپنے کیفر کردار کو پہنچ جائے گا"۔

"لیکن وہ بے حد دولتمند اور چالاک ہے"۔

یک لخت بازار میں کچھ شور و غل سُنائی دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے لوگوں کا کوئی ہجوم ادھر کو آ رہا ہے۔ چند لمحوں کے بعد اس مکان کے نیچے پہنچ کر قدموں کی آہٹ بند ہو گئی۔ اور ایسی آواز سُنائی دی گویا بہت سی بندوقیں ایک ساتھ زمین پر ٹکا دی گئی ہیں۔

اٹھارواں باب

گرفتاری

رگولیت ہانپتی کانپتی روڈلف کے پاس آئی اور لرزتی ہوئی آواز میں بولی "مسٹر روڈلف کچھ خبر بھی ہے۔ ہمارے مکان کے نیچے پولیس کے سپاہی کھڑے ہیں۔ میرے اللہ۔ اب کیا ہوگا!"

نیچے کوئی کہہ رہا تھا "جیرم مورل نامی جوھری اسی مکان میں رہتا ہے؟"

مینڈم پیلٹ کی آواز سنائی دی۔ "ہاں سرکار رہتا ہے"۔

"مجھے اُس کے کمرے میں لے چلو"۔

سیڑھیوں میں قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ میڈم پیلٹ ایک پولیس افسر کو ساتھ لئے سیڑھیاں چڑھنے لگی۔ ابھی سیڑھیاں ختم نہ ہوئی تھیں۔ کہ انکی مڈبھیڑ روڈلف سے ہوئی۔ افسر رُک گیا۔ اور تحکمانہ لہجے میں پوچھنے لگا۔ "تم کون ہو۔ اور یہاں کیوں کھڑے ہو؟"

میڈم پیلٹ نے کہا "یہ اس مکان کی چوتھی منزل کے کرایہ دار ہیں"۔

افسر نے روڈلف کی شریفانہ وضع قطع دیکھ کر اپنا لہجہ بدل دیا۔ اور ملائمت سے کہا۔ "صاحب۔ معاف کیجئے گا۔ مجھے معلوم نہ تھا۔ کہ آپ اسی مکان میں

رہتے ہیں"۔

روڈلف نے بڑے افسردہ لہجہ میں کہا۔"جس آفت زدہ اور بدنصیب شخص کی گرفتاری ——— "

"لیکن میں جیروم مورل کو نہیں۔ اُس کی بیٹی لوئیسہ مورل کو گرفتار کرنے آیا ہوں"۔

روڈلف کا خیال فوراً لوئیسہ کے طلائی سکّوں کی طرف گیا۔ اور اُس نے پوچھا۔"اُس کا کیا جرم ہے؟"

"بچّے کا خون"

"بلاشبہ اس جرم کے ثبوت بھی تو آپ کے پاس ہوں گے؟"

"خود ہمارے پاس تو کوئی ثبوت نہیں۔ البتہ ایک نہایت معزز شخص نے جو لوئیسہ مورل کا آقا ہے۔ اُس کے اس جرم کی اطلاع دی ہے"۔

روڈلف نے حقارت سے کہا۔"جیکوے فرینڈ وکیل؟ وہ تو پرلے درجہ کا دروغ گو اور چھٹا ہُوا بدمعاش ہے"۔

"کچھ ہی ہو۔ اب تو معاملہ حکومت کے ہاتھ میں پہنچ چکا ہے۔ اور اس کی پوری پوری تحقیق کی جائے گی۔ مجھے لوئیسہ مورل کی گرفتاری کا حکم ملا ہے۔ جسے بجالانا میرا فرض ہے"۔

"میں آپ سے صرف اتنی رعایت چاہتا ہوں۔ کہ لوئیسہ کو ایک دم گرفتار نہ کیا جائے۔ اُس کے باپ کو پے در پے اتنے صدمے پہنچ چکے ہیں۔ کہ مجھے اندیشہ ہے۔ اس تازہ مصیبت سے کہیں اُس کا دماغ نہ پھر جائے۔ علاوہ ازیں اُس کی بیوی نہایت خطرناک طور پر بیمار ہے۔ اس قسم کا صدمہ اُسے ہلاک کر ڈالے گا۔ آپ یوں نہیں کر سکتے۔ کہ مورل کے ساتھ والے کمرے میں تشریف رکھیں۔

اس میں رگولیت نامی ایک خاتون رہتی ہیں۔ لیکن مجھے اُمید ہے۔ کہ اُنہیں تھوڑی دیر کے لئے اپنا کمرا آپ کے حوالے کر دینے میں عذر نہ ہوگا + اس کمرے میں لوئیسہ کو بُلا لیا جائے گا۔ وہاں اُسے گرفتار کر لیجئے گا۔ اور اگر اُس نے جانے سے پیشتر اپنے باپ سے گلے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ تو اُسے بھی وہیں بُلا لیا جائیگا"

"اگر یوں ہو سکتا ہو۔ تو مجھے کچھ عذر نہیں" +

تھوڑی دیر میں مورل اور اُس کی بیٹی رگولیت کے کمرے میں داخل ہوئے جہاں پولیس افسر اور روڈلف اُن کے منتظر بیٹھے تھے + افسر نے دروازہ بند کر دیا اور ہمدردانہ لہجہ میں مورل سے کہنے لگا۔ "مجھے تمہاری سب بپتا معلوم ہے۔ اور تمہاری شرافت اور دیانتداری سے بھی آگاہ ہوں۔ لیکن مجھے افسوس ہے۔ کہ میں ایک نہایت ناگوار فرض کی انجام دہی پر مجبور ہوں یعنی بحکم سرکار تمہاری بیٹی کو گرفتار کرتا ہوں" +

یہ سُن کر مورل کے پیروں تلے کی زمین نکل گئی۔ روڈلف کی طرح اُس کا خیال بھی فوراً لوئیسہ کے طلائی سکّوں کی طرف گیا۔ فرطِ محبت سے بے تاب ہو کر چلّا اُٹھا۔ "میری بیٹی نے ہرگز چوری نہیں کی۔ وہ معصوم ہے۔ فرشتہ ہے"

"میں تمہاری بیٹی کو چوری کے جرم میں گرفتار کرنے نہیں آیا" +

"پھر کس الزام میں گرفتار کرنے آئے ہو؟"

روڈلف نے کہا۔ "یہ معلوم کر کے تمہیں کیا فائدہ ہوگا۔ کوئی بھی الزام ہو۔ اُس کی بے گناہی ثابت کر دی جائے گی جس شخص نے تمہیں گرفتار ہونے سے بچایا ہے۔ وہ تمہاری بیٹی کو نہ بچائے گا؟ لوئیسہ سے گلے مل کر اُسے ہنسی خوشی رخصت کر دو۔ وہ بہت جلد تمہارے پاس واپس پہنچ جائے گی" +

مورل نے روڈلف کے ان الفاظ کا کچھ خیال نہ کیا۔ بولا "بیٹی باپ سے

یوں نوچی نہیں جا سکتی۔ پہلے مجھے اس کا جرم معلوم ہونا چاہیئے"۔

افسر نے لڑکھڑائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تمہاری بیٹی پر اپنے بچے کو جان سے مار ڈالنے کا الزام ہے"۔

لوئیسہ بے اختیار ہو کر اٹھ بیٹھی۔ اور چلا کر کہنے لگی :۔ "نہیں صاحب یہ سراسر جھوٹ ہے۔ میں قسم کھا کر کہتی ہوں۔ کہ وہ مر چکا تھا۔ سردی سے ٹھٹھر گیا تھا۔ میں ہوش کھو بیٹھی تھی۔ اور یہی میرا جرم ہے۔ لیکن اپنے بچے کو ہلاک کرنا! یہ سراسر بہتان ہے"۔

اس پر مورل نے نہایت برافروختہ ہو کر کہا۔ "مردار کیا کہہ رہی ہے۔ تیرا بچہ؟ اس کو جلد یہاں سے لے جاؤ۔ یہ میری بیٹی نہیں ہے"۔

مورل غم اور غصے کی تاب نہ لا کر کمرے سے نکل جانا چاہتا تھا۔ لیکن لوئیسہ اس کے پاؤں سے لپٹ گئی۔ "ابا جان۔ ابا جان میری بات تو سنتے جایئے آہ۔ آپ کو کیا معلوم۔ مجھ سے کیا کیا فریب کیے گئے ہیں۔ میں کس درجہ قابلِ رحم ہوں"۔

لمحہ بھر میں مورل کا سارا غصہ جاتا رہا۔ اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ روتے روتے کہنے لگا۔ "لوئیسہ میں اس غم سے زندہ نہ بچوں گا۔ میری بچی اور ایسے خوفناک جرم کی مرتکب"۔

"ابا جان۔ سنیئے۔ میں آپ کو ساری بپتا سنائے دیتی ہوں۔ جب میں مسٹر فرنیڈ کے ہاں ملازم ہوئی تو شروع شروع میں مجھے اس سے کسی قسم کی وجہ شکایت پیدا نہ ہوئی۔ یہ صحیح ہے۔ کہ مجھے اپنی بساط سے بڑھ کر کام کرنا پڑتا تھا۔ اور اکثر خادمہ کی جھڑکیاں بھی سہنی پڑتی تھیں۔ اور جس کمرے میں میں کام کرتی تھی۔ اس میں روشنی کا کافی انتظام بھی نہ تھا۔ لیکن میں نے صبر کے ساتھ یہ سب برداشت کیا۔ اور

کبھی حرف شکایت زبان پر نہ لائی۔ مسٹر فرینڈ بلا ناغہ گرجا جایا کرتا تھا۔ اور اکثر اوقات پادری اور راہب اُس سے ملنے آیا کرتے تھے۔ شروع شروع میں وہ مجھ سے بہت کم بات کرتا تھا خصوصاً اجنبیوں کے سامنے تو وہ میری طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھتا تھا۔ اور اگر کسی ضرورت سے بات چیت کی نوبت آ بھی جاتی۔ تو سیدھے منہ بات نہ کرتا۔ ان باتوں نے بجائے نفرت کے میرے دل میں اُس کی عزت پیدا کر دی تھی۔

"مکان کے جس حصّے میں دفتر تھا۔ وہاں میرے اور خادمہ میڈم سیرافین اور دربان کے سوا کوئی نوکر چاکر نہ رہتا تھا۔ میرا کمرا اوپر کی منزل پر تھا۔ اس کے عین نیچے ایک کمرا تھا جس میں کوئی نہ رہتا تھا۔ ہاں دن کے وقت مسٹر جرمین اکثر یہاں آ کر کام کیا کرتے تھے"۔

جرمین کا نام سُن کر روڈلف چونک اُٹھا۔ مورل نے پوچھا۔ "کون مسٹر جرمین؟ وہی جو تین مہینے کے لئے ہمارے پڑوس میں آ کر رہے تھے۔ اور اکثر ہماری امداد کرتے تھے؟"

"ہاں۔ وہی۔ ان کے احسانوں کا بدلہ میں عمر بھر نہیں دے سکتی۔ رات کے وقت مجھے اپنے کمرے میں مارے ڈر کے نیند نہ آتی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی۔ کہ میرے کمرے کا دروازہ بالکل غیر محفوظ تھا۔ نہ قفل تھا نہ چٹخنی۔ دوسرے رات کے وقت اکثر مجھے اپنے کمرے کے آس پاس پاؤں کی آہٹ سُنائی دیا کرتی تھی۔ میں نے کئی بار میڈم سیرافین اور مسٹر فرینڈ سے اس کا ذکر کیا۔ مگر وہ ہمیشہ شانے جھٹک کر خاموش ہو جاتے تھے۔

"اس کے کچھ عرصہ بعد آپ کے پاس سے کسی گاہک کا ایک قیمتی الماس گم ہو گیا آپ کی پریشانی کی انتہا نہ رہی۔ میں نے مسٹر فرینڈ سے اس کا ذکر کیا۔ اُس نے حسب

معمول خشک لہجہ میں کہا۔ "تو تمہارے باپ کو تیرہ سو فرینک کی ضرورت ہے؟ آج شام کو جاکر اُس سے کہہ دو۔ کہ کل میرے دفتر میں آکر روپیہ لے جائے" اُس کی اس نیک دلی اور فیاضی پر میری آنکھوں سے آنسو بہ نکلے۔ مجھے اپنے مالک کا شکریہ ادا کرنے کے لئے الفاظ نہ ملتے تھے۔ شام کو میں آپ کو یہ خوشخبری سُنانے آئی۔ اور دوسرے دن ——"

مورل نے کہا۔ "دوسرے دن مسٹر فرنینڈ نے مجھ سے تین مہینے میں یہ رقم ادا کر دینے کا کاغذ لکھوا کر روپیہ میرے حوالے کر دیا۔ اور میں اُس کے جان و مال کو لاکھ لاکھ دعائیں دیتا ہوا رخصت ہو گیا"۔

روڈلف نے پوچھا۔ "جب تم جانتے تھے۔ کہ تین مہینے کی قلیل میعاد میں روپیہ ادا نہ کر سکو گے۔ تو تم نے کاغذ کیوں لکھا؟ کیا تمہیں فرنینڈ کی نیت پر شبہ نہ ہوا؟"

"نہیں صاحب میں نے خیال کیا۔ کہ اُس نے محض خاطر جمعی کے لئے ایسا کیا ہے علاوہ ازیں اُس نے خود بھی مجھ سے یہی کہا تھا۔ اور مجھے اطمینان دلایا تھا۔ کہ روپیہ ادا کرنے کی جلدی نہیں ہے۔ تم دو سال میں یہ رقم ادا کر دینا" لیکن جب تین مہینے گذر گئے۔ تو مجھ پر دعویٰ دائر کر دیا۔ اور عدالت سے اپنے حق میں فیصلہ حاصل کر لیا۔ مجھ سے کہا۔ کہ تمہیں ہراساں ہونے کی ضرورت نہیں میرے ایک کلرک کی غلطی سے ایسا ہوا ہے"۔

روڈلف نے کہا۔ "وہ تمہیں اپنے قابو میں لانا چاہتا تھا۔ ہاں تو پھر کیا ہوا؟"

"ایک دن شام کے وقت میڈم سیرافین کھانا کھلا کر کسی کام کو گھر سے نکل گئی۔ سب کلرک بھی دفتر سے رخصت ہو کر اپنے اپنے گھروں کو چل دئے۔ دربان کو مسٹر فرنینڈ نے کسی ضروری کام پر بھیج دیا۔ غرض گھر میں میرے اور

مسٹر فرینڈ کے سوا تیسرا آدمی نہ رہا۔ اس وقت میں اُس کے ساتھ والے کمرے میں کام کر رہی تھی۔ کہ اُس نے گھنٹی بجا کر مجھے طلب کیا۔ جب میں اُس کے کمرے میں داخل ہوئی۔ تو وہ آتشدان کے پاس کھڑا تھا۔ وہ یک لخت میری طرف پلٹا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آغوش میں لینا چاہا۔ میں اُس کی نیّت سمجھ گئی۔ اور ہاتھ چھڑا کر ساتھ والے کمرے کی طرف بھاگی۔ اور اندر سے دروازہ بند کر لیا لیکن اس دروازہ کا قفل باہر کی جانب تھا۔ میں پوری طاقت کے ساتھ دروازے کو روکے کھڑی رہی۔ مگر کب تک۔ اُس نے تھوڑی سی جدوجہد کے بعد دروازہ کھول لیا۔ میں نے جلدی سے روشنی گل کر دی۔ اُس نے میرا نام لے کر پکارا۔ میں نے کچھ جواب نہ دیا۔ تب وہ غصّے سے لرزتی ہوئی آواز میں بولا "دیکھو میرا کہا مان جاؤ۔ ورنہ میں تمہارے باپ کو قید کرا دوں گا" میں نے اُس کی منّت سماجت کی۔ اور بڑی لجاجت سے کہا "مجھ پر رحم کیجئے۔ میں آپ کا ہر حکم ماننے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن میں اپنے ناموس پر دھبّہ نہیں لگا سکتی" یہ سُن کر وہ وہاں سے چلا گیا +

"دوسرے دن میں نے اپنے مالک کی دھمکیوں کی پروا نہ کرتے ہوئے سب ماجرا ابّا جان سے بیان کر دیا۔ ان کی مرضی تھی۔ کہ میں فوراً نوکری چھوڑ دوں۔ لیکن ایسی حالت میں ان کا جیل خانہ جانا یقینی تھا۔ اس لئے مجبوراً مجھے پھر اُس کے پاس جانا پڑا" +

مورل نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے کہا۔ "آہ! بیٹی تیری بربادی کا باعث ہم ہیں۔ اگر مجھ پر میری بُزدلی غالب نہ آجاتی۔ اور میں جیل خانہ جانے کے لئے آمادہ ہو جاتا۔ تو یہ نوبت کبھی نہ آتی! آہ غربت تو جو نہ کرائے تھوڑا ہے" +

Taj Tahir Foundation

"جب میں اپنے مالک کے پاس گئی۔ تو وہ معمول کے مطابق مجھ سے درشتی سے پیش آیا لیکن گذشتہ واقعہ کے متعلق ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک اُس نے میری طرف بالکل توجہ نہ کی۔ بلکہ میری طرف دیکھتا نہ تھا۔ مجھے اس سے ایک گونہ اطمینان ہوگیا۔ اور میں نے سمجھ لیا۔ کہ میرا خیال اُس کے دل سے نکل گیا ہے +

"ایک دن شام کو مسٹر فرینڈ اور میڈم سیرافین دونوں گھر سے کہیں باہر چلے گئے۔ خادمہ میرا کھانا اور پانی میرے کمرے میں چھوڑ گئی۔ میں بعض قیمتی کپڑوں کو بیٹھی رفو کرتی رہی۔ کام سے فارغ ہوکر اپنے کمرے میں آئی۔ اور کھانا کھایا۔ اس کھانے میں نہ جانے کیا ملا ہُوا تھا۔ کہ کھاتے ہی مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی۔ اور میں کرسی پر بیٹھے بیٹھے سوگئی۔ جب میری آنکھ کھلی۔ تو اپنے تئیں بستر پر پایا۔ آہ ——" لوئیسہ اس سے زیادہ نہ کہہ سکی۔ اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی +

روڈلف نے نہایت حقارت سے کہا۔ "پاجی۔ کمینہ۔ بدمعاش" +

کچھ دیر توقف کے بعد لوئیسہ نے پھر کہنا شروع کیا۔ "میں نے تین چار مہینے تک یہ راز چھپائے رکھا۔ لیکن اس کے بعد مجھے معلوم ہوگیا۔ کہ یہ راز زیادہ عرصے تک چھپ نہ سکیگا۔ تین چار مہینے میں میرا گناہ مجسم صورت میں دنیا پر نمودار ہونے والا تھا + میں نے فرینڈ سے اس کا ذکر کیا۔ تو وہ حیرت اور نفرت سے میرا منہ تکنے لگا گویا وہ میرا مطلب نہیں سمجھ سکا۔ یا جیسے میں دیوانی ہوگئی ہوں + میں نے رو کر کہا۔ "اگر تمہیں مجھ پر ترس نہیں آتا۔ تو اپنے بچے ہی پر رحم کھاؤ" یہ سُن کر اُس کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی۔ اُس نے پہلے تو مجھے بیحد لعنت ملامت کی۔ آخر میں کہا "تم جیسی آوارہ گرد اور آبرو باختہ لڑکیوں کا اس گھر میں گزر نہیں۔ ایک دم میرے

مکان سے نکل جاؤ"۔

"یہ صبح کے دس بجے کا واقعہ ہے۔ اس وقت اُس نے ایک پادری کو ناشتہ پر مدعو کر رکھا تھا۔ وہ مجھ پر لعنت ملامت کی بوچھاڑ کر ہی رہا تھا۔ کہ پادری صاحب بھی آپہنچے پادری صاحب کی صورت دیکھ کر فرینڈ پہلے تو بے حد پریشان ہُوا۔ لیکن پھر جلد ہی حقارت سے میری طرف اشارہ کر کے اُن سے کہنے لگا "پادری صاحب۔ اس لڑکی نے اپنے باپ دادا کی عزت خاک میں ملا دی۔ اس نے ابھی ابھی میرے سامنے اپنی بے عصمتی اور گناہ کا اقبال کیا ہے۔ آہ۔ اگر مجھے اس کے یہ لچھن پہلے معلوم ہوتے۔ تو میں اسے ہرگز اپنے گھر میں نہ گھسنے دیتا"۔

"پادری صاحب نے نہایت حقارت کی نظر سے میری طرف دیکھا۔ "آہ بدبخت لڑکی مسٹر فرینڈ تجھ سے ایسی شفقت اور مہربانی سے پیش آتے رہے۔ اور تو نے اُن کے احسانوں کا یہ بدلہ دیا"۔

روڈلف نے کہا "تم نے اُسی وقت اُس بدمعاش کی شیطنت پادری پر ظاہر کیوں نہ کر دی؟"

"آہ۔ صاحب۔ میں بے حد خائف ہو رہی تھی۔ مارے خوف کے میری زبان سے ایک لفظ تک نہ نکلتا تھا۔ مگر میری یہ بے حد خواہش تھی۔ کہ اصل واقعہ پادری صاحب پر ظاہر کر دوں۔ میرے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ یہ دیکھ کر اُس نے جلدی سے مجھے روک دیا۔ اور کہا "بس اب میں اس سے زیادہ ایک لفظ بھی نہیں سُننا چاہتا۔ اپنا بوریا بدھنا اُٹھا اور ایک گھنٹہ کے اندر اندر میرے مکان سے نکل جا"۔ مجھے پادری سے کچھ کہنے کا موقع دئے بغیر وہ پادری کو ساتھ لے کر دوسرے کمرے میں چلا گیا۔

"اس وقت دنیا میری آنکھوں میں اندھیر تھی۔ میں گرتی پڑتی اپنے کمرے میں پہنچی۔ اور بستر پر گر کر اپنی قسمت کو رونے لگی۔ دو گھنٹے کے بعد وہ میرے کمرے میں آیا

اور بولا "تم نے ابھی تک اسباب نہیں باندھا؟" میں اُس کے قدموں میں گر پڑی۔ اور زار زار رو کر کہنے لگی "رحم کرو مجھے اس بے بسی کی حالت میں گھر سے نہ نکالو۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔ کہ اس واقعہ کے متعلق کسی سے کچھ نہ کہوں گی"۔ تب جا کر اُس کا غصہ ٹھنڈا ہوا۔ اور اُس نے اپنے ہاں مجھے رکھنا منظور کر لیا۔ اس کے بعد کے پانچ مہینے میں نے رو رو کر گزارے۔ کھانا بھی اچھا نہ ملتا تھا۔ اور سلوک بھی ظالمانہ ہوتا رہا۔ ان ایام میں مسٹر جرمین مجھ سے کئی بار ملے۔ اور اُنہوں نے مجھ سے میری افسردگی کا باعث پوچھا لیکن مجھے اُن سے اپنے گناہ کا اعتراف کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

"آخر درد و کرب کی ایک مہیب رات کے بعد میں نے اپنے بچے کو سینے سے لگایا۔ مگر یہ دیکھ کر مجھے بے حد حیرت ہوئی کہ اُس کا سانس نہ چلتا تھا۔ اور اُس کا پنڈا برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔ جس کمرے میں میں نے بے کسی کے عالم میں اُسے جنم دیا تھا۔ اُس میں روشنی کا بالکل انتظام نہ تھا۔ اور میرے پاس موم بتی تک نہ تھی۔ میں بچے کو گود میں لئے صبح کے انتظار میں بیٹھی رہی۔ صبح کی سفیدی نمودار ہوئی تو میں نے اُس کے جسم کو ہاتھ لگایا۔ دیکھا تو وہ اکڑا ہوا تھا۔ دل پر ہاتھ رکھا۔ تو وہ حرکت نہ کرتا تھا۔ آہ میرا بچہ مر چکا تھا۔

"میں جلدی سے اُٹھی۔ اپنے لختِ جگر کی لاش کو ایک بڑے ڈبے میں رکھ دیا جس میں فرینڈ کے کسی دوست نے اُسے پھولوں کا گلدستہ بند کر کے بھیجا تھا۔ میں اس ڈبے کو بغل میں دبائے خوف سے تھر تھر کانپتی ہوئی اپنے مالک کے باغیچہ میں پہنچی۔ تاکہ قبر کھود کر اپنے بچے کو دفن کر دوں۔ رات کی سردی سے زمین بے حد سخت ہو گئی تھی۔ تاہم میں نے جوں توں کر کے باغیچہ کے ایک کونے میں ایک چھوٹی سی قبر کھود ہی لی۔ اور اپنے بچے کو ڈبے سمیت اس میں رکھ کر مٹی برابر کر دی۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ مرنے والے کے لئے کیا دعا مانگی جاتی ہے۔ تاہم میں نے خدا سے اتنی دعا ضرور مانگی کہ میرے بچے کو

جنّت میں داخل کیجیو +

"جب میں اپنے کمرے میں پہنچی تو مجھے شدّت کا بخار چڑھا ہوا تھا۔ میں دن بھر بیہوش پڑی رہی۔ شام کو مسٹر فرینڈ نے اپنی خادمہ میڈم سیرافن کو میری مزاج پُرسی کے لئے بھیجا۔ رات کو میں بستر سے اُٹھی اور گرتی پڑتی پھر باغیچہ میں پہنچی تاکہ اپنے بچے کی قبر پر آخری بار دعا مانگ لوں +۔ جب میں باغیچہ سے واپس آئی اور اس کمرے سے گذری جہاں مسٹر جرمین کام کیا کرتے تھے۔ تو وہ مجھے دیکھ کر جلدی سے میرے پاس آئے۔ اُن کے چہرے پر زردی چھائی ہوئی تھی۔ اُنہوں نے طلائی سکوں سے بھرا ہوا ایک بٹوا میرے ہاتھ میں دیکر کہا۔ "کل صبح تمہارے باپ کو گرفتار کر لیا جائے گا۔ یہ لو روپیہ۔ صبح ہوتے ہی گھر پہنچ جاؤ۔ اور باپ کو گرفتار ہونے سے بچاؤ۔۔ آج مجھے مسٹر فرینڈ کی اصلیت معلوم ہو گئی ہے۔ میں اُسے بہت نیک اور ایماندار شخص سمجھتا تھا۔ لیکن وہ پرلے درجہ کا بدمعاش ہے۔ خیر مضائقہ نہیں۔ میں اسکی قلعی کھول دوں گا +۔ مجھے شکریہ تک ادا کرنے کا موقع نہ دے کر مسٹر جرمین جلدی سے اپنے کمرے میں پہنچ گئے۔ آج صبح میں دوڑی دوڑی آپ کے پاس پہنچی لیکن یہاں آکر مجھے معلوم ہوا۔ کہ جو روپیہ میں ساتھ لائی ہوں۔ وہ ناکافی ہے۔ اور اگر مسٹر روڈلف ——————"

لوئیسہ یک لخت خاموش ہو گئی۔ اور اپنے باپ کی طرف اشارہ کر کے بھرّائی ہوئی آواز میں بولی۔ "آہ۔ صاحب ذرا ابّا جان کی طرف دیکھئے تو۔ میرے اللہ انہیں کیا ہو گیا"

مورل کے چہرے سے دیوانگی کے آثار ہویدا تھے۔ اُس نے لوئیسہ کی طرف دیکھ کر منہ ہی منہ میں کہا۔ "وکیل کے تیرہ سو فرینک میرے ذمہ ہیں۔ یہ لوئیسہ کے خون کی قیمت ہے۔ مجھے یہ رقم ادا کرنے کے لئے کام کرنا ہوگا۔ کام! کام۔ کام"+

روڈلف نے کہا۔ "دوست مورل۔ ہوش کی باتیں کرو۔ کیا کہہ رہے ہو۔ تمہاری

بیٹی بے گناہ ہے - وہ تمہارے سامنے کھڑی ہے"+

مورل نے روڈلف کی طرف دیکھے بغیر جواب دیا - "تیرہ سو فرینک"

لوئیسہ نے مورل کے قدموں میں گر کر کہا - "ابا جان میری طرف دیکھو - میں ہوں تمہاری لوئیسہ !"

"تیرہ سو فرینک - نہیں تو گلوٹین کی چھری لوئیسہ کا سر تن سے جدا کر دیگی"+

"آہ ابا جان کا دماغ پھر گیا - اللہ اب کیا ہوگا - میں یوں گرفتار ہوگئی - ابا جان دیوانے ہوگئے - اب میری اماں - میری نانی میرے بھائی بہن - ان کا کون پرسان حال ہوگا - وہ بھوک - غربت اور رنج و غم کی وجہ سے زندہ نہ بچیں گے"+

روڈلف نے تسلی دیتے ہوئے کہا "میں موجود ہوں - تم کچھ فکر نہ کرو - میرے ہوتے ہوئے انہیں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی - لوئیسہ تمہارے اس دردناک بیان نے میرے دل میں اس بدمعاش وکیل کے خلاف غصے اور نفرت کی آگ اور بھی بھڑکا دی ہے - یقین رکھو - جب تک میں اس شخص کو اس کے کیفر کردار کو نہ پہنچا دونگا - چین سے نہ بیٹھوں گا"+

لوئیسہ کی گرفتاری کے دو گھنٹے بعد جوہری مورل اور اس کی بوڑھی ساس کو جنہیں ڈاکٹر ڈیوڈ کے پاس علاج کے لئے پہنچا دیا گیا - مورل کی بیوی پہلے تو اس آفت ناگہانی پر بہت روئی پیٹی - مگر روڈلف کے نیک سلوک اور اس کی تشفیوں اور دلاسوں نے اس کے زخموں پر مرہم کا کام کیا - اور وہ صبر کر کے خاموش ہوگئی - الماس اور یاقوت وغیرہ جواہر اس کے حوالے کر دیئے گئے - تاکہ وہ جن جن کے ہوں انہیں لوٹا دے - ان میں زیادہ تر جواہر میڈم میتھیو کے تھے - جو اس قسم کی قیمتی چیزیں رہن رکھا کرتی تھی جب اسے مورل کی گرفتاری کا حال معلوم ہوا تو وہ دوڑی ہوئی آئی - اور جواہر اس کے حوالے کر دیئے گئے - جب وہ جواہر لے کر باہر نکلی تو ٹارٹیلارڈ لنگڑاتا ہوا اس کے پیچھے پیچھے ہو گیا +

اُنیسواں باب

خودکُشی

جس روز شویت اور بریگیڈیر فلوردی میری کو پکڑ کر لے گئے۔ اُسی روز رات کے دس بجے ایک شخص گھوڑے پر سوار فارم میں آیا۔ اور مسٹر روڈلف کی طرف سے میڈم جار جس کو یہ پیغام سُنایا۔ کہ "آپ فلوردی میری کے یکایک غائب ہو جانے سے فکرمند نہ ہوں۔ وہ نہایت محفوظ مقام پر ہے۔ اور چند روز میں آپ کے پاس پہنچ جائے گی۔ نیز چندہ جوہ کی بنا پر میری یہ خواہش ہے۔ کہ اگر آپ مجھے کوئی خط بھیجنا چاہیں۔ تو ڈاک کے ذریعے نہ بھیجیں۔ بلکہ وہ خط میرے قاصد کو دے دیا جائے جو نہایت حفاظت سے مجھے پہنچا دے گا"۔

یہ قاصد سارہ کا بھیجا ہُوا تھا +

میڈم واہارویل کو اپنے شوہر کی نظروں میں ذلیل و رُسوا کر دینے والے منصوبے میں ناکام رہنے پر سارہ نے ذرا ہمت نہ ہاری۔ اُس نے مارکوئیس واہارویل کے نام ایک اَور گمنام خط بھجوایا جس کا مضمون حسب ذیل تھا:۔

"آپ سے نہایت شرمناک فریب کیا گیا ہے۔ اُس دن جب آپ اپنی بیوی کے تعاقب میں مکان نمبر ۱ واقع ردوالٹمپل میں گئے تو اُسے بروقت اس کی اطلاع پہنچ گئی۔ اور اُس نے نہایت چالاکی سے آپ پر یہ ظاہر کیا۔ گویا وہ ایک

غریب گھرانے کی امداد کے لئے وہاں آئی ہے۔ دراصل وہ وہاں ایک شخص سے پوشیدہ طور پر ملاقات کرنے جایا کرتی ہے جس نے اُس مکان کی چوتھی منزل پر روڈلف کے نام سے ایک کمرا کرائے پر لے رکھا ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ یہ شخص آپ کا نہایت عزیز دوست اور بہت معزز شخصیت کا مالک ہے۔ اگر آپ کو ان حقائق کی صحت کے متعلق شبہ ہو۔ تو آپ بنفس نفیس وہاں جاکر اس کے متعلق اپنا اطمینان کر سکتے ہیں"۔

"آپ کا ایک خیر خواہ"

مارکوئس اور اُس کی بیوی شام کے کھانے سے فراغت پاکر باتوں میں مشغول تھے گذشتہ واقعہ کے بعد سے کلیمنس اپنے شوہر سے کسیقدر لطف و کرم سے پیش آنے لگی تھی۔ اور مارکوئس کے چہرے پر بھی پہلی سی افسردگی نہ رہی تھی۔ اُسے ابھی سارہ کا خط نہیں ملا تھا۔

اُس نے کلیمنس سے پوچھا "آج رات کہاں جانے کا ارادہ ہے؟"

"کہیں بھی نہیں۔ آج میں گھر پر ہی رہوں گی۔ اور تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

مارکوئس نے آہ بھر کر کہا۔ "کچھ بھی نہیں۔ حسب معمول آج کی شام بھی تنہائی ہی میں گزار دوں گا"۔

"تنہائی میں کیوں؟ میں جو موجود ہوں۔ میں بھی تو کہیں نہیں جا رہی"۔

"تم؟ لیکن تم تو ایسے موقع پر تنہائی کو ترجیح دیا کرتی ہو؟"

کلیمنس نے نہایت معصومانہ انداز سے مسکرا کر کہا "لو اب ان گئی گزری باتوں کو بھول جاؤ۔ مجھے اس بات سے بہت دکھ ہوتا ہے۔ کہ تم سے میرا برتاؤ بہت سنگدلانہ رہا ہے ـــــ آہ۔ مجھے معاف کر دو"۔

مارکوئس کے چہرے پر مسرت کی ہلکی سی لہر دوڑ گئی۔ جوش کے لہجہ میں بولا

"کلینس خطاوار میں ہوں۔ معافی مجھے مانگنی چاہئے۔ کیا میں نے تمہاری زندگی کو تباہ نہیں کر ڈالا۔ تمہاری جوانی کی اُمنگوں کو خاک میں نہیں ملا دیا۔ لیکن تم میری ان سب خطاؤں کو نظر انداز کر کے میرے دل میں پھر اُمید پیدا کر رہی ہو ــــ"

کلینس نے جلدی سے بات کاٹ کر کہا۔ "البرٹ میں تمہاری نہایت ہمدرد اور غمگسار دوست بن سکتی ہوں لیکن تم مجھ سے اُس چیز کی ہرگز توقع نہ رکھو۔ جو میرے اختیار سے باہر ہے"۔

روڈلف کے سمجھانے بجھانے سے کلینس اپنے شوہر کی دلدہی کرنے اور اُس سے محبت سے پیش آنے پر آمادہ تو ہو گئی تھی۔ مگر محبت اختیاری بات تھوڑا ہی ہے۔ اُس نے اپنے شوہر کو امید و بیم میں مبتلا رکھنے کی بجائے صاف گوئی سے کام لینا زیادہ مناسب سمجھا۔

عین اُس وقت خادم نے داخل ہو کر کہا۔ "ہز رائل ہائی نس۔ گرینڈ ڈیوک آف جیرولسٹین"۔

دونوں میاں بیوی سنبھل کر بیٹھ گئے۔ روڈلف داخل ہوا۔ سب سے پہلے اس کی نظر میڈم داہار دیل پر پڑی۔ بولا۔ "میڈم آپ کی ملاقات میرے لئے انتہائی مسرت کا موجب ہے"۔ پھر مارکوئس سے مخاطب ہو کر کہا۔ "آہا ہا! سے حسن اتفاق کہئے یا میری خوش بختی کہ پیارے البرٹ سے بھی ملاقات ہو گئی۔ اس سے مجھے دوہری خوشی حاصل ہوئی"۔

مارکوئس نے بڑی گرمجوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوئے اک مدت گزر گئی تھی۔ اور میرا دل خود آپ سے ملنے کو چاہتا تھا"۔

خادم مارکوئس کے نام ایک خط لے کر دوبارہ کمرے میں داخل ہوا۔ مارکوئس نے

نے شہزادے کی طرف سے توجہ ہٹا کر کسی دوسرے کام میں مشغول ہونا آداب شاہی کے منافی سمجھا۔ اور یہ کہتے ہوئے خط واپس لوٹا دیا۔ کہ "اس وقت نہیں۔ پھر کسی وقت لانا"۔

روڈلف نے بڑی محبت سے کہا "پیارے البرٹ۔ تکلف برطرف رکھئے اور اس خط کو پڑھ لیجئے"۔

مارکوئیس نے کسی قدر تامل کے بعد طشتری سے خط اٹھا لیا۔ اور ایک نقرئی شمعدان کے قریب جا کر خط کھول کر پڑھنے لگا۔ ایک دفعہ پڑھا۔ پھر دوسری دفعہ پڑھا۔ اور پھر تہ کر کے جیب میں رکھ لیا۔ اس خط کو پڑھ کر اس کے جذبات کی جو کیفیت ہوئی اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ مگر اس نے بے انتہا ضبط سے کام لیا۔ اور سوائے ہاتھوں کی لرزش کے کوئی چیز اس کی دلی کیفیات کو ظاہر نہ کر سکی۔ وہ روڈلف کی طرف پڑھا جو نہایت انہماک کے ساتھ کلیمنس سے باتیں کرنے میں مشغول تھا۔ اور مسکرا کر کہنے لگا "یور ہائی نس۔ یہ خط میری توقع سے بدرجہا زیادہ اہم نکلا۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں۔ تو میں ابھی اس کا جواب لکھ ڈالوں"۔

"لیکن اس کام سے فارغ ہو کر تشریف لائیے گا نا؟"

"مجھے امید نہیں۔ کہ آج رات میں دوبارہ آپکی ملاقات کا شرف حاصل کر سکوں۔ امید ہے۔ آپ معاف فرمائیں گے"۔

اس کے جانے کے بعد روڈلف نے کلیمنس سے کہا "میڈم اس وقت آپ کے شوہر بے حد فکر مند نظر آتے تھے۔ کیا آپ نے میری تجویز پر عمل کیا؟"

"میں نے ان کی تشفی اور دلدہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی۔ مگر اس کا کیا علاج کہ وہ مجھ سے ایسی چیز کے خواہاں ہیں۔ جو میرے اختیار میں نہیں"۔

"لیکن میڈم۔ میں پھر کہتا ہوں۔ کہ آپ کے شوہر آپ سے سچی محبت رکھتے ہیں۔ اور ——"

رڈولف یہیں تک کہنے پایا تھا۔ کہ کمرے کا ایک چھوٹا سا دروازہ جو ایک مشجر پردے کے پیچھے پوشیدہ تھا کھٹ سے کھلا۔ کلیمنس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ رڈولف ہکا بکا رہ گیا۔ مارکوئس اس دروازے میں نمودار ہوا۔ اُس کے چہرے پر مُردنی چھائی تھی۔ آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔ ہاتھ میں سارہ کا خط تھا۔ جو اُس نے رڈولف کو دیتے ہوئے کہا۔ "مائی لارڈ یہی وہ خط ہے۔ جو تھوڑی دیر ہوئی آپ کی موجودگی میں مجھے ملا۔ میری التجا ہے۔ کہ اسے پڑھ کر فوراً جلا ڈالیں"۔

رڈولف نے خط پڑھ کر نفرت سے اپنا مُنہ موڑ لیا۔ اور کہا "بلاشبہ یہ کسی دشمن کی نہایت پاجیانہ حرکت ہے"۔

"آہ۔ مائی لارڈ۔ میرا فعل اس سے بھی زیادہ پاجیانہ ہے۔ بجائے اس کے کہ میں نہایت بے تکلفی اور جرأت کے ساتھ اُسی وقت یہ خط آپ کے ہاتھ میں دے دیتا۔ میرے دل میں رقابت کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اور میں نے چھپ کر آپ کے طرزِ عمل کا امتحان لینے کی ٹھان لی۔ میں اپنے رنج اور غصہ کو دبائے ہوئے بظاہر آپ سے رخصت ہو گیا۔ لیکن پوشیدہ طور پر اس دروازے کے پیچھے کھڑے ہو کر آپ کی باتیں سُننے لگا۔ آپ کے چند الفاظ ہی نے میرے تمام شُبہات دور کر دئے۔ آہ! مائی لارڈ۔ میں بہت کم نصیب انسان ہوں۔ مجھ پر رحم کیجئے میری خطا بخش دیجئے"۔

رڈولف نے انتہائی شفقت و محبت سے اپنے ہاتھ مارکوئس کی طرف پھیلا دئے اور کہا۔ "پیارے البرٹ۔ تم نے جو کچھ کیا۔ محبت سے مجبور ہو کر کیا۔ میں تمہیں خطاوار نہیں سمجھتا۔ اس لئے تمہیں معافی مانگنے کی ضرورت نہیں"۔

اُس رات مارکوئس درد و کرب کی وجہ سے دیر تک مرغِ بسمل کی طرح تڑپتا رہا۔

لیکن صبح کے قریب اچانک اُس کی طبیعت میں ایک سکون آگیا۔ اور اُس نے اپنے پُرانے نمکخوار اور وفادار خادم کو بُلانے کے لئے گھنٹی بجائی۔ جس وقت بوڑھا جوزف کمرے میں داخل ہوا۔ تو یہ دیکھ کر اُس کی حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ اُس کا نوجوان آقا جو ہمیشہ افسردہ خاطر اور غمگین رہا کرتا تھا۔ بڑے مزے میں شکاریوں کا ایک گیت گنگنا رہا تھا +

"کیوں جوزف۔ میری آواز سُریلی ہے نا؟"

"مائی لارڈ۔ سُریلی سی سُریلی۔ بکاش میں حضور کو ہر روز یونہی گاتے سُنا کرتا" +

"جوزف تمہیں یہ سُن کر خوشی ہوگی۔ کہ میں اب گانے کی باقاعدہ مشق شروع کر دوں گا۔ اور تم پہلے کی طرح مجھے اُداس اور رنجیدہ بھی نہ دیکھو گے" +

بڈھا فرطِ مسرّت سے تالیاں بجانے لگا۔ بولا۔ "مائی لارڈ۔ کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟"

"ہاں۔ ہاں۔ جوزف۔ گمنام خطوط نے کلینس کے چال چلن کے متعلق میرے دل میں جو شبہات پیدا کر دئے تھے۔ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دور ہو گئے ہیں میری بیوی نہایت نیک اور شریف عورت ہے۔ اور جوزف وہ مجھ سے محبّت بھی کرتی ہے۔ اب ہم علیٰحدہ علیٰحدہ نہ رہیں گے۔ بڑے میاں تم اندازہ لگا سکتے ہو۔ کہ میں کس قدر خوش ہوں" +

دوسرے دن پیرس کے تمام اخبارات میں یہ خبر جلی حروف میں درج تھی:۔

"کل مارکوئیس داہلا ردیل کو جو دولت کثیر کے مالک تھے۔ اور جن کی عمر چھبّیس ۲۶ سال سے زیادہ نہ تھی ایک نہایت مہلک حادثہ پیش آیا۔ جس سے آپ انتقال کر گئے۔ مارکوئیس نے اپنے گھر پر چند احباب کو مدعو کر رکھا تھا۔ وہ اُنہیں پُرانے زمانے کے بعض نایاب

اسلحہ دکھانے میں مشغول تھے۔ جب انہیں پرانے زمانے کے پستول دکھا رہے تھے تو ہنسی ہنسی میں ایک پستول کی نال جو ان کی دانست میں بھرا ہوا نہ تھا۔ اپنے دانتوں میں دبالی۔ اور پستول کی لبلبی دبادی + غیر متوقع طور پر پستول چل گیا۔ اور اس بدقسمت نوجوان کے بھیجے کے پرخچے اڑ گئے "+

گو مارکوئیس اپنی موت کا راز اپنے ساتھ قبر میں لے گیا۔ اور دنیا نے اسے محض ایک مہلک حادثہ تصور کر لیا۔ مگر روڈلف اور کلیمنس سے اس کی خودکشی کا اصلی باعث مخفی نہ تھا +

Taj Tahir Foundation

بیسواں باب

سینٹ لزارے

کلیمنس داہارویل نے قید خانہ سینٹ لزارے میں جانا اور وہاں کی حرماں نصیب قیدی عورتوں کے حالات معلوم کرنا اپنا معمول بنالیا تھا چنانچہ جس دن اُس کے شوہر مارکوئیس داہارویل نے خودکشی کی۔ وہ قید خانہ کی ایک معمر منتظمہ میڈم آرمنڈ سے بعض قیدی لڑکیوں کے بارے میں پوچھ گچھ کر رہی تھی + منتظمہ ایک نوگرفتار لڑکی کے چال چلن اور اُس کی نیک دلی و پارسائی کی بے حد تعریفیں کر رہی تھی۔ جو آوارہ گردی کے جرم میں ماخوذ تھی + وہ کہنے لگی "عجیب بات یہ ہے کہ اُسے قید خانہ میں آئے ابھی تین دن بھی نہ گزرے تھے کہ اکھڑ سے اکھڑ اور بد مزاج سے بدمزاج قیدی عورتیں بھی اُس کا کلمہ پڑھنے لگیں + واقعہ یوں ہے۔ کہ جس وقت وہ قید خانہ میں آئی تو سب عورتیں اُس کے حسن و جمال کو دیکھ کر دنگ رہ گئیں۔ اور پھر اُس کے نیک اطوار۔ اُس کی نشست و برخواست اور سب سے بڑھ کر اُس کی خاموشی کو دیکھ کر اُنہیں ایسا معلوم ہوا۔ جیسے اُن سے کوئی مختلف ہستی اُن میں شامل ہوگئی ہے + ہمارے اس قید خانہ میں ایک مہینے سے ایک بیحد اکھڑ غصیلی اور جھگڑالو لڑکی قید ہے۔ لووے نام۔ بلند قد۔ اور خوب قوی الجثہ۔ طاقت و توانائی میں کوئی عورت اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ اپنی بدمزاجی کی وجہ سے کئی بار اُسے

سنگین کوٹھری میں بند بھی کیا جا چکا ہے۔ پرسوں جب اُسے سنگین کوٹھری سے باہر نکالا گیا۔ تو اُس وقت قیدی عورتوں میں روٹیاں تقسیم ہو رہی تھیں۔ سب عورتیں ٹوٹ کر روٹیوں پر گر رہی تھیں۔ مگر ژوالیز کے حصّہ کی روٹی جوں کی توں پڑی تھی"+

"ژوالیز کون"؟

"یہ اُس نوجوان لڑکی کا لقب ہے۔ جس کے نیک۔ چال چلن کی میں نے آپ سے تعریف کی ہے" ژوالیز نے اپنی ساتھیوں سے کہا۔ "میری روٹی کون لینا چاہتا ہے"۔ پہلے لودے نے کہا "میں"۔ اسکے بعد سینٹ جین نامی ایک اپاہج لڑکی نے کہا "میں" ژوالیز نے اپنے حصّہ کی روٹی سینٹ جین کو دے دی اور لودے دانت پیستی رہ گئی۔ اُس نے ژوالیز کی طرف قہر آلود نگاہوں سے دیکھ کر کہا "پہلے تو میں نے مانگا تھا" ژوالیز نے جواب دیا "یہ تو ٹھیک ہے۔ مگر اس اپاہج لڑکی کی ضرورت تم سے زیادہ ہے"+ لودے نے آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ جھپٹ کر سینٹ جین کے ہاتھ سے روٹی چھین لی۔ اور پھر چاقو نکال کر ژوالیز کی طرف لپکی۔ ژوالیز نے بیحد معصومانہ انداز میں کہا "مجھے مار ڈالو۔ میری یہی خواہش ہے۔ لیکن مجھے زیادہ تکلیف نہ پہنچاؤ۔ بس ایک ہی وار میں کام تمام کر ڈالو"+ یہ الفاظ ایسی سادگی کے ساتھ اُس کی زبان سے ادا ہوئے کہ تمام قیدی عورتوں کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ مگر چونکہ کسی کو لودے سے مقابلے کی تاب نہ تھی۔ اس لئے کوئی بھی ژوالیز کی حمایت میں نہ اُٹھی+ ان الفاظ میں نہ جانے کیا جادو تھا کہ لودے کا سارا غصّہ کافور ہو گیا۔ اُس نے چاقو زمین پر پھینک دیا۔ اور اُسے پاؤں سے روندا کر ژوالیز سے کہا "بہن مجھے معاف کر دو۔ تم میرے چاقو سے بالکل نہ ڈریں۔ تم دلیر ہو۔ اور میں دلیروں سے محبّت کرتی ہوں۔ اب تمہاری طرف کوئی نگاہ بھر کر دیکھنے کی بھی جرأت نہ کر سکے گا۔ کیونکہ لودے تمہاری حامی و مددگار ہو گی"+

یہ حالات سُن کر کلینس کو ژوالیز سے بے حد دلچسپی پیدا ہو گئی۔ میڈم آرمنڈ نے کچھ دیر توقف کے بعد کہا۔ "ژوالیز کے علاوہ ایک اور لڑکی بھی امداد کی بے حد مستحق ہے۔ یہ لڑکی آج ہی صبح یہاں آئی ہے۔ اور بچّہ کے خون کے جرم میں ماخوذ ہے اس کے حالات ایسے دردناک ہیں۔ کہ بے اختیار آنکھوں میں آنسو بھر آتے ہیں۔ اس کے غریب اور مفلس باپ کو جب اس کے جرم کا حال معلوم ہُوا تو وہ غم سے دیوانہ ہو گیا۔ اب اُس کی بیوی اور چھ ننھے ننھے بچے دنیا میں بالکل بے یار و مددگار ہیں"۔

"اس کا کیا نام ہے۔ اور وہ کہاں رہتا ہے"۔

"جیروم مورل۔ بیٹی کا نام لوئیسہ مورل ہے۔ رو دا ٹمپل میں اُن کا گھر ہے"۔

رو دا ٹمپل کا نام سن کر کلینس کے رخساروں پر شرم سے سرخی دوڑ گئی۔ وہ بولی "میں اس غریب خاندان کو جانتی ہوں۔ اور ایک آدھ دفعہ اُنہیں دیکھنے بھی گئی تھی۔ لیکن یہ بات میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اُن پر ایسی آفت آنے والی ہے۔ لوئیسہ مورل ——"

"لوئیسہ مورل اپنے تئیں بے گناہ ثابت کرتی ہے۔ وہ قسم کھا کر کہتی ہے کہ اُس کا بچّہ مر چکا تھا۔ اور اُس کے بیان سے صداقت بھی جھلکتی ہے۔ میڈم اگر آپ اس غمزدہ لڑکی سے ملاقات کریں۔ اور اسے تشفی دیں۔ تو اُمید ہے کہ اس کا غم بہت حد تک ہلکا ہو جائے۔ ورنہ مجھے اندیشہ ہے کہ وہ کُڑھ کُڑھ کر اپنے تئیں ہلاک کر ڈالے گی"۔

"اُس لڑکی سے اور ژوالیز سے ملاقات کرنا میری دلی خواہش ہے۔ اور میں اُنہیں اس زنداں سے رہائی دلانے کی پوری پوری کوشش کروں گی"۔

"مشکل یہ ہے کہ ژوالیز نے بالکل چپ سادھ رکھی ہے۔ اُس نے اپنی بریت

میں عدالت کو یا ہمیں کوئی بیان نہیں دیا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے بیان دینے سے اُسے کسی ایسی ہستی کے بے نقاب ہوجانے کا ڈر ہے۔ جسے اُس کی زندگی سے گہرا تعلق ہے۔ اور جس کی شخصیت کو وہ راز میں رکھنا چاہتی ہے۔ گذشتہ رات کے واقعہ سے میرا یہ خیال اور بھی پختہ ہوگیا۔ رات جب میں اُس کی کوٹھری کا معائنہ کرنے گئی۔ تو وہ بے خبر سو رہی تھی۔ اُس کے لمبے اور گھنے بال اُس کے کندھے اور شانوں پر نہایت خوبصورتی سے بکھرے ہوئے تھے۔ اس وقت وہ ایک سوئی ہوئی شہزادی معلوم ہوتی تھی۔ میں تھوڑی دیر کے لئے بے اختیار اُس کے حسن و جمال کو دیکھنے میں محو ہوگئی۔ یکایک سوتے میں اُس کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔ اور اُس نے انتہائی احترام اور محبت سے ایک شخص کا نام لیا"۔

کلیمنس نے بڑھتے ہوئے شوق سے پوچھا۔ "کیا نام"؟

"روڈلف!"

کلیمنس چونک اُٹھی۔ مگر پھر اپنے جذبات پر قابو پاکر کہنے لگی۔ "میڈم آپنے اس لڑکی کے جو حالات مجھ سے بیان کئے ہیں۔ اُنہوں نے میرے دل میں اُسکو دیکھنے کا بیحد اشتیاق پیدا کردیا ہے۔ کیا میں آج اُس سے نہیں مل سکتی؟"

"کیوں نہیں لیجئے۔ میں ابھی جاتی ہوں۔ اور اُسے بلائے لاتی ہوں۔ لوئیسہ مورل چونکہ قید خانہ کے دوسرے حصّہ میں ہے۔ اس لئے اُس کے آنے میں کسی قدر دیر لگے گی"۔

تھوڑی دیر بعد میڈم آرمنڈ، والیز کو ہمراہ لئے اُس کمرے میں داخل ہوئی جہاں کلیمنس بڑی بے تابی سے اُن کی منتظر تھی۔ میڈم آرمنڈ نے کلیمنس کی طرف اشارہ کرکے فلوردی میری سے کہا۔ "یہ خاتون تمہارے حالات سن کر تم سے ملنے کی مشتاق ہیں۔ اور بہت ممکن ہے۔ کہ تمہیں اس قید خانہ سے رہائی دلادیں"۔

فلوردی میری نے تعظیماً اپنا سر جھکا لیا۔ منتظمہ اُسے کلیمنس کے پاس چھوڑ کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ کلیمنس اُس کی بے حد حسین اور بھولی صورت کو بہت دلچسپی سے دیکھنے لگی۔ اُس کے دل سے یہ بات فراموش نہ ہوئی تھی کہ ژوالیز نے سوتے میں رووُلف کا نام لیا ہے۔ اور گو اُسے اس امر کا پورا یقین تھا کہ جیرولسٹین کے گرینڈ ڈیوک رووُلف کو اس غریب اور گمنام لڑکی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ تاہم وہ اُس کے حُسن و جمال کو دیکھ کر یہ خیال کئے بغیر نہ رہ سکی۔ کہ وہ اس قابل ضرور ہے۔ کہ کسی شہزادے کی منظورِ نظر بن سکے + وہ بولی۔ "بیٹی۔ میڈم آرمنڈ جہاں تمہارے نیک اطوار اور تمہاری نیک دلی کی بے انتہا مدّاح ہیں۔ وہاں اُنہیں تم سے یہ شکایت بھی ہے۔ کہ تم اُن پر اعتماد نہیں کرتیں۔ اور تم نے اپنے اصل حالات اُن سے پوشیدہ رکھے ہیں۔ تم کس کے پاس رہتی تھیں۔ اور تمہیں یہاں کون لایا ہے۔ اس کے متعلق تم نے ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ تم کوئی بات چھپانا چاہتی ہو" +

فلوردی میری نے گردن جھکالی اور کچھ جواب نہ دیا +

"مجھے تم سے یہ باتیں پوچھنے کا کوئی حق نہیں۔ مگر چونکہ میں تمہیں اس قید خانہ سے چھٹکارا دلانے کا ارادہ رکھتی ہوں۔ اس لئے تم سے بعض باتیں پوچھنا ضروری سمجھتی ہوں۔ وہ یہ کہ اپنے مستقبل کے متعلق تم نے کیا سوچ رکھا ہے؟ اس قید خانہ سے رہائی پاکر تم کیا کروگی؟ تمہارے نیک چال چلن سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ تم نے نیکی کا راستہ اختیار کرنے کی ٹھان رکھی ہے۔ بیٹی مجھ پر اعتماد کرو۔ یقین جانو میں تمہارے لئے ایسا انتظام کردوں گی۔ کہ تم عزّت اور آبرو کی زندگی بسر کرسکو" +

کلیمنس نے یہ الفاظ ایسے ہمدردانہ لہجہ میں کہے کہ فلوردی میری کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میڈم مجھ

سے قسم لی گئی ہے۔ کہ میں عدالت سے اور اس قید خانہ کی ملازم خواتین سے یہ امر پوشیدہ رکھوں۔ کہ مجھے کون یہاں لایا ہے۔ لیکن اگر آپ وعدہ کریں۔ کہ یہ راز کسی پر ظاہر نہ کریں گی۔ تو میں اپنی بپتا سنائے دیتی ہوں"+

کلیمنس نے وعدہ کیا۔ اور فلوردی میری نے اپنی زندگی کے واقعات سنانے شروع کئے۔ شویت کے ہاں کی سختیاں۔ اور اُس کا ظالمانہ سلوک۔ فرار۔ آوارہ گردی کے جرم میں سولہ برس کی عمر تک قید و بند کی صعوبتیں۔ تاپی فرینک کی مالکہ سے آشنائی اور اُس کے پاس قیام۔ ایک رات ایک اجنبی کا اُسے ایک بدمعاش کے پنجہ سے چھڑانا۔ اور اُس سے ہمدردی سے پیش آنا۔ اور پھر ذلت و رسوائی کی زندگی سے نکال کر اُسے ایک فارم میں رکھنا۔ اور اُس فارم کی نیک دل منتظمہ۔ اور گاؤں کے پادری کو اُس کی تعلیم و تربیت کے لئے مقرر کرنا وغیرہ +

فلوردی میری ابھی تک کہنے پائی تھی۔ کہ کلیمنس نے پوچھا "تمہارے اس پُراسرار محافظ کا نام کیا ہے؟"

فلوردی میری نے بڑے جوش سے کہا "میرے محسن کا نام روڈلف ہے"+

کلیمنس کے گال تمتما اُٹھے۔ وہ بولی "اُس کی عمر کیا ہوگی؟"

"یہی کوئی تیس بتیس سال"+

"حسین بھی ہے؟"

"بے حد۔ اور نیک دل۔ شریف۔ فیاض"+

میری نے یہ الفاظ کچھ ایسی محبت اور جوش سے ادا کئے۔ کہ میڈم دا ہارویل کو ناگوار گزرا۔ اُس کا دل خود بخود گواہی دینے لگا۔ کہ ژوالیز کا محافظ جیرولسٹین کا شہزادہ ہی ہے۔ کلیمنس لاکھ شرافت اور نیکی کا مجسمہ سہی۔ مگر آخر عورت تھی۔ اور روڈلف کے عشق کا دم بھرتی تھی۔ گو اُس کی محبت کا راز اُس کے دل کی گہرائیوں تک ہی محدود

تھا۔ مگر وہ ژولیز کو اپنی رقیب تصوّر کرنے سے اپنے تئیں باز نہ رکھ سکی۔ اُس کا لب و لہجہ ایک دم بدل گیا۔ اور اب اُس سے بجائے شفقت و مہربانی کے سرد مہری اور تنگ دلی ٹپکنے لگی۔ وہ بولی "پھر آخر تمہارے دوست نے تمہیں قید کیوں ہو جانے دیا۔ اب وہ تمہیں کیوں نہیں چھڑاتا؟"

فلوردی میری نے اُس کے انداز گفتگو میں یہ تغیّر دیکھ کر ڈرتے ڈرتے پوچھا "میڈم کیا میری کسی بات سے آپ کو رنج پہنچا ہے؟"

کلینمس نے کسی قدر تر شروئی سے جواب دیا۔ "تمہاری کسی بات سے مجھے کیا رنج پہنچ سکتا ہے؟"

کلینمس نے کہنے کو تو یہ الفاظ کہہ دیئے۔ مگر بعد میں اُسے کئی وجوہ سے اپنے اس طرز عمل پر افسوس ہوا۔ اوّل اس لئے کہ اُس کی فطری شرافت اور نیک دلی رقابت پر غالب آگئی تھی۔ دوسرے اس لئے کہ اُسے یہ اندیشہ پیدا ہوا۔ کہیں میری رقیب آزردہ ہو کر پہلے کی طرح خاموشی نہ اختیار کر لے۔ اور میں اُس کے پورے حالات سے ناواقف رہوں۔ چنانچہ اُس نے پہلے سے بھی زیادہ شفقت آمیز لہجہ اختیار کر کے کہا۔ "میرے کہنے کا مطلب یہ تھا کہ جب تم فارم میں ایسی راحت و آرام سے رہتی تھیں۔ تو پھر وہاں سے کیوں چلی آئیں۔ اور تمہارے محافظ نے تمہیں جانے ہی کیوں دیا؟"

"آہ میڈم میں اپنی مرضی سے نہیں آئی۔ بلکہ مجھے زبردستی وہاں سے لایا گیا ہے۔ ایک دن شام کے وقت جب میں حسب معمول گرجا جا رہی تھی۔ تو شویت جسکا ذکر میں آپ سے کر چکی ہوں۔ اور اُس کے ایک ساتھی نے مجھے پکڑ کر چادر میں لپیٹ لیا۔ اور گاڑی میں سوار کر کے لے چلے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے میری گرفتاری میں کسی طاقتور ہستی کا ہاتھ ہے۔ گاڑی چلی ہی تھی۔ کہ شویت نے تیزاب کی شیشی

نکال کر میرے چہرے کو مسخ کرنا چاہا۔ مگر اُس کا ساتھی جو اندھا تھا۔ اُس کے اس خوفناک ارادے سے واقف ہو گیا۔ اور اُس نے اُس کے ہاتھ سے شیشی چھین کر گاڑی سے نیچے پھینک دی۔ رات بے حد تاریک تھی۔ گاڑی ڈیڑھ گھنٹے کے بعد ایک میدان میں رُکی۔ جہاں ایک شخص گھوڑے پر سوار ہمارا منتظر تھا۔ اُس نے میری گرفتاری پر بہت خوشی کا اظہار کیا۔ شویت نے اُس سے کہا۔ کہ اگر آپ کی مرضی ہو۔ تو اس کا گلا گھونٹ کر یہیں مار ڈالیں۔ مگر خوش قسمتی سے وہ شخص مجھے کوئی آزار نہ پہنچانا چاہتا تھا۔ وہ صرف اس قدر چاہتا تھا کہ میں دو مہینے کے لئے کسی ایسی جگہ بند رہوں جہاں سے نہ باہر نکل سکوں۔ اور نہ کسی کو کوئی تحریر بھیج سکوں "۔ تب شویت نے یہ مشورہ دیا۔ کہ پیرس کے ایک مقام شان ایلزے میں براس روگ نامی ایک شخص کا کلال خانہ ہے۔ جس میں کئی تہ خانے ہیں۔ اُن میں سے ایک میں اسے بند کر دیا جائے۔ اُس شخص نے یہ تجویز منظور کر لی۔ اور شویت اور اُس کے ساتھی کو کچھ روپیہ دیا۔ اور مجھ سے کہا۔ "کہ تمہیں وہاں کسی قسم کی تکلیف نہ ہوگی۔ اور دو مہینے کے بعد تم آزاد کر دی جاؤ گی "۔

"یہ کہہ کر وہ تو ادھر رخصت ہوا۔ اُدھر شویت اور اُس کا ساتھی مجھے لئے ہوئے شان ایلزے کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں برگینڈ (یہ شویت کے اندھے ساتھی کا نام ہے) نے شویت سے کہا۔ "تم ژوالیز کو براس روگ کے تہ خانہ میں بند کرنا چاہتی ہو؟۔ اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ سردیوں میں اُس کے تہ خانے اکثر پانی سے لبریز رہا کرتے ہیں۔ کیا تم ژوالیز کو غرقاب کرنا چاہتی ہو؟" شویت نے جواب دیا۔ "ہاں"۔ برگینڈ بولا۔ "میں ژوالیز کو غرقاب نہ ہونے دوں گا۔ میں اُسے براس روگ کے پاس نہ لے جاؤں گا"۔ اس شخص کو میری حمایت کرتے دیکھ کر شویت کو اور مجھے بہت تعجب ہوا۔ شویت کے غیظ و غضب کی انتہا نہ رہی۔ وہ مجھے براس روگ کے ہاں

لے جانے پر اڑی رہی۔ تب برگینڈ نے نہایت خوفناک آواز نکال کر کہا۔ "ژوالیز براس روگ کے ہاں نہ جائے گی۔ اگر تو نے مزاحمت کی۔ اور اُس کے قریب گئی۔ تو میں تیرا گلا گھونٹ دوں گا۔" شویت نے چلّا کر کہا۔ "پھر آخر تمہارا ارادہ کیا ہے؟ اسے دو مہینے کے لئے کہیں غارت بھی تو کرنا ہے۔" برگینڈ نے کہا۔ "میں نے اسکا انتظام سوچ لیا ہے۔ ہم شان ایلزے جا رہے ہیں۔ تم جا کر براس روگ کو بلا لانا وہ ژوالیز کو اپنے ہمراہ تھانے میں لے جائے گا۔ اور وہاں بیان کرے گا کہ یہ لڑکی آوارہ گرد ہے۔ اور اس نے اسے اپنے کلال خانے کے پاس آوارہ پھرتے ہوئے گرفتار کیا ہے۔ چونکہ اس قسم کی لڑکیوں کو شان ایلزے میں جانے کی ممانعت ہے۔ اور اس جرم کی سزا تین مہینے کی قید ہے۔ علاوہ ازیں اس کا نام پہلے ہی پولیس کی فہرست میں موجود ہے۔ اس لئے وہ گرفتار ہو کر سینٹ لزارے بھیج دی جائے گی۔ اور وہاں وہ براس روگ کے تہہ خانہ سے زیادہ محفوظ رہے گی۔" شویت نے کہا۔ "اور اگر اُس نے تھانے میں جا کر بھانڈا پھوڑ دیا تو؟" برگینڈ نے جواب دیا۔ "نہیں وہ ایسا نہیں کرے گی۔ میں اس بارے میں اُس سے چُپ رہنے کی قسم لے لوں گا۔ اور اگر اس کے باوجود اُس نے ہمارا راز فاش کر دیا تو میں بوکیوال کی فارم میں آگ لگا دوں گا۔ اور وہاں کے تمام رہنے والوں کو موت کے گھاٹ اُتار دوں گا۔"

"پھر وہ میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔" بول کیا تجھے شویت کے ہاتھوں اپنا چہرہ مسخ کرانا اور براس روگ کے تہ خانہ میں غرقاب ہونا پسند ہے۔ یا سینٹ لزارے میں تین مہینے خاموشی سے کاٹنا۔ لے جلد فیصلہ کر۔ میں جانتا ہوں کہ اگر تو نے قسم کھا لی۔ تو تُو اُسے پورا کرے گی۔"

"آہ میڈم۔ میں شویت سے بے حد خائف تھی۔ علاوہ ازیں اس شخص نے دو دفعہ میری حمایت کی تھی۔ میں اس کا کہا ٹالنا ناشکری سمجھتی تھی۔ چنانچہ جس طرح اس شخص نے

مجھ سے کہا۔ میں نے اس پر عمل کیا۔ یہ ہے میری خاموشی کا باعث۔ میڈم میری آپ سے ایک التجا ہے۔ کہ آپ بوکیہ ال کی فارم میں میڈم جارجس کو میری خیر و عافیت کی اطلاع بھیج دیں لیکن اُسے یہ نہ معلوم ہو۔ کہ میں کہاں ہوں۔ کیونکہ میں نے برگینڈ سے اس بارے میں خاموش رہنے کا وعدہ کیا ہے"۔

"میڈم جارجس کو اطلاع بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ایک دو دن میں تم اُن کے پاس پہنچ جاؤ گی"۔

"میڈم میں آپکی اس شفقت و عنایت کا کن الفاظ میں شکریہ ادا کروں"۔

عین اس موقع پر میڈم آرمنڈ ہانپتی ہوئی کمرے میں داخل ہوئی۔ اور جلدی سے کلیمنس سے کہنے لگی "میڈم آپ کے گھر میں کوئی حادثہ ہو گیا ہے۔ جلدی سے جائیے۔ باہر آپ کے انتظار میں کوئی صاحب کھڑے ہیں۔ وہ آپ کے گھر سے آ رہے ہیں"۔

میڈم داہا رویل نے دردناک آواز میں کہا۔ "آہ میری بچی۔ میری کلیر تجھ پر تو کوئی آفت نہیں آئی"۔ یہ کہہ کر وہ جلد جلد قدم اُٹھاتی ہوئی جیل خانہ کی عمارت سے باہر نکل آئی۔

Taj Tahir Foundation

اکیسواں باب

قید خانہ سے ایک خط

جس دن مارکوئیس داہلرویل کی خودکشی کا المناک واقعہ رونما ہُوا۔ اُسی دن تیسرے پہر کے قریب روڈلف مکان واقع رودا ٹمپل میں گیا۔ میڈم پیلپٹ سے باتوں باتوں میں اُسے معلوم ہُوا۔ کہ میڈم سرافین اپنے آقا وکیل فرینڈ کے لئے ایک یتیم لڑکی کی تلاش میں ہے۔ جو لوئیسہ مورل کی جگہ کام کر سکے۔ اس کا علم ہونے پر معاً روڈلف کے ذہن میں وکیل سے انتقام لینے کی ایک تجویز آئی۔ اور اُس نے میڈم پیلپٹ سے کہا۔

"میڈم۔ مجھے ایک بے حد ضروری کام میں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔ اُمید ہے آپ میرا کہا نہ ٹالیں گی۔ کام یہ ہے کہ میں ایک غریب اور یتیم لڑکی کو کہیں ملازمت دلانا چاہتا ہوں۔ آپ سے یہ معلوم ہونے پر کہ فرینڈ کے ہاں ایک ملازمہ کی آسامی خالی ہے میں چاہتا ہوں کہ سسلی کو (یہ اُس لڑکی کا نام ہے) وکیل کے ہاں نوکری مل جائے"۔

"لیکن مسٹر روڈلف۔ آپ اس امر سے واقف ہیں کہ فرینڈ اپنے ملازموں سے بے حد سختی کا برتاؤ کرتا ہے"۔

"میں آپ کو ایک راز کی بات بتاتا ہوں۔ کسی سے کہئے گا نہیں۔ جس لڑکی کا میں نے آپ سے ذکر کیا ہے۔ وہ جرمنی میں میرے ایک رشتہ دار کے ہاں ملازم تھی۔ اس رشتہ دار کے بیٹے کو اُس سے محبت ہو گئی۔ جب لڑکے کی ماں

کو اس کا علم ہوا۔ تو اُس نے اس لڑکی کو گھر سے نکال دیا۔ بیٹا اُس کی محبت میں اندھا ہو ہی رہا تھا۔ نیک و بد کچھ نہ سوچا۔ گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اور سسلی کو ساتھ لے پیرس پہنچا۔ یہاں جب اُن کی ساری جمع جتھا ختم ہو گئی۔ اور نوبت فاقوں تک آپہنچی۔ تو وہ لڑکا امداد طلب کرنے میرے پاس آیا۔ میں نے اُسے اس شرط پر کہ وہ سسلی کو میرے پاس چھوڑ دے۔ میں خود اُسے کہیں ملازمت دلا دوں گا۔ اُسے اتنا روپیہ دے دیا۔ جس سے وہ آسانی کے ساتھ اپنے ماں باپ کے پاس پہنچ جائے۔ چونکہ وہ لڑکی غیر ملک کی رہنے والی ہے۔ اور یہاں اُس کی کسی سے شناسائی نہیں ہے۔ اُسے ملازمت ملنا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں فرینڈ جیسے سخت گیر آقا کے ہاں کی نوکری کو غنیمت سمجھتا ہوں + میڈم اگر آپ میڈم سرافین سے اس کی سفارش کر کے اسے فرینڈ کے ہاں ملازم کرا دیں۔ تو میں ایک سو فرنیک آپ کی نذر کروں گا۔ میں امیر نہیں ہوں۔ ورنہ ——"

"مسٹر روڈلف۔ ہوش کی دوا کیجئے۔ بھلا میں اور روپیہ کے لالچ سے آپ کا کام کروں۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ آخر دنیا میں دوستی بھی تو کوئی چیز ہے۔ لیکن اگر آپ کی خوشی اسی میں ہے۔ تو میں بادلِ ناخواستہ یہ نذر قبول کر لوں گی"+

میڈم پلپٹ سے رخصت ہو کر روڈلف رگولیت سے ملنے چوتھی منزل پر گیا۔ رگولیت کا کمرا صفائی اور نفاست میں اپنی نظیر آپ تھا۔ ہر چیز نہایت قرینے سے اپنی جگہ پر رکھی تھی۔ کھڑکی میں ایک خوبصورت پنجرا لٹک رہا تھا۔ جس میں گانے والی چڑیوں کی جوڑی بند تھی۔ موسم خوشگوار تھا۔ سورج کی سنہری کرنیں پنجرے پر پڑ رہی تھیں۔ مگر اس وقت خلافِ معمول یہ خوش گلو چڑیاں خاموش تھیں۔ بات یہ تھی کہ رگولیت چپ تھی۔ اور یہ تینوں جب کبھی گایا کرتی تھیں۔ ایک ساتھ مل کر گایا کرتی تھیں +

رگولیت کی خاموشی کی وجہ یہ تھی۔ کہ اُسے زندگی میں پہلی مرتبہ غم سے سابقہ پڑا تھا۔ اُس کے چہرے پر جو ہمیشہ شگفتہ رہا کرتا تھا۔ پژمردگی چھائی تھی۔ بڑی بڑی سیاہ اور چمکدار آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔ چہرے سے حزن و ملال ٹپک رہا تھا۔ اُس کی نظریں بار بار ایک خط کی طرف جاتی تھیں۔ جو پاس ہی ایک میز پر رکھا تھا۔ یہ خط فرنسواجرمین نے بھیجا تھا۔ اور اس کا مضمون حسب ذیل تھا:۔

قید خانہ لانفور

میڈموایزل

جس مقام سے میں تمہیں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ اس کا نام پڑھ کر تمہیں میری انتہائی بدبختی کا اندازہ ہو سکے گا۔ مجھے چوری کے جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔ دنیا مجھے مجرم سمجھتی ہے۔ میری التجا ہے کہ جب تک تم اس خط کو آخر تک نہ پڑھ لو مجھے خطاوار سمجھ کر لعنت ملامت نہ کرنا۔ اگر تم نے بھی مجھ سے مُنہ موڑ لیا تو یہ آخری صدمہ مجھ سے برداشت نہ ہو سکے گا۔ جو واقعات مجھے پیش آئے ہیں وہ ذیل میں لکھتا ہوں:۔

کچھ عرصہ سے گویں نے روواٹمپل سے اپنی سکونت بدل لی تھی۔ لیکن لوئیسہ مورل سے مجھے اُس کے ماں باپ کی غربت اور ناداری کے حالات برابر معلوم ہوتے رہے۔ افسوس میرا دوسروں کو تکلیف میں دیکھ کر بیتاب ہو جانے والا دل میری تباہی کا باعث ہوا۔ کل بعض ضروری حسابات کی وجہ سے میں فرنیڈ کے ہاں دیر تک کام کرتا رہا۔ جس کمرے میں میں کام کرتا ہوں۔ اُس میں ایک سیف ہے جس میں میرا مالک میرا دن بھر کا کام روز کے روز بند کر دیا کرتا ہے۔ اُس رات وہ کچھ پریشان اور فکرمند سا نظر آتا تھا۔ مجھ سے کہنے لگا۔ "جب تک یہ حسابات

مکمل نہ ہولیں جانا نہیں۔ اور جب مکمل کر لو تو سیف میں بند کر کے تالا ڈال دینا۔ میں چابی چھوڑے جاتا ہوں" یہ کہہ کر وہ چلا گیا +

جب میں کام ختم کر چکا تو **سیف** کو کھولا۔ میں اپنے کاغذات رکھ کر اُسے بند کرنے کو تھا۔ کہ میری نظر ایک کھلے ہوئے لفافہ پر پڑی جس پر جیرم مورل جوہری کا نام درج تھا۔ چونکہ مجھے اس مصیبت زدہ شخص سے بے حد ہمدردی تھی اس لئے میں یہ خط پڑھے بغیر نہ رہ سکا۔ جب اُسے پڑھا۔ تو معلوم ہوا۔ کہ یہ جیرم مورل کی گرفتاری کا پروانہ ہے۔ اور اگر اُس نے کل تیرہ سو فرینک ادا نہ کئے تو گرفتار کر لیا جائے گا + میں اس خاندان کی حالت سے بخوبی واقف تھا۔ اور جانتا تھا۔ کہ اس گرفتاری سے اُس پر کیسی آفت آئے گی + بدقسمتی سے مجھے اس سیف میں ایک صندوقچہ نظر آیا۔ جس میں دو ہزار فرینک کی مالیت کے طلائی سکے تھے۔ عین اس وقت لوئیسہ مجھے سیڑھیوں پر چڑھتی نظر آئی۔ میں نے بغیر کسی غور و تامل کے اُس میں سے تیرہ سو فرینک نکال لئے اور جلدی سے لوئیسہ کے پاس جا کر اُسے دیدیئے اور کہا۔ کہ "کل صبح تمہارا باپ تیرہ سو فرینک ادا نہ کر سکنے کے باعث گرفتار کر لیا جائے گا۔ یہ لو رقم اور اسے بچا لو۔ مگر کسی سے کہنا نہیں کہ یہ رقم تمہیں میں نے دی ہے۔ فرنیٹ بہت بد طینت شخص ہے"۔

گو میرا یہ فعل مجرمانہ تھا۔ مگر میری نیت نیک تھی۔ میں نے نہایت کفایت شعاری سے کام لے کر پندرہ سو فرینک ایک مہاجن کے پاس جمع کرا رکھے تھے۔ میں نے سوچا تھا۔ کہ کل اپنا روپیہ وہاں سے نکلوا کے سیف میں رکھ دوں گا۔ اور اس طرح میرے اس فعل کے متعلق کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے پائے گی + چنانچہ میں دفتر سے نکل کر سیدھا اپنے مہاجن کے ہاں گیا۔ مگر بدقسمتی سے وہ دو دن سے اپنے دیہات کا دورہ کرنے گیا ہوا تھا۔ میں پتہ پوچھ کر وہاں پہنچا۔ مگر اب بھی میری

بدقسمتی نے ساتھ نہ چھوڑا۔ کیونکہ جس وقت میں وہاں پہنچا۔ تو وہ پیرس کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ میں اُلٹے پاؤں واپس آیا۔ اپنا روپیہ نکلوایا۔ اور فرینڈ کے ہاں پہنچا۔ مگر افسوس میری بربادی کا یہ راز طشت از بام ہو چکا تھا۔ دنیا کی نظروں میں مَیں ایک مجرم تھا +

یہی نہیں فرینڈ نے مجھ پر ایک جھوٹا الزام بھی لگایا۔ کہ میں نے اُس کے سیف میں سے تیرہ سو فرینک کے طلائی سکّوں کے علاوہ پندرہ ہزار فرینک کے نوٹ بھی چُرائے ہیں۔ خدا شاہد ہے کہ یہ سراسر بہتان ہے۔ سیف میں کوئی نوٹ تھا ہی نہیں۔ لیکن فرینڈ نے بیان دیا ہے۔ کہ جو شخص کسی چھوٹی رقم کی چوری کر سکتا ہے، وہ بڑی رقم بھی چرا سکتا ہے۔ اور اُس کا بیان جھٹلایا نہیں جا سکتا +

داروغہ جیل نے میری حالت پر ترس کھا کر اِس خط کو تم تک پہنچا دینے کا وعدہ کیا ہے۔ اگر یہ خط تمہیں مل جائے۔ تو میں اپنی پُرانی دوستی کا واسطہ دے کر تم سے ایک آخری خدمت کا طلبگار ہوں۔ تمہیں اس خط کیساتھ ایک چھوٹی سی چابی اور ایک مختصر سا رقعہ ملے گا۔ جو بورواسینٹ ڈینس کے مکان نمبر ۱۱ کے دربان کے نام ہے۔ اس میں میں نے اُسے لکھا ہے۔ کہ اس رقعہ کے حامل کو میرا کمرا کھولنے یا اُس میں سے میری چیزیں نکالنے کا پورا اختیار ہے۔ اور وہ جو کچھ تم سے کہے۔ اُس کا حکم مانو + چنانچہ وہ تمہیں میرا کمرا دکھا دے گا۔ اس خط کے ہمراہ جو چابی میں تمہیں بھیج رہا ہوں۔ یہ میری میز کے دراز کی ہے۔ تم اُسے کھول لینا۔ اُس میں تمہیں ایک بڑا سا لفافہ نظر آئے گا جس میں بہت سے کاغذات اور خطوط ہیں۔ انہیں بہت سنبھال کر رکھنا۔ ان میں سے ایک خط تمہارے نام ہے۔ جیسا کہ اُس کے سرنامے سے تمہیں معلوم ہو گا۔ علاوہ ازیں اکثر کاغذات میں جا بجا تمہارا ذکر ہے۔ میں نے ان کاغذ کے پرزوں پر اپنا دل کھول کر رکھ دیا ہے۔ برائے خدا اگر تمہیں اس سے رنج

پہنچے۔ تو مجھے معاف کر دینا +

میری ایک اَور التجا ہے۔ کہ اس دراز میں تمہیں جس قدر نقدی ملے۔ اُسے قبول کر لینا۔ اور میرا تمام فرنیچر اور اسباب بیچ ڈالنا۔ اور جو رقم ملے اس میں سے تھوڑی سی بطور انعام دربان کو دے دینا۔ اور باقی خود رکھ لینا +

میڈموایزل رگولیت۔ خدا حافظ۔ دنیا میں تمہارے سوا میرا کوئی نہیں ہے۔ اور مجھے تمہیں سے ہمدردی کی توقع ہے +

فرنسواجرمین

روڈلف نے رگولیت کے دروازے پر آہستہ سے دستک دی۔ اور اندر داخل ہوا۔ بولا "میڈموایزل میرا آنا ناگوار تو نہیں گذرا" +

رگولیت نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ "ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کے آنے سے مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ آہ میں بے حد غمزدہ ہوں۔ یہ دیکھئے" یہ کہہ کر اُس نے جرمین کا خط روڈلف کو دے دیا +

جب روڈلف خط پڑھ چکا۔ تو رگولیت نے کہا۔ "یہ خط ہی اُس کی بے گناہی کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ آہ۔ مسٹر روڈلف آپ جو اتنے اثر و رسوخ والے ہیں۔ کیا اُس کی مدد نہیں کر سکتے؟"

"گھبراؤ نہیں جب اُس کا مقدمہ عدالت میں پیش ہوگا۔ تو اُس کی بے گناہی ظاہر ہو جائے گی۔ لیکن میں تم سے یہ استدعا کرتا ہوں۔ کہ تم اس امر کو بالکل پوشیدہ رکھنا۔ کہ اُس کا کوئی حامی و مددگار بھی ہے۔ یہاں تک کہ جرمین کو بھی اس کی خبر نہ ہونے پائے کیونکہ بہت ممکن ہے۔ وہ اس کا کسی سے ذکر کر بیٹھے۔ اور اس طرح پہنچتے پہنچتے فرنیڈ کے کانوں تک بھی یہ خبر پہنچ جائے۔ اور وہ پہلے سے زیادہ ہوشیار اور مستعد ہو جائے۔ یقین رکھو کہ نہ صرف جرمین اور لوئیسہ کی بے گناہی ہی ثابت کی جائے گی۔ بلکہ فرنیڈ کے

تمام گذشتہ جرائم پر سے بھی پردہ ہٹا دیا جائے گا۔ اور اس طرح یہ بد معاش وکیل اپنے کیفر کردار کو پہنچ جائے گا "+

رگولیت نے وعدہ کیا۔ اور روڈلف اُسے تسلّی و تشفی دے کر رخصت ہو گیا +

اُسی روز شویت جیکوے فرینڈ کے ہاں پہنچی۔ اور اُس سے کہنے لگی۔ کہ آج سے دس برس پہلے جس لڑکی کو تم نے میری نگرانی میں دیا تھا۔ وہ آجکل ژوالیز کے نام سے سینٹ لزارے میں قید ہے۔ یا تو مجھے تین دن کے اندر اندر دس ہزار فرینک دو نہیں تو اس لڑکی کے پاس ایسے کاغذات پہنچ جائیں گے جن سے اُسے معلوم ہو جائے گا۔ کہ وہ بچپن میں جیکوے فرینڈ کے سپرد کی گئی تھی +

حسب معمول وکیل نے ان تمام باتوں کے ماننے سے انکار کیا۔ اور بظاہر شویت کی اس دھمکی کی کچھ پروا نہ کر کے۔ اُسے اپنے گھر سے نکال دیا۔ مگر دل ہی دل میں بہت ڈرا۔ اُس نے سینٹ لزارے میں تحقیقات کی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ واقعی ژوالیز نامی ایک لڑکی قید ہے۔ اور اپنی نیک دلی و پارسائی کی وجہ سے بہت جلد رہائی پانے والی ہے +

اس کانٹے سے اپنا راستہ صاف کرنے کے لئے وکیل کا دماغ فوراً جزیرہ ریویگر کے مارشل خاندان کی طرف گیا۔ جس کا پیشہ لوٹ مار اور قتل و غارت تھا۔ اور اُس نے اس کام میں اُن کی امداد لینے کی ٹھان لی +

بائیسواں باب

جزیرہ ریویگر

وکیل نے یہ معلوم کرتے ہی۔ کہ ژوالیز سینٹ لزار سے میں قید ہے۔ فوراً اپنے ایک معزز اور با اثر موکل کی سفارش سے اُس کی رہائی کا حکم حاصل کر لیا۔ میڈم سرافین اُس کی آزادی کا پروانہ لے کر قید خانہ کے افسر کے پاس پہنچی۔ چونکہ منتظمہ میڈم آرمنڈ نے میڈم داہارویل سے اُس کے چال چلن کی بے حد تعریف کی تھی۔ اور میڈم داہارویل نے اُسے آزادی دلانے کا وعدہ بھی کیا تھا۔ اس لئے سب نے یہی سمجھا۔ کہ ژوالیز کو اسی نیک دل خاتون کے طفیل رہائی نصیب ہوئی ہے جس وقت میڈم سرافین نے ژوالیز کو دیکھا تو فوراً پہچان لیا۔ کہ یہ وہی لڑکی ہے۔ جسے آج سے آٹھ دس برس قبل اُس نے شویت کے سپرد کیا تھا۔ میڈم سرافین بظاہر اُس سے بہت محبت سے پیش آئی۔ ژوالیز کا پہلا سوال یہ تھا۔ "کیوں میڈم مجھے اپنی آزادی کے لئے میڈم داہارویل ہی کا شکر گزار ہونا چاہئے نا؟"

"بیٹی تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔ مگر اب جلد جلد قدم اُٹھاؤ۔ ہمیں بہت دور جانا ہے"

"بوکیوال کے فارم ہی کو جانا ہے نا؟ میڈم جارجس کے پاس؟"

"ہاں"

جس وقت میڈم سرافین اور فلوردی میری قید خانہ کی چار دیواری سے باہر نکلیں۔ تو دروازے پر اُن کی مڈبھیرا ایک نوجوان اور حسین لڑکی سے ہوئی جو کسی قیدی سے ملاقات کرنے آئی تھی + یہ رگولیت تھی۔ ژوالیز اپنی پرانی دوست کو پہچان کر یکبارگی چلا اُٹھی۔ "میری رگولیت!"

"میری ژوالیز"

دونوں لڑکیاں بے حد محبت اور جوش سے گلے ملیں۔ جب کچھ دیر تک گلے شکوے ہو لئے۔ تو رگولیت نے کہا۔ "غالباً تم بھی میری طرح کسی قیدی کی ملاقات کو آئی ہو؟" اس سوال پر فلوردی میری کے رخساروں پر شرم سے سرخی دوڑ گئی۔ اور اُس نے لڑکھڑائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔ "ہاں۔ میں بھی اسی غرض سے آئی ہوں" میڈم سرافین کو ان سہیلیوں کی ملاقات ایک آنکھ نہ بھائی۔ اور اُس نے کسی قدر رکھائی سے فلوردی میری سے کہا۔ "بیٹی چلو نا۔ دیر ہو رہی ہے۔ یہ وقت باتوں کا نہیں ہے۔ پھر کسی وقت ملو گی۔ تو جی بھر کر باتیں کر لینا"+

رگولیت نے کہا۔ "میڈم تھوڑی دیر اور ٹھہر جائیے۔ مجھے مدت کے بعد اپنی پیاری ژوالیز سے ملنے کا اتفاق ہوا ہے" میڈم سرافین دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر خاموش ہو رہی +

رگولیت نے ژوالیز سے پوچھا۔ کہ تم یکایک پیرس سے کہاں غائب ہو گئی تھیں۔ ژوالیز نے بتایا۔ کہ میں پیرس سے کچھ فاصلے پر ایک دیہات میں رہتی ہوں۔ اور چونکہ بہت عجلت میں پیرس سے روانہ ہوئی تھی۔ اس لئے تم سے نہ مل سکی۔ اور نہ تمہیں اطلاع ہی بھیج سکی + اس کے بعد رگولیت نے بیان کیا۔ کہ میں ایک بے گناہ اور مصیبت زدہ لڑکی کی ملاقات کو آئی ہوں۔ جو میرے پڑوس میں رہتی تھی اُس کا نام لوئیسہ مورل ہے۔ اور ایک غریب لیکن شریف شخص کی بیٹی ہے۔ جو اس کے غم میں

دیوانہ ہوگیا ہے +

لوئیسہ مورل کا نام سُن کر میڈم سرافین غور سے رگولیت کی طرف دیکھنے لگی، رگولیت نے پھر کہا۔ کہ میں آج ایک اَور قیدی کی ملاقات کے لئے مردوں کے قید خانہ میں بھی گئی تھی۔ یہ قیدی ایک بے حد شریف نوجوان ہے۔ اور کچھ عرصہ کے لئے میرے پڑوس میں آکر رہا تھا۔ فرنسوا جرمین اُس کا نام ہے۔ یہ بھی اُسی بے رحم اور سنگ دل شخص کے جور و ستم کا شکار ہے جس نے لوئیسہ مورل اور اُس کے ماں باپ پر تباہی لائی ہے +

فرنسوا جرمین کا نام سُن کر میڈم سرافین نے اپنی توجہ دوچند کر دی۔ اور اس خیال سے کہ ژوالیز یا اُس کی سہیلی کو اُس پر ذرا سا بھی شک و شبہ نہ ہونے پائے وہ نہایت ہمدردانہ لہجہ میں کہنے لگی "بیٹی کیا دنیا میں ایسے ظالم اور سنگ دل لوگ بھی موجود ہیں۔ بھلا اُس شخص کا نام کیا ہے؟"

رگولیت نے جواب دیا۔ "اُس کا نام فرینڈ ہے۔ اور وکالت اُس کا پیشہ ہے بوڑھا ہوگیا۔ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھا ہے۔ مگر اب بھی بے گناہوں اور بے کسوں پر ظلم و ستم کرنے سے ہاتھ نہیں روکتا۔ اُس کے پاس بے شمار دولت ہے۔ بڑے بڑے لوگوں تک اُس کی رسائی ہے۔ اس زمانے میں کس کے دل میں اتنا درد ہے۔ کہ وہ مظلوموں کی حمایت میں ایسے دولتمند اور طاقتور کے خلاف آواز اُٹھائے" +

فلوردی میری نے تڑپ کر کہا۔ "آہ! یہ نہ کہو۔ اس زمانے میں بھی کئی دل ایسے ہیں۔ جن میں اس سے بھی زیادہ درد موجود ہے۔ میں ایک شخص کو جانتی ہوں۔ جس نے مظلوموں اور غریبوں کی حمایت و امداد کرنا اپنی زندگی کا فرض قرار دے رکھا ہے۔ اور جو نیکوں اور شریفوں کا ایسا ہی حامی و مددگار ہے۔ جیسا بدمعاشوں اور ظالموں کا دشمن" +

رگولیت نے حیرت سے ژوالیز کی طرف دیکھا۔ اُس کا خیال معاً روڈلف کی طرف گیا۔ اور وہ یہ کہنے ہی کو تھی کہ میں بھی ایک ایسے ہی شخص سے واقف ہوں۔ جو نہایت دلیری سے زبردستوں کے مقابلے میں کمزوروں اور غریبوں کی حمایت کرتا ہے۔ مگر اُس نے روڈلف سے اُس کی شخصیت کو مخفی رکھنے کا جو وعدہ کیا تھا۔ اُس کی وجہ سے بات ٹال گئی۔ اور فلوردی میری سے کہنے لگی "پیاری ژوالیز۔ اگر تم کسی ایسے نیک دل شخص سے واقف ہو۔ تو خدارا اُسے ضرور ان دونوں مظلوموں کی امداد پر آمادہ کرنا"۔

فلوردی میری نے نہایت خلوص دل سے وعدہ کیا۔ اس کے بعد رگولیت سے پیرس میں اُس کی جائے سکونت پوچھی۔ رگولیت نے جیب سے ایک کارڈ نکالکر اُسے دیدیا۔ جس پر نہایت خوش نما حروف میں لکھا تھا۔ "میڈموایزل رگولیت ڈریس میکر۔ روواٹمپل۔ نمبر ۱۰" بولی "بھلا پہچانو تو۔ یہ کارڈ چھپا ہوا ہے۔ یا ہاتھ کا لکھا ہوا۔ یقیناً تم کہو گی چھپا ہوا ہے۔ مگر نہیں۔ یہ میرے مظلوم جرمن کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ اُس نے بہت محنت سے ایسے کئی کارڈ مجھے لکھ کر دئے تھے۔ وہ مجھ سے بہت لطف و کرم سے پیش آتا تھا۔ اور میری آسایش کا ہمیشہ خیال رکھتا تھا۔ آہ۔ جب اُس کی نیکیاں مجھے یاد آتی ہیں۔ تو دل پر چھریاں سی چلنے لگتی ہیں"۔

فلوردی میری نے پوچھا۔ "تمہیں اس سے محبت تو نہیں ہوگئی؟"

"پیاری۔ میں تم سے کوئی بات بھی نہیں چھپانا چاہتی۔ ہاں میں اسے دل و جان سے چاہتی ہوں"۔ جس وقت رگولیت نے یہ الفاظ کہے۔ تو اُس کے ہونٹوں پر تبسم تھا۔ اور آنکھوں میں آنسو جھلک رہے تھے۔ فلوردی میری نے ایک ٹھنڈا سانس لیا۔ اور گرم جوشی سے رگولیت کا ہاتھ دبایا۔

میڈم سرافین میں اب صبر کی تاب نہ رہی۔ اُس نے کسی قدر درشتی سے

فلوردی میری سے کہا۔ "بیٹی اب تم چلو گی بھی، یا نہیں۔ مفت میں پندرہ بیس منٹ ضائع کر ڈالے"۔

رگولیت نے آہستہ سے میری سے کہا۔ "یہ بڑھیا بڑی اکھڑ ہے۔ اس کی صورت دیکھتے ہی میرے دل میں اس سے نفرت پیدا ہو گئی ہے"۔ اس کے بعد بلند آواز سے کہا "پیاری اب جب تم پیرس آؤ۔ تو مجھے نہ بھولنا۔ تمہاری ملاقات سے مجھے بے حد مسرت ہو گی"۔

دونوں لڑکیاں بڑی گرم جوشی سے دوبارہ گلے ملیں۔ رگولیت لوئیسہ کی ملاقات کو قید خانہ میں داخل ہوئی۔ اور فلوردی میری میڈم سرافین کے ہمراہ ایک گاڑی میں سوار ہو گئی۔ میڈم سرافین کے حکم کے مطابق گاڑی دریائے سین کے اس کنارے کی طرف چل دی۔ جہاں سے جزیرہ ریوگر قریب تھا۔ جب گاڑی دریائے سین کے کنارے پہنچ کر رک گئی۔ تو میڈم سرافین نے میری کو اترنے کے لئے کہا۔ میری نے پوچھا۔ "لیکن میڈم۔ یہ راستہ بوکیوال کو تو نہیں جاتا۔ پھر ہم فارم میں کیونکر پہنچیں گے؟"

"بیٹی۔ اس کا جواب میرے پاس سوائے اس کے اور کوئی نہیں۔ کہ میں تمہارے سرپرستوں کے احکام کی تعمیل کر رہی ہوں۔ اگر تم نے اس میں پس و پیش کیا۔ تو انہیں رنج ہو گا"۔

"میڈم۔ آپ میری آنکھیں باندھ کر جہاں چاہے لے جائیے۔ مگر اتنا بتا دیجئے کہ میڈم جارجس تو اچھی ہیں؟"

"ہاں اچھی ہیں"۔

"اور ——— مویسیو روڈلف؟"

"وہ بھی اچھے ہیں"۔

تیئسواں باب

دریا کی لہروں پر

جزیرہ ریو یگر جس میں مارشل خاندان آباد تھا۔ رات کی تاریکی میں اُجڑا اُجڑا سا نظر آتا تھا۔ مگر روز روشن میں اس سے بڑھ کر دلفریب اور فرحناک مقام اَور کوئی نہ تھا۔ جزیرے کے کنارے کنارے بید مجنوں اور چنار کے درختوں کی قطاریں تھیں۔ گھاس لمبی لمبی اور بافراط تھی جس میں کئی پگ ڈنڈیاں بل کھاتی ہوئی چلی گئی تھیں۔ جزیرے میں علاوہ ایک چھوٹے سے سبزی کے باغ کے متعدد ثمردار درخت بھی تھے۔ جن کے درمیان پھونس کا چھپّر والا ایک مکان تھا۔ اس کے سامنے ایک چھوٹا سا گھاٹ تھا۔ جس پر اس وقت تین کشتیاں بندھی ہوئی تھیں۔ ایک کشتی میں نکولس بیٹھا اُس سوراخ کا معائنہ کر رہا تھا جو اُس نے ابھی ابھی اس کی تہ میں کیا تھا۔ گھاس کے پاس ہی ایک بنچ پر اُس کی بہن کیلے بیٹھی تھی۔ آنکھوں کو دھوپ سے بچانے کے لئے ہاتھ سے سایہ کر رکھا تھا۔ اور رہ رہ کے اُس جانب دیکھتی تھی۔ جدھر سے اُسے میڈم سرافین اور فلوردی میری کے آنے کی توقع تھی۔ تھوڑی دیر تک پانی پر نظریں دوڑانے کے بعد وہ بنچ سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور اپنے بھائی سے مخاطب ہو کر بولی۔ "یہاں تو ابھی تک نہ بڑھیا کا پتہ ہے نہ جوان کا۔ اگر آدھ گھنٹے تک اَور یہ عورتیں نہ آئیں۔ تو ہم چل دیں گے۔

براس روگ نے جس کام کے لئے بلا رکھا ہے۔ اس میں نفع کی بے حد امید ہے
شوئیت کے بیان کے مطابق ساہوکار بڑھیا میتھو پانچ بجے سشان ایلزے میں براس
روگ کے ہاں پہنچ جائے گی۔ ہمارا اُس سے پہلے وہاں پہنچنا ضروری ہے"۔

نکولس نے کشتی سے اُترتے ہوئے کہا۔ "ہاں اب چلیں گے نہیں تو کیا
کریں گے"۔

"کہو ہمارے بے وقوف اور باغی بھائی مارشل کا کیا حال ہے؟"

"سو رہا ہے۔ آج صبح سے اُس نے اودھم نہیں مچایا۔ اور اُس کا کتا بھی خاموش
ہے"۔

"دو دن سے مارشل کو کھانے کے لئے کچھ نہیں دیا گیا۔ میں جانوں۔ اُس نے
بھوک سے بے تاب ہو کر کتے کی گردن مروڑ ڈالی ہوگی۔ اور اُس کا گوشت کھا رہا
ہوگا"۔

"لیکن وہ یوں جلد نہیں مرنے کا"۔

"اس سے زیادہ ہم کر بھی کیا سکتے تھے۔ ہاتھا پائی میں اُس پر غالب آنا محال
تھا۔ چنانچہ اس کے سوا چارہ نہ تھا۔ کہ اُسے کوٹھڑی میں بند کر کے دروازے میں
کیلیں ٹھونک دی جائیں۔ دروازہ بے حد مضبوط ہے۔ اور اُس کے ہاتھ زخموں
سے چور ہیں۔ اُس کے نکلنے کی کوئی صورت نہیں۔ چند روز میں جب وہ فاقوں سے
ہلاک ہو جائے گا۔ تو کہہ دیں گے کہ ہمارا بھائی بڑے مہلک مرض کا شکار تھا۔ بیچارہ
زندہ نہ بچ سکا۔ جب لووے قید خانہ سے نکل کر اپنے عاشق کی تلاش میں آئے گی۔
تو اُسے نہ پا کر بہت آنسو بہائے گی۔ اُس وقت اُس کی حالت دیکھنے کے
قابل ہوگی"۔ اس کے بعد وہ دریا کے دوسرے کنارے کی طرف اشارہ کر کے
یک لخت چلا اُٹھی۔ "ایں۔ دیکھو تو وہ رہا سامنے کنارے پر۔ میڈم سرافین اور ژوالیز

ہی کھڑی ہیں نا ؟"

"ہاں۔ ہاں۔ وہی ہیں۔ آؤ جلدی سے دوسری کشتی میں سوار ہو جاؤ۔ جس وقت میں بڑھیا اور لڑکی کو اپنی کشتی میں جس کی تہہ میں سوراخ ہے سوار کر لوں تو تم اپنی کشتی کو اتنے فاصلے پر رکھنا۔ کہ جب میری کشتی ڈوبنے لگے۔ تو میں چھلانگ مار کر تمہاری کشتی میں آسکوں"۔

تھوڑی دیر میں، دونوں کشتیاں دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گئیں۔ جہاں میڈم سرافین اور فلوردی میری بے چینی سے اُن کی منتظر تھیں۔ جس وقت نکولس کشتی کو کنارے کی ایک چوب سے باندھنے میں مصروف تھا۔ تو میڈم سرافین اُس کے قریب گئی۔ اور بہت دھیمی آواز میں بولی "کہنا میڈم جارجس ہماری منتظر ہیں"۔ پھر بلند آواز میں کہا۔ "بیٹا افسوس ہے۔ کہ ہمیں آنے میں کسی قدر دیر ہو گئی"۔

نکولس نے کہا۔ "شکر ہے آپ آ تو گئیں۔ میڈم جارجس بڑی دیر سے آپ کی راہ دیکھ رہی ہیں۔ اور کئی دفعہ پوچھ چکی ہیں"۔

فلوردی میری نکولس اور اُس کی بہن کی بھیانک صورتیں دیکھ کر سہم گئی تھی۔ لیکن جس وقت اُس نے میڈم جارجس کا نام سُنا۔ تو اُس کی جان میں جان آگئی۔ میڈم سرافین نے نکولس سے کہا۔ "میاں لڑکے اپنی کشتی کو ورے لاؤ۔ کہ ہم چڑھ سکیں"۔ نکولس نے پہلے فلوردی میری کا ہاتھ پکڑ کر کشتی میں سوار کرایا۔ جس وقت وہ میڈم سرافین کو کشتی پر سوار ہونے میں سہارا دینے لگا۔ تو میڈم سرافین نے آہستہ سے کہا۔ "اس لڑکی کو دریا میں غرق کر دیا جائے گا۔ سمجھ گئے ؟" نکولس نے جواب دیا۔ "آپ اطمینان رکھئے۔ مجھے سب معلوم ہے۔ جس وقت میں اشارہ کروں۔ آپ مجھے اپنا ہاتھ دے دیجئے گا۔ اور میں آپ کو دوسری کشتی میں سوار کر لوں گا"۔

کشتی کا رسّہ کھول دیا گیا۔ اور وہ دریا کی لہروں پر رواں ہو گئی۔

اس ناٹک کا جو دریائے سین کی لہروں پر کھیلا جا رہا تھا۔ آخری سین ہدیۂ ناظرین کرنے سے قبل ہم اس سے کچھ دیر پہلے کے واقعات بیان کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں، فلوردی میری کے سینٹ لزارے سے رہائی پانے کے کچھ منٹ بعد میڈم آرمنڈ اور جیل خانہ کے ڈائریکٹر کی سفارشوں کے طفیل لووے کو بھی معافی دے دی گئی اور اُسے قیدخانہ سے آزاد کر دیا گیا۔ فلوردی میری نے اس سنگ دل، بے رحم اور بدکردار عورت کے سامنے نیک دلی اور خداترسی کی جو مثال پیش کی تھی اُس نے اُس پر حیرت انگیز اثر کیا۔ اور اُسے ایک نیک دل اور شریف عورت بنا دیا تھا اب اُس کے دل میں صرف ایک تمنا تھی۔ کہ اپنے محبوب مارشل سے شادی کر کے اپنی بقیہ زندگی دنیا کے ہنگاموں، اور شورشوں سے الگ تھلگ کسی جنگل کی تنہائی میں گزار دے +

قیدخانہ سے نکل کر اُس نے اپنا رُخ جزیرہ ریوگیر کی طرف کیا۔ جس وقت وہ دریائے سین کے اُس کنارے پہنچی۔ جہاں سے کشتیاں جزیرے کو جاتی تھیں۔ تو وہاں کوئی کشتی موجود نہ تھی۔ تب وہ فیرٹ نامی ایک بڈھے ماہی گیر کی جھونپڑی میں گئی۔ جو قریب ہی رہتا اور بچپن سے اُسے جانتا تھا۔ اور اُس سے کشتی مانگی۔ فیرٹ نے جواب دیا۔ "آج سینٹ اوین میں کشتیوں کی دوڑ ہے۔ سب ملاح اس مقابلہ میں شریک ہونے گئے ہیں۔ میرا بیٹا بھی اپنی کشتی لے کر اُن کے ساتھ گیا ہے۔ اور یہاں ایک کشتی بھی موجود نہیں" +

لووے نے زمین پر زور سے پاؤں مارتے اور مٹھیاں تانتے ہوئے کہا "یہ کمبخت دوڑ بھی آج ہی ہونی تھی" +

"بیٹی۔ مجھے تمہارے لئے کشتی مہیا نہ کر سکنے کا اس لئے اور بھی افسوس ہے۔ کہ مارشل ——"

لووے نے فیرٹ کو گریبان سے پکڑتے ہوئے پوچھا۔ "جلد بتا۔ کیا مارشل بیمار ہے؟"

"ہاں۔ ہاں سخت بیمار ہے۔ آج صبح اُس کی بیوہ ماں سے میری ملاقات ہوئی۔ تو میں نے پوچھا کیا بات ہے۔ دو دن سے مارشل نظر نہیں آتا۔ اُس کی کشتی کنارے پر جوں کی توں بندھی ہے۔ شہر کو گیا ہوا ہے کیا؟ اس پر بڑھیا نے دیدے پھاڑ کر میری طرف دیکھا۔ اور جواب دیا۔ "وہ جزیرے ہی میں ہے۔ سخت بیمار ہے۔ بچنے کی اُمید نہیں ——"

اتنا سننا تھا کہ لووے میں ضبط کی تاب نہ رہی۔ اُس نے بڈھے ماہی گیر کی پوری بات بھی نہ سُنی۔ اور بے تحاشا دریائے سین کے کنارے کنارے بھاگ کھڑی ہوئی +

جزیرہ ریو یگر دریائے سین کے داہنے کنارے کی نسبت بائیں کنارے زیادہ نزدیک تھا میڈم سرافین فلوردی میری کو لے کر داہنے کنارے پر آئی تھی لیکن لووے بائیں کنارے پر تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ فلوردی میری کو کشتی پر سوار ہوتے نہ دیکھ سکی۔ اور نہ نکولس اور اُس کی بہن لووے کو دوڑتے ہوئے دیکھ سکے۔ لووے کا سانس پھولا ہوا تھا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ وہ دوڑتی دوڑتی اُس جگہ پہنچ کر تھم گئی۔ جہاں سے جزیرہ قریب تر تھا۔ دور سے اُسے مارشل کے مکان کی چھت نظر آئی۔ اور اُس کا دل بلیوں اُچھلنے لگا۔ معاً اُسے خیال آیا۔ کہ کچھ عجب نہیں۔ اس وقت میرا محبوب دم توڑ رہا ہو۔ اس خیال کا آنا تھا۔ کہ اُس نے ایک وحشیانہ چیخ ماری۔ اور اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے۔ اور دریا میں کود پڑی۔ اور تند موجوں کو اپنی پوری قوت سے چیرتی ہوئی تیرنے لگی +

اس وقت وہ شخص جو اس کو پریشانی کے عالم میں بے تحاشا دوڑتا دیکھ کر اُس کے

پیچھے پیچھے ہو لئے تھے۔ کنارے سے کچھ فاصلے پر کھڑے اس انتہائی جرأت و بہادری کے نظارے کو نہایت تحسین و آفرین کی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک کونٹ سینٹ ریمی تھا۔ اور دوسرا ڈاکٹر گرفن، جس وقت جزیرہ دو چار ہاتھ کے فاصلے پر رہ گیا۔ تو یکایک لوسے کو درد و کرب کی ایک خوفناک چیخ سنائی دی۔ اور اس کے جسم میں کپکپی سی پیدا ہو گئی۔ وہ تیرتے تیرتے تھم گئی اور آواز پر کان لگا دئے۔ لمحہ بھر کے بعد ایک اور چیخ سنائی دی۔ جو پہلی سے ہلکی اور مختلف تھی۔ لوسے کو ایسا معلوم ہوا جیسے اس کے محبوب مارشل نے چیخ ماری ہے۔ چنانچہ وہ پوری طاقت سے ہاتھ پاؤں مارتی ہوئی اس طرف تیرنے لگی۔ جدھر سے یہ چیخیں سنائی دی تھیں۔ تھوڑی دیر تیرنے کے بعد اس نے ایک نوجوان لڑکی کی لاش دریا کی موجوں پر تیرتے ہوئے دیکھی۔ اس نے جھٹ بڑھ کر نہایت بہادری سے ایک ہاتھ سے اسے اوپر اٹھا لیا۔ اور دوسرے ہاتھ سے پانی کو چیرتی ہوئی جزیرے کی طرف لوٹی۔ جس وقت کنارے پر پہنچ کر اس نے لڑکی کی صورت دیکھی۔ تو اس کے منہ سے حیرت و استعجاب کی ایک چیخ نکل گئی۔ "ایں ژوالیز میری محسنہ۔ مجھے نیکی کے رستے پر ڈالنے والی۔ میری زندگی کو سنوارنے والی۔ یہ تیری لاش ہے لیکن نہیں نہیں۔ ابھی سانس چل رہا ہے۔ تو زندہ ہے۔ میں نے تجھے موت کے آغوش سے کھینچ لیا ہے"۔

اس کے کچھ لمحے بعد۔ پانی کے بہاؤ کے ساتھ بہتی ہوئی ایک عمر رسیدہ عورت کی لاش کنارے آ لگی۔ یہ میڈم سرافین تھی۔ اس کے دور اندیش آقا نے اپنے جرائم کی اس تنہا رازدار بڑھیا کو اپنے راستے سے دور کرنے کے لئے ژوالیز کے ساتھ اس کی موت کا حکم بھی دے رکھا تھا۔ اور نکولس نے اس کی التجاؤں کی پروا نہ کرتے ہوئے ژوالیز کے ساتھ اسے بھی غرقاب کر دیا تھا۔

ژوالیز کو اس حالت میں دیکھ کر لووے کے دل سے مارشل کا خیال محو ہو گیا تھا۔ جب اُس نے ژوالیز کا سانس چلتا دیکھا۔ تو اُسے کسی قدر اطمینان ہوا۔ اور اب اُس کا ذہن فوراً اپنے محبوب کی طرف گیا۔ اُس نے ژوالیز کو ایک بچّے کی طرح اپنے کندھے پر اُٹھا لیا۔ اور جزیرے کے اُس پھونس کے چھپر والے مکان کی طرف دوڑی۔ جس میں مارشل قید تھا۔ مکان کے دروازے پر قفل چڑھا تھا کیونکہ مارشل کی ماں۔ اس کا بھائی اور بہن میڈم سرافین اور ژوالیز کو ٹھکانے لگانے کے بعد فوراً پیرس روانہ ہو گئے تھے۔ جہاں اُنہیں۔ براس روگ کے ہاں پانچ بجے سے پہلے پہنچنا تھا۔ لووے نے ژوالیز کو گھاٹ کے پاس لٹا دیا اور آپ مکان کے قریب گئی۔ اُسے معلوم تھا کہ مارشل کی کوٹھری میں ایک کھڑکی ہے۔ جس کا رُخ باہر کی طرف ہے۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ کھڑکی کے پٹوں میں کیلیں ٹھونک کر اُسے باہر سے بند کر دیا گیا ہے۔ اُس کا ماتھا ٹھنکا۔ اب اُس نے تن۔ خوشیرنی کی طرح مکان کے گرد اگرد دوڑنا شروع کیا۔ کبھی دروازے پر لات مارتی۔ کبھی دیوار کو ڈھانے کی کوشش کرتی۔ اور بار بار چلا کر کہتی "مارشل۔ میرے محبوب۔ کیا تم اندر ہو؟"

یکایک مکان کے اندر سے ایک نحیف آواز سنائی دی۔ لووے کا جسم خوشی کے مارے کانپ اُٹھا۔ اور وہ چلا کر کہنے لگی۔ "میرا محبوب اندر ہی ہے۔ اُس نے میری آواز سُن لی ہے۔ ٹھہر جا پیارے تیری لووے ابھی تیرے پاس پہنچتی ہے"

یہ کہہ کر اُس نے دونوں ہاتھوں سے ایک شہتیر اُٹھا لیا۔ جو قریب ہی پڑا تھا۔ اور شہتیر کے ایک سرے سے زور زور سے کھڑکی پر ضربیں لگانی شروع کیں۔ آخر کھڑکی کے پٹ ٹوٹ گئے۔ دوسرے لمحے میں اُس کا محبوب اُس کے

پہلو میں تھا ۔

اس عرصے میں کونٹ سینٹ ریمی اور ڈاکٹر گرفن بھی کسی نہ کسی طرح کشتی مہیا کر کے آ پہنچے ۔ آدھ گھنٹہ بعد فلوردی میری کو جو ابھی تک بیہوش پڑی تھی ۔ ڈاکٹر گرفن کے ہاں پہنچا دیا گیا ۔ جہاں ڈاکٹر گرفن نے پوری توجہ سے اُس کا معائنہ کیا اور اُسے حرارت پہنچانے والی دوائیں پلائی گئیں ۔ مارشل کو جو دو دن تک بھوکا رہنے کی وجہ سے کمزور ہو گیا تھا ۔ طاقت کی دوا پلائی گئی ۔ اور وہ تھوڑی ہی دیر میں تندرست و توانا ہو کر پیرس چلا گیا ۔ لوسے ژوالیز کی تیمارداری کے لئے اُس کے پاس ہی رہی ۔

Taj Tahir Foundation

چوبیسواں باب

شبیہ

جس دن گذشتہ باب کے واقعات رونما ہوئے۔ اُسی روز سہ پہر کے وقت سارہ اپنے آراستہ و پیراستہ کمرے میں بیٹھی بڑی بے چینی سے شویت کا انتظار کر رہی تھی۔ روڈلف پر قبضہ جمانے کی ایک نئی تجویز اُس کے ذہن میں آئی تھی۔ اور وہ اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے بے تاب تھی۔ تجویز یہ تھی کہ روڈلف کی بیٹی کی جگہ جسے وہ مردہ سمجھے ہوئے تھا کسی یتیم لڑکی کو پیش کر کے اُسے زندہ ثابت کیا جائے۔ سارہ کی دھمکیوں کے باوجود وکیل فرینڈ نے اس سازش میں شریک ہونے سے انکار کر دیا تھا۔ یہی وجہ تھی۔ کہ اُسے اس کام میں شویت کی امداد کی ضرورت پڑی تھی۔ جس کی ملاقات کا انتظام اُس نے اپنے بھائی ٹام سیئن کی معرفت کیا تھا۔

جس وقت شویت سارہ کے کمرے میں پہنچا دی گئی۔ تو سارہ نے کہا:۔

"تم مجھے ایک یتیم لڑکی تلاش کر دو۔ جس کے ماں باپ اُس کی کم سنی ہی میں مر چکے ہوں۔ طبیعت دار اور ہنس مکھ ہو۔ صورت شکل کی بھی اچھی ہو۔ عمر سترہ سال سے زائد نہ ہو۔ ایسی لڑکیوں کا مل جانا کچھ مشکل بات نہیں"۔

شویت جھٹ بول اُٹھی "میڈم۔ آپ ژوالیز کو تو نہ بھولی ہوں گی۔ وہی لڑکی

جسے ہم آپ کے حکم کے مطابق بوکیوال کی فارم سے اُٹھا لائے تھے۔ اور جو اُس وقت سینٹ لزارے میں قید ہے۔ آج سے دس برس پہلے وکیل فرینڈ نے اُسے میرے سپرد کیا تھا۔ اور ہزار فرینک اس کا حق الخدمت دیا تھا۔ یہ سب معاملہ تورینین نامی ایک بدمعاش کی معرفت ہوا تھا۔ جوان دنوں روشفورٹ کے زندان میں ہے۔ یہی شخص اس لڑکی کو میرے پاس لایا تھا۔ اور کہا تھا۔ کہ اس لڑکی کے وارث چاہتے ہیں۔ کہ یہ مرے یا زندہ رہے۔ مگر اُن کے راستے سے ہٹ جائے۔ اُس وقت اُس لڑکی کی عمر چھ سال تھی"۔

فرینڈ کا نام سُن کر سارہ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوگئی۔ اُس کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ بولی "دس سال کی بات ہے نا؟ لڑکی بڑی گوری چٹی اور خوبصورت تھی نا؟ نیلی نیلی آنکھیں؟"

"ہاں۔ ہاں وہی"۔

سارہ دوزانو ہو کر بیٹھ گئی۔ اور ہاتھ اوپر کو اُٹھا کر کہنے لگی۔ "خدایا۔ کیا یہ ممکن ہے آہ۔ اگر یوں ہو سکتا۔ اگر یوں ہو جائے۔ تو کیا بڑی بات ہے"۔ اس کے بعد وہ یک لخت اُٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ جلدی سے دروازے کو مقفل کر دیا۔ اور ایک میز کا خانہ کھول کر اُس میں سے ایک آبنوسی صندوقچہ نکالا۔ اور اُسے کمرے کے وسط میں ایک تپائی پر رکھ دیا۔ اور شویت کو جو مبہوت کھڑی تھی قریب آنے کا اشارہ کیا۔ اس صندوقچہ میں نہایت بیش قیمت زیور اور جواہرات تھے۔ جن کی چمک دمک سے شویت کی آنکھوں میں چکاچوند ہونے لگی۔ سارہ بڑی بے تابی سے نکال نکال کر انہیں تپائی پر رکھتی جاتی تھی۔ آخر اُس نے ان جواہرات کے نیچے سے ایک خوبصورت اور قیمتی لاکٹ نکالا۔ اور کانپتے ہوئے ہاتھ سے اُسے شویت کو دیتے ہوئے کہا۔ ذرا اس شبیہ کو دیکھو"۔

شویت دیکھتے ہی چلّا اُٹھی۔ "یہ تو پیگویریت کی شبیہ ہے۔ جسے دس سال پہلے میرے سپرد کیا گیا تھا۔ بالکل وہی ناک نقشہ۔ وہی گھنے گھنگھریالے بال جنہیں میں نے فوراً کاٹ کر اچھے داموں بیچ ڈالا تھا"+

یہ معلوم ہونے پر کہ اُس کی بیٹی زندہ ہے۔ سارہ کے خون نے ذرا بھی جوش نہ مارا۔ نہ اس امر سے اُس کے دل پر کچھ چوٹ لگی۔ کہ اُس کی بیٹی نے کیسی بے بسی اور حرماں نصیبی کی زندگی بسر کی ہے+ اس سنگدل ماں کو اگر کسی بات سے خوشی ہوئی۔ تو اس سے۔ کہ اپنی بیٹی کو زندہ پاکر اُسے اپنی مدّت کی آرزوؤں کے بر آنے کی اُمید بنا رہ گئی+ روڈلف کو جب معلوم ہوگا۔ کہ وہ جس لڑکی کو بے کس اور مصیبت زدہ سمجھ کر اُس کی حمایت کرتا تھا۔ وہ دراصل اُسی کی بیٹی ہے۔ تو اُسے کس درجہ مسرّت ہوگی۔ اور پھر کیا عجب کہ بچھڑے ہوئے مل جائیں+ اس خیال کا آنا تھا۔ کہ سارہ کو ایک مملکت کا زرّیں تاج اپنے قدموں میں پڑا ہوا نظر آنے لگا+

شویت زر و جواہر کے اس خزانے کو جو بڑی بے پروائی سے تپائی پر بکھرا پڑا تھا بڑی للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ کمرے کا دروازہ مقفل تھا۔ باہر سے کسی کے آنے کی اُمید نہ تھی۔ اور اس خزانے کی نگراں صرف ایک کمزور اور نحیف عورت تھی۔ جو اپنے خیالوں میں کھوئی تھی+ شویت پر حرصِ زر غالب آگئی۔ اُس نے سارہ کی نظر بچا کر اپنی ٹوکری میں سے جسے وہ ہر وقت ساتھ رکھتی تھی خنجر نکالا۔ اور یک لخت کونٹس پر جھپٹ پڑی۔ بائیں ہاتھ سے اُس کا گلا دبایا۔ اور کوچ سے نیچے گرا کر داہنے ہاتھ سے اُس کی گدّی کے نیچے خنجر بھونک دیا+ یہ کام اسقدر سرعت سے عمل میں آیا۔ کہ کونٹس کے منہ سے چیخ تک نہ نکل سکی+ شویت نے جلد جلد جواہرات سمیٹ کر ٹوکری میں ڈالے۔ اور دروازے کا قفل کھول چپکے سے مکان سے نکل گئی+

براس روگ کے ہاں پہنچ کر جب وہ آخری سیڑھی سے اُتر رہی تھی۔ تو مارٹیلارڈ نے شرارت سے اُس کی گون کے دامن پر جو سیڑھیوں پر گھسٹتا آ رہا تھا۔ پاؤں رکھ دیا۔ شویت منہ کے بل گر پڑی۔ ٹوکری ہاتھ سے چھوٹ گئی اور اُس میں سے ایک سونے کی برلیں لٹ جس میں ہیرے موتی جڑے ہوئے تھے۔ نکل کر باہر زمین پر آ پڑی۔ گرنے میں شویت کے ہاتھ اور گھٹنے چھل گئے۔ مگر وہ جلدی سے اُٹھ بیٹھی۔ لپک کر زمین پر سے برلیں لٹ اُٹھالی اور اُسے پھر ٹوکری میں ڈال دیا۔ اس کے بعد وہ مارٹیلارڈ کی طرف جھپٹی۔ اور اُسے بالوں سے پکڑ کر اُس کے گال پر اس زور سے کاٹا۔ کہ خون بہنے لگا +

مارٹیلارڈ کے منہ سے آواز بھی نہ نکلی۔ اُس نے گال پر سے لہو پونچھ کر ہنستے ہوئے کہا۔ "شویت میرے گال کو اتنے زور سے پھر کبھی نہ چومنا" +

"شیطان تو نے میرے گون پر پاؤں رکھ کر مجھے کیوں گرایا؟"

"اچھی شویت میں نے جان بوجھ کر ایسا نہیں کیا۔ تمہارا مارٹیلارڈ تم سے ایسی ہی محبت رکھتا ہے۔ جیسی کتا اپنے مالک سے۔ پھر وہ تمہیں تکلیف پہنچانے کا کب روادار ہو سکتا ہے؟"

مارٹیلارڈ کی ان میٹھی باتوں سے شویت کا غصہ اُتر گیا۔ اور وہ بولی۔ "اچھا یہ تو بتا۔ تیرا باپ کہاں ہے؟"

"گھر میں ہے۔ کہو تو بلا لاؤں؟"

"ابھی نہیں۔ پہلے میں اپنے اندھے محبوب کی مزاج پرسی کر لوں۔ آ تو بھی میرے ہمراہ چل" +

مارٹیلارڈ نے ایک موم بتی جلائی۔ اور اُس کی دھندلی روشنی میں دونوں بلیڈنگ ہارٹ کے اُس تاریک تہہ خانہ میں اُترنے لگے۔ جہاں برگینڈ نے روڈلف کو

بند کیا تھا۔ جس وقت تہہ خانے کا دروازہ کھلا۔ تو اندر سے ایک نہایت ہیبت ناک چیخ سنائی دی۔ ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی وحشی درندہ بڑے زور سے غرّایا ہو۔ شویت نے چند سیڑھیاں اُتر کر زروجواہر سے بھری ہوئی ٹوکری سیڑھی کے نیچے ایک سوراخ میں چھپادی۔ اس کے بعد وہ بریگنڈ کو جس کی ٹانگ زنجیر سے بندھی ہوئی تھی۔ مخاطب کر کے کہنے لگی "میرے محبوب۔ تمہاری شویت تمہاری مزاج پُرسی کو آئی ہے"۔

بریگینڈ نے غصّے سے کانپتے ہوئے چلا کر کہا "بھوک سے میری جان پر بنی ہوئی ہے۔ مجھے جلد کچھ کھانے کو دے"۔

"میرے محبوب۔ بوکیوال کی فارم سے واپسی پر جب میں تیزاب سے ژوالیز کا چہرہ مسخ کرنا چاہتی تھی۔ اُس وقت اگر تم میری مخالفت نہ کرتے۔ تو یہ دن کاہے کو دیکھتے۔ کچھ دنوں سے تمہارے اطوار بہت بدل گئے تھے۔ اور مجھے ڈر تھا کہ کسی دن تم ہم سب کو ——"

شویت یہیں تک کہنے پائی تھی۔ کہ پیچھے سے ٹارٹیلارڈ نے اسے پوری طاقت سے اس زور کا دھکا دیا۔ کہ وہ سیڑھیوں پر لڑھکتی ہوئی تہہ خانہ میں اُس جگہ جا گری جہاں بریگینڈ بندھا ہوا تھا۔ ٹارٹیلارڈ نے قہقہہ لگا کر کہا "بھوکے بھیڑیے۔ لے میں نے تیرے پاس شکار بھیجا ہے۔ اسے چٹ کر جا"۔ یہ کہہ کر اُس نے سیڑھیوں کے سوراخ میں سے شویت کی ٹوکری نکال لی۔ جس میں اُس نے شویت کو زیور چھپاتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ پھر بولا "شویت۔ اس دفعہ تو میرے کلّے پر نہ کاٹ سکے گی۔ ٹارٹیلارڈ اپنا انتقام کبھی نہیں بھولتا۔ جُڑیل میرے کلّے سے ابھی تک خون بہ رہا ہے"۔

بریگینڈ نے دیوانہ وار چیختے ہوئے کہا "شویت اب تو میرے قبضے میں ہے میری تمنا بر آئی۔ لے فائدہ زور کیوں لگا رہی ہے۔ تو میرے چنگل سے نکل کر نہیں

جاسکتی ؛"

ٹارٹیلارڈ نے اوپر کی سیڑھی پر سے تالیاں بجاتے ہوئے کہا۔ "آہا ہا ہا! کھیل شروع ہوگیا"؛

اب برگینڈ نے کسی قدر متانت سے کہنا شروع کیا۔ "میں تجھ سے چند باتیں کہنا چاہتا ہوں۔ غور سے سُن۔ تو نے مجھے سوتے میں زنجیروں سے جکڑا۔ اور اس تہ خانے میں بند کر دیا۔ کئی کئی دن بھوکا رکھا۔ اس تہ خانہ کی قیامت کی ٹھنڈ سے میری رگوں میں خون جم گیا۔ تیرا خیال تھا۔ کہ ان اذیتوں سے یہ مر جائے گا۔ اور شاید میں مر بھی جاتا۔ مگر تجھ سے انتقام لینے کی تمنّا نے مجھے اب تک زندہ رکھا ہے"؛

ٹارٹیلارڈ نے سیڑھیوں پر سے تالیاں بجاتے ہوئے کہا۔ "واہ اندھے بھیڑیے واہ۔ تم اپنا پارٹ خوب ادا کر رہے ہو؟"

"جس شخص نے مجھے اندھا بنایا تھا۔ اُس نے کہا تھا۔ مضبوط سے مضبوط اور توانا سے توانا انسان بھی تیرے سامنے تھرّا اُٹھتے تھے۔ لیکن اب تو کمزور سے کمزور اور نحیف سے نحیف انسان کے مقابلے میں بھی کانپ اُٹھا کرے گا۔ وہ تجھ سے یوں کھیلا کریں گے جس طرح بچّے اپنے کھلونوں سے کھیلتے ہیں"۔ اور یہی ہُوا ہے۔ اُس نے کہا تھا۔ "ایک دن آئے گا۔ کہ توبہ و استغفار میں تیرے آنسو ختم ہو جائیں گے۔ اور جن ہاتھوں نے بے گناہوں کا گلا کاٹا تھا۔ وہ بار بار دعا کے لئے اُٹھا کریں گے"؛ اور یہ دن آپہنچا ہے"؛

یہ کہتے کہتے برگینڈ کی آواز بھرّا گئی۔ اور اُس کی گرفت خود بخود ڈھیلی پڑ گئی۔ شیت ایسے ہی موقع کی منتظر تھی۔ چپکے سے خنجر نکال برگینڈ کے شانے میں بھونک دیا۔ برگینڈ کے منہ سے یکبارگی درد و کرب کی چیخ نکلی۔ جذبۂ انتقام یک لخت عود کر آیا۔ غیظ سے کانپتے ہوئے بولا۔ "ناگن تو مجھے ڈس کر کہاں جاتی ہے۔ میں تیرا سر کچل ڈالوں گا"۔

یہ کہہ کر وہ بڑی تندی کے ساتھ شویت کی طرف جھپٹا۔ "میرے اردگرد بے گناہ معصوموں کی روحیں کھڑی ہیں۔ اور تجھ سے انتقام لینے کے لئے مجھ سے فریاد کر رہی ہیں۔ اُن کے چہروں پر زردی چھائی ہے۔ اور اُن کے جسموں سے خون بہ رہا ہے تو کانپتی ہے۔ میرے چنگل سے نکلنے کی جدوجہد کرتی ہے۔ اطمینان رکھ تو انہیں نہ دیکھ سکے گی۔ میں تجھے اپنی طرح اندھا بنا دوں گا۔ اور پھر ہم دونوں کی خوب گذرے گی" یہ کہہ کر بریگینڈ نے ایک مہیب قہقہہ لگایا +

شویت نے اپنے تئیں بے دست و پا پاکر اس درجہ وحشیانہ اور دہشتناک چیخ ماری۔ کہ ٹارٹیلارڈ جو سیڑھیوں پر بیٹھا اس خوفناک تماشے کو نہایت دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔ یکایک گھبرا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ بریگینڈ نے کہا "شویت۔ گا۔ گا۔ اپنی موت کا راگ گا۔ تو خوش قسمت ہے۔ کہ اُن مظلوموں کی روحوں کو جنہیں ہم دونوں نے قتل کرنا بود کیا۔ نہیں دیکھ رہی لیکن میں انہیں دیکھ رہا ہوں۔ وہ میرے قریب آ رہے ہیں۔ لے اُن کے جسم میرے جسم سے آ لگے۔ آہ برف کی طرح ٹھنڈے جسم" +

اندھیرے میں شویت اور بریگینڈ کی چیخیں یوں سنائی دینے لگیں۔ گویا دو وحشی درندے ایک دوسرے کو پھاڑ کھانے کو ہیں۔ اس کے بعد اس قسم کی آوازیں آئیں۔ جیسے کوئی ہڈیوں کا ڈھانچہ زور زور سے زمین پر پٹکا جا رہا ہے۔ اور پے در پے ہڈیوں کے ٹوٹنے کی آوازیں پیدا ہو رہی ہیں۔ ایک دو انتہائی درد و کرب کی موت کی چیخیں سنائی دیں۔ اور پھر اس تہ خانہ پر سناٹا چھا گیا +

چند لمحوں کے بعد بھاری بھاری قدموں کی آہٹ نے اس خاموشی کو توڑ ڈالا۔ تہ خانے کے دروازے پر بہت سی روشنیاں جھلملاتی ہوئی نظر آئیں۔ اور ایک لمحہ کے اندر پولیس کے سپاہیوں نے جن کا افسر بورل تھا۔ تہ خانہ کا محاصرہ کر لیا۔ ٹارٹیلارڈ جو شویت کی ٹوکری تھامے تہ خانہ کی سیڑھیوں پر سہما ہوا کھڑا تھا۔ گرفتار کر لیا گیا جس

وقت سپاہی تہہ خانہ میں اُترے تو برقی لیمپوں کی روشنی میں اُنہیں ایسا مہیب منظر نظر آیا۔ کہ وہ ٹھٹک کر رہ گئے۔ تہ خانہ کے وسط میں ایک بہت بھاری پتھر پڑا تھا۔ جس کے ساتھ برگینڈ کی ٹانگ زنجیر سے بندھی ہوئی تھی۔ برگینڈ کی صورت دیکھنے سے ڈر معلوم ہوتا تھا۔ اُس کے سر کے بال بے حد پریشان اور اُلجھے ہوئے تھے۔ بڑھی ہوئی ڈاڑھی خون سے تر بتر تھی۔ مُنہ سے جھاگ اُڑ رہا تھا۔ نتھنے کسی خونخوار سانڈ کی طرح پھولے ہوئے تھے۔ کپڑوں کی دھجیاں اُڑ گئی تھیں۔ اُسے دیکھ کر کسی کو یقین نہ آسکتا تھا۔ کہ اُس نے یہ خوفناک جرم بقائمی ہوش وحواس کیا ہے۔ اُس کے قدموں میں شوریت کی نعش کے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔ سپاہیوں کو اُس پر قابو حاصل کرنے اور شوریت کی نعش کے ٹکڑوں کو جنہیں وہ چھوڑنے پر کسی طرح آمادہ نہ تھا۔ اُس سے چھیننے میں بہت جدوجہد کرنی پڑی۔ تھوڑی دیر کی تلاش کے بعد سپاہیوں کو ایک اور تہہ خانہ کا دروازہ نظر آیا۔ جب اس کو کھولا گیا تو اندر سے نکولس اُس کی ماں اور بہن اور براس روگ برآمد ہوئے۔ یہ چاروں ہتھیاروں سے لیس تھے۔ اور عین اُس وقت گرفتار کر لئے گئے۔ جبکہ وہ ساہوکار بڑھیا میڈم میتھیوسے کے قتل کا اقدام کر رہے تھے +

جس وقت براس روگ کو ہتھکڑی پہنائی گئی۔ تو وہ دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ بار بار اپنے بیٹے ٹارٹیلارڈ سے گلے ملتا۔ اور کہتا۔ "پیارے بچے۔ مجھے تجھ سے جدا کیا جا رہا ہے۔ آہ۔ یہ جدائی میری برداشت سے باہر ہے" +

ٹارٹیلارڈ پر اپنے باپ کی اس شفقت و محبت کا کچھ اثر نہ ہوتا تھا۔ کیونکہ وہ اس کی مکاری سے خوب واقف تھا۔ جانتا تھا۔ کہ یوں عورتوں کی طرح ٹسوے بہانے سے اُس کے باپ کا مقصد محض یہ ہے۔ کہ پولیس کی ہمدردی حاصل ہو جائے۔

پولیس افسر بورل اپنی کامیابی پر پھولا نہ سماتا تھا۔ وہ کئی دن سے کلال خانہ

بلیڈنگ ہارٹ پر چھاپہ مارنے کا ارادہ کر رہا تھا۔ اور اس کام کے لئے آج کا دن مقرر کرنا اپنی خوش قسمتی پر محمول سمجھتا تھا۔ وہ تصوّر ہی تصوّر میں اس لمحہ کے مزے لے رہا تھا۔ جبکہ پیرس کے لوگوں کو ایسے خوفناک مجرموں سے نجات دلانے کا سہرہ اُس کے سر باندھا جائے گا +

تھوڑی دیر بعد براس روگ اور نکولس پولیس کی لاری میں سوار کر کے قید خانہ لافورس میں بھیج دئے گئے۔ برگینڈ کو پاگل خانے میں بھیج دیا گیا۔ مارشل کی ماں اور بہن کو سینٹ لزارے میں بند کر دیا گیا۔ اور مارٹیلارڈ کو بچوں کے قید خانے میں داخل کر دیا گیا +

Taj Tahir Foundation

پچیسواں باب

نہ سُلجھ سکنے والی گتھیاں

میڈم سرافین کی غرقابی - شویت کی موت اور براس روگ اور دوسرے بدمعاشوں اور قاتلوں کی گرفتاری کے چند روز بعد روڈلف مکان واقع روداٹمپل میں گیا - سسلی جسے روڈلف نے جرمنی کے قید خانہ سے بلوایا تھا - پیرس پہنچ چکی تھی - اور روڈلف کے مشیر بیرن ڈی گراؤن نے اُسے تمام امور سے پوری طرح آگاہ کر دیا تھا - کہ پیرس میں اُس کے آنے کی غرض و غایت کیا ہے - اور اُسے یہاں کیا کام سرانجام دینا ہوگا + جس روز میڈم سرافین غرق کر دی جاتی ہے - اُسی روز صبح کو میڈم پیلٹ نے اُس سے مل کر سسلی کی سفارش کی تھی - کہ جرمنی سے میری ایک بھتیجی آئی ہے - اور آج کل بیکار ہے اگر تم اُسے لوئیسہ مورل کی جگہ وکیل کے ہاں ملازم کرا دو - تو تمہارا یہ احسان عمر بھر نہ بھولوں گی + میڈم سرافین کو خود ایک لڑکی کی تلاش تھی - چنانچہ جب اسے معلوم ہوا - کہ لڑکی یتیم اور بے حد قبول صورت ہے - تو وہ دل ہی دل میں خوش ہوئی - اور میڈم پیلٹ کو یقین دلایا - کہ میں آج ہی جا کر مسٹر فرینڈ سے اس کا ذکر کروں گی +

اگلے روز شام کو میڈم پیلٹ سسلی کو لے کر وکیل کے ہاں پہنچی - وکیل سسلی کے حسن و جمال کو دیکھ کر دنگ رہ گیا - اور دل ہی دل میں اپنی خوش بختی پر پھولا نہ سمایا -

کہ ایسا شکار ہاتھ آنے کو ہے۔ مگر حسب عادت ظاہر میں میڈم پیلٹ اور سسلی سے بڑی سرد مہری سے پیش آیا۔ اور آخر کسی قدر پس و پیش کے بعد اُسے ملازم رکھنے پر رضامند ہو گیا +

جب روڈلف کو یہ حالات معلوم ہو گئے۔ تو اسے اس کامیابی پر بڑی خوشی ہوئی۔ اور اُس نے میڈم پیلٹ سے کہا۔ "میڈم میں نے وعدہ کیا تھا۔ کہ اگر آپ سسلی کو وکیل کے ہاں ملازمت دلانے میں کامیاب ہو گئیں۔ تو میں سو فرینک آپ کی نذر کروں گا۔ چنانچہ لیجئے۔ میں یہ حقیر رقم پیش کرتا ہوں" میڈم پیلٹ نے کسی قدر تامل کے بعد رقم قبول کر لی۔ اور روڈلف کا بے حد شکریہ ادا کیا

اس کے بعد کچھ دیر اور میڈم پیلٹ سے بات چیت ہوتی رہی۔ جس کے دوران میں اُس نے میڈم سرافین اور شویت کی موت اور براس روگ اور اُس کے بیٹے مارٹیلارڈ۔ اور پیرس کے دوسرے بڑے بڑے بدمعاشوں اور قاتلوں کی گرفتاری کا حال تفصیل سے سنایا + روڈلف نے دل میں کہا "فلورنی میری آخر کار تیرا انتقام لے لیا گیا" +

جب روڈلف میڈم پیلٹ کے کمرے سے نکلا۔ تو اُس کی ٹد بھیڑ رگولیت سے ہوئی۔ جس کے چہرے سے بے حد حزن و ملال ٹپک رہا تھا۔ وہ روڈلف کو دیکھتے ہی چلا اُٹھی۔ "مسٹر روڈلف شکر ہے آپ مل گئے۔ مجھے آپ سے بہت کچھ کہنا ہے"

"پہلے یہ تو بتاؤ۔ تمہارا مزاج کیسا ہے۔ ایں تمہارے چہرے پر یہ زردی کیوں چھائی ہے؟"

"آہ مسٹر روڈلف۔ میں بہت غمزدہ ہوں۔ مجھ سے جرمین کی تکلیف دیکھی نہیں جاتی" یہ کہتے کہتے اُس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھوں میں آنسو جھلکنے لگے۔

"سب سے زیادہ جس بات کا مجھے غم ہے۔ وہ یہ ہے کہ کہیں قید خانہ میں اُسے دوسرے قیدیوں کے ہاتھوں کچھ ضرر نہ پہنچ جائے۔ پچھلی دفعہ جب میں اُس کی ملاقات کو گئی۔ تو قید خانہ کے داروغہ نے جو بہت نیک دل انسان ہے۔ مجھ سے کہا۔ کہ جرمین کو سمجھاؤ وہ دوسرے قیدیوں کے ساتھ گھل مل کر رہے۔ اور سب کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آئے۔ وہ تمام قیدیوں کو حقیر سمجھ کر کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا۔ اس سے ڈر ہے۔ کہ کوئی قیدی تاؤ کھا کر اُس کو نقصان نہ پہنچا بیٹھے۔ وہ سب قیدی اُس سے بہت زیادہ طاقتور ہیں۔ آہ مسٹر روڈلف جب سے میں نے داروغہ کی یہ بات سنی ہے۔ دن رات اسی کا فکر لگا رہتا ہے"

"تم کسی بات کا فکر نہ کرو۔ خدا نے چاہا تو تمہارا جرمین بہت جلد تم سے آ ملے گا"

یکایک رگولیت نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا "ایلو۔ میں ژوالیز کے متعلق تو آپ کو بتانا ہی بھول گئی"

"ژوالیز کے متعلق؟"

"پچھلی دفعہ جب میں لوئیسہ سے ملاقات کرنے سینٹ لزارے میں گئی۔ تو وہاں میری اُس سے مڈبھیڑ ہوئی"

"سینٹ لزارے میں؟ یہ کیونکہ ہو سکتا ہے؟"

"یقین جانئے۔ یہ وہی تھی"

"وہ مجھے خبر دئے بغیر پیرس چلی آئے! یہ ناممکن ہے۔ اور وہ سینٹ لزارے کیا کرنے گئی تھی؟"

"میری طرح وہ بھی کسی قیدی کی ملاقات کو آئی تھی۔ اُس کے ساتھ ایک بڑے چڑچڑے مزاج کی بڑھیا تھی۔ اور اُس نے چلنے کی ایسی توائی ڈال

رکھی تھی۔ کہ میں اُس سے زیادہ باتیں بھی نہ کر سکی۔ تو کیا آپ ژوالیز کو جانتے ہیں؟"

"بخوبی"

"تو بس وہ آپ ہی کا ذکر کر رہی تھی۔ جب میں نے اُسے لوئیسہ اور جرمین کے دردناک حالات سُنا لئے۔ تو وہ بڑی متاثر ہوئی اور کہنے لگی۔ کہ میں ایک نہایت شریف اور نیک دل شخص کو جانتی ہوں۔ اگر اُس سے ان دونوں بے گناہوں کے لئے امداد طلب کی جائے تو یقیناً وہ امداد سے منہ نہ موڑے گا۔ کیونکہ بے کسوں اور بے گناہوں کی حمایت کرنا اُس کا مقصد زندگی ہے"۔

روڈلف کو اب اس امر میں کسی قسم کا شبہ نہ رہا۔ کہ سینٹ لزار سے میں رگولیت کی جس لڑکی سے ملاقات ہوئی۔ وہ ژوالیز ہی تھی۔ مگر اُسے اس بات پر بے حد حیرت تھی۔ کہ میڈم جارجس نے اُسے اطلاع دیئے بغیر فلوردی میری کو پیرس کیوں آنے دیا۔ یا وہ خود اُسے پیرس کیوں لائی۔ چند لمحے ان ہی خیالات میں محو رہنے کے بعد روڈلف نے پوچھا "کہو مورل کے بیوی بچوں کا کیا حال ہے؟"

"اُن کی حالت پہلے سے بہت بہتر ہے۔ مورل کی بیوی تندرست ہو گئی ہے سب بچے روز بروز تندرست و توانا ہو رہے ہیں۔ اچھے سا اچھا کھانے کو ملتا ہے سب ہنستے بولتے اور آپ کو دعائیں دیتے ہیں"۔

"اور مورل کی بھی کچھ خبر آئی؟"

"اُس کی حالت پہلے سے بہت اچھی ہے۔ ڈاکٹروں کو پورا یقین ہے۔ کہ اُس کا پاگل پن جلد دور ہو جائے گا"۔

جب روڈلف گھر پہنچا۔ تو مرفی نے اُسے دو خط دیئے۔ ایک کلیمنس واہارویل کی طرف سے تھا۔ جس میں لکھا تھا:۔

"میں سینٹ لزارے کی قیدی عورتوں کو دیکھنے گئی تھی۔ وہاں زوالیز نامی ایک مصیبت زدہ کے حالات سُن کر میں بے حد متاثر ہوئی۔ مجھے معلوم ہوا۔ کہ اس لڑکی سے آپ کو بھی دلچسپی ہے۔ اس لڑکی کی شیریں کلامی اور نیک دلی و پارسائی کی وجہ سے تمام قیدی اور دوسری عورتیں اُس کی عزت کرتی ہیں۔ میری آپ سے التجا ہے۔ کہ اس لڑکی کو جلد قید سے رہائی دلوائیے۔ وہ آپ کو بتلائے گی۔ کہ اُسے اس گھر سے جہاں اُسے آپ نے رکھا تھا۔ کس فریب سے پیرس لایا۔ اور اس قید خانہ میں ڈالا گیا ہے"۔

مرفی نے حیرانی سے پوچھا۔ "تو کیا زوالیز بوکیوال کی فارم میں نہیں ہے؟"

"عجیب بات ہے۔ مجھے ابھی ابھی معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ سینٹ لزارے میں ایک قیدی کی ملاقات کو گئی۔ اور قید خانے کے باہر اپنی ایک سہیلی سے باتیں کرتی رہی تھی۔ میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا۔ کہ اصل واقعہ کیا ہے۔ اس باب میں میڈم جارجس کی خاموشی اور بھی پریشان کن ہے آہ۔ غریب زوالیز نہ جانے تجھ پر کون سی نئی آفت نازل ہوئی! ایک آدمی کو گھوڑے پر سوار کر کے ابھی میڈم جارجس کے پاس بھیجو۔ اور اُس کو یہاں بُلوالو۔ بیرن ڈی گراؤن سے کہو۔ کہ وہ میرے لئے سینٹ لزارے میں داخلہ کی اجازت حاصل کرے۔ میڈم داہارڈیل کے خط سے ظاہر ہوتا ہے کہ زوالیز ابھی تک قید خانے میں ہے۔ اس کے برعکس رگولیت کہتی ہے۔ کہ اُس نے اُسے ایک بڑھیا کے ہمراہ قید خانہ کے باہر دیکھا۔ اور اُس سے باتیں کیں۔ یہ بڑھیا کہیں میڈم جارجس ہی تو نہیں؟ اگر وہ نہیں۔ تو پھر اور کون ہو سکتی ہے۔ اور اس وقت زوالیز کہاں ہے؟"

"مائی لارڈ صبر کیجئے۔ شام سے پہلے پہلے یہ تمام گتھیاں سلجھ جائیں گی۔ اور ہاں آپ نے یہ بھی سُنا۔ کہ وہ بدمعاش پولڈوری جو ایک عرصہ سے روپوش تھا۔ آجکل

پیرس میں ہے۔ معلوم ہوا ہے۔ کہ وہ آپ کے روبرو اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا اور اپنے تئیں آپ کے رحم پر چھوڑنا چاہتا ہے"۔

"مجھے اُس کی صورت سے نفرت ہے۔ آہ۔ اس بدمعاش نے مجھے تباہ کر دینے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ میں ——"

روڈلف فقرہ ختم نہ کر سکا۔ اور اپنے دلی جذبات چھپانے کے لئے اُس نے مُنہ دوسری طرف پھیر لیا۔ اور دوسرا خط کھول کر پڑھنے لگا۔ یکایک پڑھتے پڑھتے چلّا اُٹھا۔ "یہ خط میڈم جارجس کی طرف سے ہے۔ لکھا ہے۔ کہ کچھ عرصہ ہوا ایک دن فلوردی میری یکایک فارم سے غائب ہوگئی۔ میں آپ کو اس کی اطلاع دینے ہی کو تھی۔ کہ اُسی دن شام کو ایک شخص گھوڑے پر سوار ہو کر آیا۔ اور اپنے تئیں آپ کا قاصد بتا کے کہا۔ کہ مسٹر روڈلف کہتے ہیں۔ تم فلوردی میری کے یکایک غائب ہو جانے سے فکرمند نہ ہونا۔ وہ چند روز میں تمہارے پاس واپس پہنچ جائے گی۔ مگر وہ الیزا ابھی تک واپس نہیں آئی۔ اسی لئے میں آپ کو یہ خط لکھ رہی ہوں"۔

مرفی نے کہا۔ "مائی لارڈ۔ خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ تو اس سازش میں ضرور کونٹس سارہ کا ہاتھ ہے"۔

"تمہیں کیونکر خیال ہوا؟"

"میڈم داہارویل کو ذلیل و رسوا کرنے کی سازش بھی تو کونٹس ہی کی تھی۔ ذرا اس سے اس کا مقابلہ تو کیجئے"۔

"تمہارا خیال درست ہے۔ اس بے وقوف عورت کے دماغ میں یہ بات سما گئی ہے۔ کہ مجھے جن جن ہستیوں سے کسی قسم کا لگاؤ یا اُنس ہے۔ اگر اُنہیں میرے راستے سے ہٹا دیا جائے۔ تو میں آپ سے آپ اُس کی طرف کھنچ جاؤں گا۔ لیکن اب اُس کے اعمال حد سے بڑھتے جاتے ہیں۔ اور ان کا ایک دم خاتمہ ہونا چاہئے۔ وہ اپنے

ان کرتوتوں سے نہ صرف مجھی کو دُکھ پہنچاتی ہے۔ بلکہ اُن بے گناہ اور معصوم ہستیوں پر بھی تباہی لاتی ہے۔ جو ہر طرح رحم اور شفقت کی مستحق ہیں۔ بیرن ڈی گراؤن سے کہو کہ وہ اسی وقت کونٹس سارہ کے ہاں جائے۔ اور اُس سے کہے کہ اگر وہ شرافت سے فلوردی میری کا پتہ بتائی ہے تو بتائے۔ ورنہ میں عدالت میں اُس کے خلاف فلوردی میری کے اغواء یا مجرمانہ دعویٰ دائر کرتا ہوں"۔

"میں ابھی جاکر بیرن ڈی گراؤن کو اُس کی طرف بھیجتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے اگر آپ کی اجازت ہو تو یہ خط بھی آپ کو سنا دوں۔ یہ مارسیلز سے آیا ہے۔ اور اُس شخص نے بھیجا ہے۔ جس سے میں نے تسرینور کی سفارش کی تھی۔ کہ اُسے سہولت کے ساتھ الجیریا پہنچا دے"۔

"تو کیا وہ الجیریا پہنچ گیا؟"

"نہیں وہ الجیریا جانے والے جہاز کے انتظار میں کئی دن مارسیلز ٹھہرا رہا۔ مگر وہ ہر روز پہلے سے زیادہ اُداس اور پریشان نظر آتا تھا۔ آخر ایک دن اچانک اُس نے الجیریا جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور پیرس لوٹنے پر آمادہ ہو گیا"۔

"عجیب بات ہے"۔

"جس شخص کے سپرد میں نے اُسے کیا۔ گو اُس نے اُس کے اخراجات کے لئے نہایت معقول رقم پیش کی۔ مگر اُس نے صرف اسی قدر روپیہ لیا۔ جس سے وہ پیرس پہنچ جائے۔ بس آج کل میں وہ آیا ہی چاہتا ہے"۔

"خیر دیکھا جائے گا۔ اب تم بیرن ڈی گراؤن کو جلد کونٹس سارہ کے ہاں بھیجو۔ اور سینٹ لزار سے میں فلوردی میری کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے خود جاؤ"۔

ایک گھنٹہ بعد بیرن ڈی گراؤن سارہ کے ہاں سے بوکھلایا ہوا واپس آیا۔ روڈلف نے پوچھا۔ "مائی ڈیر بیرن۔ تم پریشان کیوں ہو۔ خیر تو ہے؟"

"مائی لارڈ۔ کونٹس سارہ پر کسی نے خنجر سے حملہ کر دیا"۔

"مر گئی؟"

"نہیں؟ لیکن حالت بہت نازک ہے"۔

"کچھ معلوم ہوا یہ حملہ کرنے والا کون تھا؟"

"جی نہیں۔ شاید کوئی چور تھا۔ کیونکہ بہت سے قیمتی جواہرات بھی چرائے گئے ہیں"۔

اتنے میں مرفی بھی سیٹ لزارے سے واپس آگیا۔ روڈلف نے اُس سے کہا۔ "لو اور سنو۔ کونٹس سارہ کو کسی نے خنجر سے گھائل کر دیا۔ اُس کی حالت نازک ہے۔ ہاں کہو۔ ژدالیز کے متعلق کیا خبر لائے؟"

"وہ رہا کر دی گئی ہے۔ اور سب لوگ یہی سمجھتے ہیں۔ کہ میڈم واہارویل کی سفارش سے اُسے رہائی ملی ہے"۔

"یہ کیونکر ہو سکتا ہے! لیڈی واہارویل تو اُلٹا مجھی سے اُس کی رہائی کی سفارش کر رہی ہے"۔

"لیکن اس میں تو کوئی شبہ نہیں۔ کہ ایک بڑھیا جو وضع قطع سے شریف معلوم ہوتی تھی۔ آکر اُسے قید خانہ سے لے گئی ہے"۔

"رگولیت کا بھی یہی بیان ہے۔ لیکن وہ بڑھیا کون تھی۔ اور اُسے کہاں لے گئی؟ صرف کونٹس سارہ اس امر پر روشنی ڈال سکتی ہے۔ لیکن اس وقت اُس کی جان پر بنی ہوئی ہے۔ مائی ڈیر بیرن مقدور بھر کوشش کر کے اُس شخص کا کھوج لگائیے۔ جس نے فلوریدی میری کو رہائی دلوائی۔ پھر سب گتھیاں آپ سے آپ سلجھ جائینگی"۔

چھبیسواں باب

ایک فتنہ گر حسینہ

رات کا وقت تھا۔ فرینڈ کے مکان پر خاموشی چھائی تھی۔ جسے ہوا کی سرسراہٹ کبھی کبھی توڑ دیتی تھی۔ مکان کی پہلی منزل میں ایک کمرا جو خوابگاہ کا کام دیتا تھا۔ نہایت تکلف سے آراستہ و پیراستہ تھا۔ اس کی دیواروں پر نہایت قیمتی مشجر پردے لٹکے ہوئے تھے۔ اور فرش پر ایک بیش قیمت قالین بچھا تھا۔ اس کمرے میں غیر معمولی بات یہ تھی۔ کہ اس کے دروازے کے درمیان جو نہایت مضبوطی سے بند تھا۔ پانچ انچ مربع ایک دریچہ سا بنا ہوا تھا۔ جو باہر سے کھلتا تھا۔ دروازے کے عین بالمقابل ایک خوشبوؤں میں بسی ہوئی سیج پر سلی یونان قدیم کی کسی شاہد بازاری کی طرح سولہ سنگھار کئے بڑی تمکنت کے ساتھ دراز تھی۔ اور سامنے کے قد آدم آئینہ میں اپنے حسن زاہد فریب کو دیکھنے میں خود محو تھی۔

سلی کو بیرن ڈی گراؤن سے لوئیسہ کا المناک انجام معلوم ہو گیا تھا۔ اور وہ یہ بھی جانتی تھی۔ کہ وکیل نے اُسے اپنی ہوس کاری کا شکار بنانے کے لئے کیا ذرائع اختیار کئے تھے۔ چنانچہ وکیل کے ہاں آنے کے پہلے ہی روز اُس نے علیحدگی میں اُس سے کہا۔ کہ "رات کو مجھے چوروں کا بہت ڈر رہتا ہے۔ آپ نے جو کمرا میرے رہنے کو دیا ہے۔ اُس کے دروازے میں نہ چٹخنی ہے۔ نہ تالا۔ اس لئے

میں آج کی رات کرسی پر بیٹھ کر کاٹوں گی لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ میں بزدل ہوں۔ نہیں۔ اگر کبھی ایسا وقت آجائے۔ تو میں اُن کا مقابلہ کرنے سے ذرا نہ ہچکچاؤں"۔

وکیل نے پوچھا۔ "خالی ہاتھ مقابلہ کروگی؟"

"نہیں۔ یہ جو ہے" یہ کہہ کر سسلی نے اپنے لباس میں سے ایک نہایت تیز دھار کا خنجر نکالا۔ جس کا پھل پارے کی طرح چمک رہا تھا۔ فرینڈ سسلی کی پہلی ہی نگاہ میں متاع ہوش کھو بیٹھا تھا۔ اُس کی اس ادائے دلبری پر اور بھی والہ و شیفتہ ہو گیا۔ مگر اپنے وقار کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ اور حسب عادت نہایت درشتی سے اُس سے پیش آیا۔ تاکہ سسلی کے دل میں کسی قسم کا شبہ پیدا نہ ہو۔ اُس کے بھیودہ خوف پر ملامت کی۔ مگر ساتھ ہی وعدہ کیا۔ کہ آج کی رات تو کاٹو کل اس دروازے میں چٹخنی اور تالا لگوا دیا جائے گا۔

دوسرے دن صبح کو وکیل سسلی کو یہ بتانے آیا۔ کہ تمہیں یہاں کیا کام انجام دینے ہوں گے۔ سسلی ایک ہی نظر میں بھانپ گئی تھی۔ کہ وکیل پر اُس کے حسن کا جادو چل چکا ہے۔ چنانچہ اُس نے یک لخت اپنا انداز گفتگو بدل کر نہایت بیباکی سے کہا۔ "ذرا میری صورت دیکھ کر بتاؤ تو۔ کیا میں تمہیں خادمہ نظر آتی ہوں؟ ذرا اس ہاتھ کو دیکھو۔ کیا یہ محنت و مشقت کا عادی معلوم ہوتا ہے؟" یہ کہہ کر سسلی نے اپنا خوبصورت سیمیں ہاتھ جس کی انگلیوں کے ناخن پیرس کی حسینان مہ جبین کے ناخنوں کی طرح لمبے اور چمکدار تھے۔ وکیل کی طرف بڑھایا۔ "اور اس پاؤں کو دیکھو کیا خادماؤں کے پاؤں ایسے ہوتے ہیں؟" اور ساتھ ہی اپنا ننھا سا بلوریں پاؤں اُٹھا کر وکیل کو دکھایا۔ جو ہکا بکا ہو کر اُس کی ان حرکات کو دیکھ رہا تھا۔

اس کے بعد پھر بولی "میں نے اپنی چچی میڈم پلیٹ سے جو کچھ بیان کیا ہے۔

اس میں ایک خاص مصلحت ہے۔ وہ میری گذشتہ زندگی سے واقف نہیں ہے۔ وہ یہ سمجھے ہوئے ہے۔ کہ اپنے ماں باپ کے مرنے پر میں نے غربت سے تنگ آکر تمہارے ہاں کی نوکری منظور کی ہے۔ یہ اُس کی بھول ہے۔ لیکن میرے پیارے آقا مجھے امید ہے۔ کہ تم ایسی غلطی کے مرتکب نہ ہوگے"۔

"تو پھر تم کون ہو؟"

"یہ میرا راز ہے۔ بعض وجوہ کی بناء پر مجھے بھیس بدل کر یہاں آنا پڑا۔ میں چاہتی تھی۔ کہ یہاں میں کسی کو میری موجودگی کا علم نہ ہونے پائے، چنانچہ جب میری چچی نے مجھے غربت میں مبتلا سمجھ کر تمہارے ہاں نوکری کرنے کا مشورہ دیا۔ اور یہ بھی بتایا کہ تم الگ تھلگ زندگی بسر کرتے ہو۔ اور تمہارے ہاں غیر لوگوں کا گذر نہیں ہے۔ اور تم اپنی خادماؤں کو گھر سے باہر قدم دھرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ تو میں نے اس موقع کو غنیمت جان کر جھٹ اُس کا مشورہ قبول کر لیا۔ اب جبکہ تمہیں میرا راز معلوم ہو گیا ہے۔ کیا تم مجھ سے شریفانہ سلوک سے پیش آؤ گے؟ کیا تمہیں یہ گوارا ہو سکتا ہے۔ کہ مجھ سی حسینہ نازنیں تمہاری خدمت انجام دے؟ اور کیا تم اس بات کے خواہشمند نہیں ہو۔ کہ تم خود میری خدمت انجام دو۔ اور میرے غلام بنو؟ اگر تمہیں یہ خواہش ہے۔ تو ایسا ہی ہوگا۔ اور میں بھی اسے پسند کروں گی"۔

وکیل کی سمجھ میں نہ آتا تھا۔ کہ کیا کہے۔ کیا نہ کہے یسلی کے انداز گفتگو۔ اور اُس کی ان ارمان انگیز باتوں نے اُسے بوکھلا دیا۔ مگر وہ دل ہی دل میں خوش ضرور تھا۔ اُس نے خیال کیا۔ کہ یہ اُن پُراسرار عشوہ فروش اور فتنہ گر عورتوں میں سے کوئی ہے۔ جو مردوں کو اپنے حُسن کے جال میں پھانس کر اُنہیں اپنا غلام بناتی اور اُن کے دلوں پر حکومت کرتی ہیں۔ اس نے کہیں سے میری دولت کا شہرہ سُن لیا ہے۔ اور خادمہ بن کر میرے گھر میں داخل ہوئی ہے۔ تاکہ اپنے ناز و انداز سے میرے دل پر قبضہ کر لے۔ اور

بالآخر مجھے مجبور کردے۔ کہ میں اُسے اپنے عقد میں لے آؤں + آہ۔ اگر یہ عورت میری بیوی بن جائے۔ تو زندگی جنت ہے +

آخر یہ طے پایا۔ کہ سسلی صرف برائے نام وکیل کی خادمہ ہوگی۔ اور وکیل اُس کا کام خود انجام دے گا۔ اس طرح لوگوں کو ان پر حرف زنی کا موقع نہ ملے گا۔ وکیل نے نہایت دریا دلی سے دو ہزار فرینک اُس کے کمرے کی آرائش و زیبائش پر خرچ کر دیئے سسلی نے یہ رقم خود ادا کرنی چاہی۔ مگر وکیل نہ مانا + وہ اُس کے کمرے کی دیکھ بھال کرتا۔ اور اُس کی ہر خدمت بجا لاتا تھا حقیقت میں سسلی اُس کی خادمہ نہ تھی۔ بلکہ وہ سسلی کا خادم تھا + غضب یہ تھا۔ کہ جوں جوں وہ سسلی کا دیوانہ ہوتا جاتا تھا سسلی اُس سے زیادہ بیزاری کا اظہار کرتی تھی۔ وکیل تڑپتا تھا۔ لوٹتا تھا مگر مطلب براری نہ ہوتی تھی +

ہاں تو سسلی خوشبوؤں میں بسی ہوئی سیج پر بڑی تمکنت سے دراز تھی۔ اور سامنے کے قد آدم آئینہ میں اپنے حسن زاہد فریب کو دیکھنے میں محو تھی + یکایک کمرے کے باہر اُسے ایسی آواز سنائی دی۔ جیسے کوئی اُس کا نام لے کر پکار رہا ہو + سسلی نے تکیے کے نیچے سے اپنا خنجر نکال کر ہاتھ میں تھام لیا + اس خنجر کی نوک سوئی سے زیادہ باریک تھی۔ یہ ویسے ہی بے حد خطرناک تھا۔ اس پر اُس کا زہر میں بجھا ہونا۔ اور بھی غضب تھا۔ کسی جاندار کے جسم میں اُس کی معمولی سی خراش بھی اُس کا رشتۂ حیات منقطع کر دینے کے لئے کافی تھی۔ چنانچہ ایک دن آزمائش کے طور پر سسلی نے وکیل کے سامنے اُس کی نوک گھر کے پلے ہوئے کتے کے چبھوئی تھی۔ اور وہ غریب اُسی وقت تڑپ کر دوسری دنیا کو سدھار گیا تھا +

وکیل نے دوسری بار پھر اُس کا نام لے کر پکارا۔ اُس کے لہجہ سے معلوم ہوتا تھا۔ گویا وہ بے حد اذیت میں مبتلا ہے +

سسلی بستر سے اُٹھ کھڑی ہوئی۔ اور مقفل دروازے کے قریب جا کر نہایت خوش آیند آواز میں کہا۔ "پیارے آقا۔ تم ہو؟"

"آہ سسلی۔ خدا کی قسم اب مجھ میں صبر کی تاب نہیں ہے۔ للہ مجھے نہ تڑپا۔ دروازہ کھول دے، میری دیبی میں تیری پرستش کرنا چاہتا ہوں"۔

"میرے پرستار۔ اس دروازے میں یہ دریچہ اسی غرض کے لئے بنایا گیا ہے کہ تو دور سے مجھے دیکھ دیکھ کر میری پرستش کر سکے، اپنی دیبی کے قریب آنا تیرے حق میں مضر ہے۔ کیونکہ تیری دیبی بہت نازک مزاج واقع ہوئی ہے۔ اور اپنے پرستاروں کی معمولی سے معمولی خطاؤں پر بھی اُس کے غصّے کا پارہ چڑھ جایا کرتا ہے اور وہ انہیں اپنے ہتھیار سے۔ جو سانپ کے زہر سے زیادہ مہلک ہے۔ سخت سے سخت سزائیں دے بیٹھتی ہے"۔

"آہ سسلی۔ خدا کی قسم تو بڑی ظالم ہے۔ ظالم اور حسین۔ کیا تجھے سونے کی خواہش ہے؟"

"نہیں۔ میرے پاس پہلے ہی بہت سونا ہے"۔

"کیا تیرا کوئی دشمن ہے۔ اور تو چاہتی ہے۔ کہ وہ مر جائے؟"

"نہیں۔ میرا کوئی دشمن نہیں"۔

"کیا تو مجھ سے شادی کرنا چاہتی ہے؟"

"نہیں۔ میں شادی شدہ ہوں"۔

"پھر بتا۔ للہ! بتا۔ تو کیا چاہتی ہے؟"

"میں تیری محبت کا ثبوت چاہتی ہوں۔ مجھ پر ثابت کر دے۔ کہ تو میرے لئے ہر چیز قربان کر دینے کے لئے تیار ہے"۔

"لیکن میں یہ کس طرح ثابت کروں؟"

Taj Tahir Foundation

"خود ہی سوچ۔ اگر تو واقعی مجھے دیوانہ وار چاہتا ہے۔ تو یہ سوچ لینا کچھ دشوار نہیں اچھا خدا حافظ" یہ کہہ کر سسلی دروازے کے پاس سے ہٹ گئی +

"رحم کر۔ سُن تو سہی۔ آ۔ آ۔ میں نے سوچ لیا ہے" +

سسلی نے دریچہ کے قریب آتے ہوئے پوچھا "کیا؟" اور ساتھ ہی وکیل کی نظر بچا کر ایک چھوٹی سی زنجیر کا ایک سرا دروازے کے پٹ میں اور دوسرا قریب کی دیوار کی ایک میخ کے ساتھ اس طرح اٹکا دیا۔ کہ اگر دروازہ کھولا جائے تو تھوڑا ہی سا کھل سکے +

وکیل نے شکستہ آواز میں کہا۔ "سن۔ اگر میں اپنی عزت۔ اپنی دولت اور اپنی زندگی تیرے رحم پر چھوڑ دوں۔ تو کیا تجھے میری محبت کا یقین آجائے گا؟"

"میں تمہارا مطلب نہیں سمجھی" +

"یعنی یہ کہ میں تمہیں ایک ایسا راز بتا دوں۔ جو مجھے سزائے موت دلانے کو کافی ہے" +

"اب آیا ٹھیک راہ پر۔ لے میں تجھے اپنا خنجر دیتی ہوں۔ کیونکہ مجھے تیری باتوں کا یقین آنے لگا ہے" یہ کہہ کر اس نے دریچہ میں سے خنجر وکیل کے ہاتھ میں دے دیا۔ پھر بولی "مجھے تیری آنکھوں میں محبت چمکتی ہوئی نظر آرہی ہے۔ جیکوے میں تیری آنکھوں سے محبت کرتی ہوں" +

"سسلی!"

"تو ایک باؤلے چیتے کی طرح حسین بھی ہے۔ اور دہشتناک بھی۔ لیکن تو نے جو کچھ مجھ سے بیان کیا ہے۔ اس میں کچھ اصلیت بھی ہے۔ یا یونہی مجھے خوش کرنے کے لئے جھوٹ بول رہا ہے؟"

"سسلی یقین جان کہ میں نے جو کچھ تجھ سے کہا ہے۔ صحیح کہا ہے۔ ہاں ہاں،

مجھ سے بے حد خوفناک جرم سرزد ہوئے ہیں + اور اگر میں تجھے ان سے آگاہ کر دوں تو؟"

"تو۔ مجھے تیری محبت کا پورا ثبوت مل جائے گا۔ اور پھر اے میرے چیتے میرے کمرے کا دروازہ تیرے لئے ہر وقت کھلا رہیگا" +

"اچھا۔ تو سُن۔ کہ آج سے دس برس قبل ایک ننھی سی بچی کو میری نگرانی میں دیا گیا تھا۔ اور دو لاکھ فرینک اُس کی تعلیم و تربیت کے لئے مجھے دیئے گئے تھے + میں نے اس لڑکی کو تو کسی اَور کو سونپ دیا۔ اور اُس کے وارثوں کو اُس کی موت کی جھوٹی اطلاع بھجوا دی۔ اور اس طرح اُس روپے پر قبضہ کر لیا" +

"جیکوے۔ میں تیری اس ہمت و عقل پر آفریں کہتی ہوں" +

"اور سُن۔ مجھے اپنے خزانچی سے بے حد نفرت تھی۔ ایک دن وہ میرے خزانے میں سے کچھ روپیہ نکال لے گیا۔ گو اُس نے دوسرے دن اُتنا ہی روپیہ وہاں رکھ دیا۔ مگر میں نے اُسے تباہ کرنے کے لئے اُس پر ایک بہت بھاری رقم چُرانے کا الزام لگا دیا۔ میری بات پر یقین کر لیا گیا۔ اور اُس کو قید خانہ میں ڈال دیا گیا" +

"جیکوے۔ تو واقعی میرا سچا عاشق ہے۔ اپنی پیشانی قریب لا۔ کہ میں اُس پر بوسہ دوں" +

وکیل نے لڑکھڑائی ہوئی آواز میں چلّا کر کہا۔ "اور سُن۔ وہ بچی۔ جسے میں نے آج سے دس برس قبل اپنے سے دور کر دیا تھا۔ پھر میرے راستے میں حائل ہوئی۔ میرے دل میں اُس کی طرف سے خدشہ پیدا ہوا۔ اور میں نے اُس کا قصّہ پاک کر دیا" +

"تم نے؟ کس طرح؟ کب؟"

"چند روز ہوئے جزیرہ ریویگر کے لٹیروں نے میرے حکم سے اُسے کشتی سمیت غرقاب کر دیا۔ کہہ تو اب بھی میری محبّت پر شبہ کرتی ہے؟"

"جیکوے۔ تو میرے سر کا تاج ہے"۔

"اور سن میری قدیمی خادمہ جو میرے جرائم میں شریک تھی۔ مجھے اُس کی طرف سے یہ خطرہ پیدا ہوا۔ کہ مبادا کسی دن وہ میرا راز افشا کر دے۔ چنانچہ اُس لڑکی کے ساتھ وہ بھی تہ آب کر دی گئی"۔

"جیکوے۔ میں تیری کنیز ہوں"۔

"ظالم۔ اب تو دروازہ کھول۔ لا مجھے چابی دے"۔

سسلی نے دروازے کے تالے سے چابی نکال کر دریچہ میں سے وکیل کو دے دی۔ وکیل نے خوشی کا ایک نعرہ لگایا۔ اور تالے میں چابی پھرا دی۔ مگر اندر سے چٹخنی لگی تھی۔ اس لئے دروازہ نہ کھل سکا۔ بڑی بے صبری سے بولا "اللہ چٹخنی اُتار دے"۔

یک لخت سسلی نے چلّا کر کہا۔ "لیکن اس کا کیا ثبوت۔ کہ جو کچھ تو نے مجھ سے بیان کیا ہے۔ وہ صحیح ہے؟"

وکیل لمحہ بھر کے لئے ٹھٹک کر رہ گیا۔ وہ سمجھا تھا۔ کہ میدان مار لیا۔ مگر اس فقرے سے اُسے اپنی امیدوں کا قصر گرتا ہوا نظر آیا۔ یکایک ہاتھ اپنی واسکٹ کی اندرونی جیب میں ڈالا۔ اور ایک پورٹ فولیو نکال کر دریچہ میں سے سسلی کو دکھایا اور کہا "یہ دیکھ۔ ان کاغذات میں میرے تمام جرائم کے ثبوت موجود ہیں۔ چٹخنی اُتار دے۔ یہ تیری ملکیت ہوں گے"۔

"میرے چیتے۔ لا مجھے دے" اور جلدی سے ایک ہاتھ سے دروازے کی چٹخنی اُتارتے ہوئے سسلی نے دوسرے ہاتھ سے دریچہ میں سے جھپٹ کر

پورٹ فولیو تھام لیا۔ مگر دروازے کے پٹ اور دیوار کی میخ سے جو زنجیر اٹکی ہوئی تھی۔ اس کی وجہ سے دروازہ پانچ چھ انچ سے زیادہ نہ کھل سکا۔ وکیل غصّے سے آگ بگولا ہو کر دروازے پر زور زور سے لاتیں مارنے لگا۔

سسلی نے پورٹ فولیو دانتوں سے دبا لیا۔ جلدی سے خواب گاہ کی کھڑکی کھولی۔ لبادہ نیچے احاطہ میں پھینکا۔ اور ایک رسّی کی مدد سے جو پہلے سے وہاں باندھ رکھی تھی۔ نہایت جرأت و بے خوفی سے احاطہ میں اُتر گئی۔ لبادہ اوڑھ لیا۔ جلد جلد قدم اُٹھاتی ہوئی دروازہ سے نکل بازار میں پہنچی۔ جہاں ایک دو اسپہ گاڑی اس کی منتظر کھڑی تھی۔ یہ گاڑی بیرن ڈی گراؤن کے حکم کے مطابق ہر روز رات کو وکیل کے مکان سے بیس قدم کے فاصلے پر کھڑی رہتی تھی سسلی کے گاڑی میں سوار ہونے کی دیر تھی۔ کہ گھوڑے ہوا سے باتیں کرنے لگے۔

وکیل نے اندھا دھند دروازے کو لاتیں اور ٹھوکریں مار کر توڑ ڈالا۔ مگر کمرے میں کوئی ہوتا تو نظر آتا۔ کھڑکی کے قریب پہنچا۔ تو رسّی دیکھ کر کلیجہ دھک سے رہ گیا۔ جلد جلد نیچے احاطے میں اُترا۔ مگر وہاں بھی کوئی نہ تھا۔ دور ایک گاڑی کے گھوڑوں کے سرپٹ دوڑنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ جو چند لمحوں میں دھیمی ہوتے ہوتے خاموشی میں بدل گئی۔ غصّے۔ رنج اور خوف کے مارے وکیل کے حواس بجا نہ رہے۔ اور وہ بے سُدھ ہو کر زمین پر گر پڑا۔

ستائیسواں باب

رگولیت

جرمین قید خانہ کی آہنی سلاخوں کو ہاتھوں میں تھامے کھڑا تھا۔ جو اُس کے اور رگولیت کے درمیان حائل تھیں۔ رگولیت نے آنسو پونچھتے ہوئے موثر انداز میں کہنا شروع کیا:۔

"میں تم سے جو کچھ بیان کرنے لگی ہوں۔ اُسے غور سے سنو۔ تم شاید اب تک یہ سمجھتے رہے ہو۔ کہ میں نے جو کچھ تمہارے لئے کیا ہے۔ یا کر رہی ہوں وہ محض اس مصیبت میں تم سے ہمدردی کی وجہ سے ہے۔ یہ تمہاری بھول ہے جب تم میرے پڑوس میں رہا کرتے تھے۔ تو مجھے تم سے ایسی محبت ہو گئی تھی جیسی کسی بہن کو بھائی سے ہوتی ہے۔ تم نے مجھے پڑھنا سکھایا۔ اور میری آسائشوں کا خیال رکھتے رہے۔ اس کے صلے میں مجھ سے جو کچھ ہو سکا۔ میں نے تمہاری خدمت کی۔ غرض ہماری حیثیت دو ہمدرد دوستوں کی سی تھی۔ اگر اُس وقت میری کوئی سہیلی شادی کی خواہش رکھتی۔ تو میں یقیناً اُسے مشورہ دیتی۔ کہ اگر تم راحت و مسرت سے زندگی بسر کرنا چاہتی ہو۔ تو جرمین سے شادی کر لو۔

"جب تم رودالمپل دالامکان چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ تو تمہاری جدائی مجھے بہت شاق گذری۔ چلتے وقت جب تم نے مجھ پر اعتماد کر کے اپنی زندگی کا

بہت بڑا راز مجھے بتا دیا۔ تو مجھے تم سے اَور بھی اُنس پیدا ہو گیا۔ اور میں تنہائی میں تمہیں اکثر یاد کرتی رہی۔ اس کے بعد جب قید خانہ سے تمہارا خط مجھے ملا۔ اور مورل کی وجہ سے تمہاری گرفتاری کا حال معلوم ہوا۔ تو میں تمہاری جرأت اور نیک دلی پر عش عش کر اُٹھی + تم نے خط میں لکھا تھا۔ کہ فلاں جگہ سے میرے کاغذات لے آؤ۔ ان کاغذات کو پڑھ کر مجھے معلوم ہوا۔ کہ تم ہمیشہ مجھ سے محبت کرتے رہے ہو۔ گو تم نے مجھ سے کبھی اس کا ذکر نہیں کیا + ان کاغذات میں مجھے ایک وصیت نامہ بھی ملا۔ جس میں تم نے لکھا ہے۔ کہ اگر میں مر جاؤں یا مجھے قتل کر دیا جائے۔ تو میری تمام ملکیت کی مالک رگولیت ہو گی + میں بیان نہیں کر سکتی کہ اس وصیت نامہ کو پڑھ کر مجھ پر کیا اثر ہوا۔ میرے دل میں بے اختیار تم سے ایک مختلف قسم کی محبت پیدا ہو گئی۔ ایسی محبت جیسی بہن اپنے بھائی کے ساتھ نہیں کر سکتی + اگر اس وقت میری کسی سہیلی کو شادی کی خواہش ہوتی۔ تو میں اسے جرمین سے شادی کرنے کا مشورہ ہرگز نہ دیتی" + یہ کہتے کہتے رگولیت کے رخساروں پر سرخی دوڑ گئی +

جرمین نے چلّا کر کہا: "کیا تمہیں بھی مجھ سے محبت ہے؟"

"ہاں۔ اور اس کا اظہار میں نے اس خیال سے بھی ضروری سمجھا ہے۔ کہ تم قید خانہ میں بہت رنجیدہ رہتے ہو۔ میں نے ہر طرح تمہاری دل دہی کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہی۔ میری مٹھائیوں نے جو تمہارے لئے بنا بنا کر یہاں لاتی رہی ہوں۔ تمہیں بیزار کر دیا۔ اور میرے لطیفوں نے تمہیں رُلا رُلا دیا۔ اب میں نے خیال کیا۔ کہ شاید محبت کا اظہار تمہیں مسرور کر سکے"

جرمین نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اور دردناک آواز میں کہا:۔

"رگولیت تم بہت رحم دل اور ہمدرد لڑکی ہو۔ تم نے محض میری حالت پر ترس کھا کے

قیدخانہ میں میرا دل بہلانے کے لئے جھوٹ موٹ اپنی محبّت کا ذکر کیا ہے۔ میں تمہارے اس ایثار کی قدر کرتا ہوں"۔

رگولیت نے بڑی بے تابی سے کہا "آہ۔ یہ نہ کہو مجھے واقعی تم سے محبّت ہے۔ تم نے میرے دل کا چین چھین لیا۔ میری راتوں کی نیند حرام کر دی ہے۔ میرا کھانا پینا چھوٹ گیا۔ تمہارا اُداس اور پژمردہ چہرہ ہر وقت میرے پیشِ نظر رہتا ہے۔ کیا یہ سب تم سے محض ہمدردی کی وجہ سے ہے؟ میں تمہاری ایک ایک چیز کو پیار کرتی ہوں۔ مجھے تمہارے چہرے سے محبّت ہے۔ تمہاری آنکھوں سے محبّت ہے۔ تمہارے دل سے محبّت ہے۔ تمہارے دماغ سے محبّت ہے۔ کیا تم اسے رحمدلی پر محمول کرتے ہو؟ جس وقت تمہارے کاغذات سے مجھے معلوم ہوا۔ کہ تم مجھ سے محبّت رکھتے ہو۔ اور اپنا سب کچھ میرے لئے قربان کر دینے کو تیار ہو۔ تو محبّت یکبارگی میرے دل سے نکل کر یوں میری آنکھوں میں آگئی جس طرح دل پر چوٹ لگنے سے آنکھ میں آنسو آجاتا ہے۔ کیا اب بھی تمہیں میری بات کا یقین نہیں آیا؟"

ان الفاظ پر جرمین کے تمام شکوک رفع ہو گئے۔ اور اُس نے چلّا کر کہا "نہیں نہیں مجھے یقین آگیا۔ تم واقعی مجھ سے محبّت کرتی ہو۔ تمہاری آواز تمہارا چہرہ سب کچھ کہے دیتا ہے۔ آہ۔ میں باوجود قید و بند کی اذیتوں کے کس درجہ مسرور ہوں۔ اور اس ایک لمحۂ مسرّت کے لئے ایسی ہزاروں قیدیں خوشی سے برداشت کرنے کو تیار ہوں"۔

"جرمین وعدہ کرو۔ کہ اب تم قید میں بالکل نہ کُڑھو گے۔ اب تم میری ملکیت ہو اور میں تمہاری ہوں۔ رخصت کا وقت آپہنچا۔ آؤ۔ اور اپنی محبوبہ کی پیشانی پر بوسہ دو"۔

یہ کہہ کر رگولیت نے ایک عجب ناز کے ساتھ اپنی پیشانی قیدخانہ کی آہنی

سلاخوں کے ساتھ لگا دی۔ اور جرمین نے دھڑکتے ہوئے دل اور کانپتے ہوئے ہونٹوں کے ساتھ سلاخوں کے بیچ میں سے اُس کی نورانی پیشانی کو چوم لیا۔ اور اُس کی آنکھ سے ایک آنسو پگھلے ہوئے موتی کی طرح نہ نکلا +

اس کے چند روز بعد ایک دن شام کے وقت قید خانہ کے ڈائریکٹر نے جرمین کو اپنے کمرے میں بُلایا۔ جس وقت وہ کمرے میں داخل ہوا تو رگولیت کو ڈائریکٹر کی کرسی کے پاس کھڑے دیکھ کر اُس کی حیرانی کی حد نہ رہی۔ رگولیت کا چہرہ زرد تھا۔ آنکھیں آنسوؤں سے تر تھیں۔ لیکن اس کے باوجود اُس کے چہرے سے انتہائی شادمانی و بشاشت ٹپک رہی تھی +

ڈائریکٹر نے جرمین کو مخاطب کر کے کہا۔ "میں تمہیں یہ خوشخبری سُناتا ہوں۔ کہ ججوں نے تمہیں بری قرار دیا ہے۔ اور مجھے حکم ملا ہے۔ کہ تمہیں فوراً رہا کر دیا جائے چنانچہ اب تم آزاد ہو۔ اور جہاں جی چاہے جا سکتے ہو" +

کچھ دیر تک جرمین پھٹی پھٹی آنکھوں سے کبھی ڈائریکٹر اور کبھی رگولیت کا منہ تکتا رہا۔ اس کے بعد وہ یک لخت چلّا اُٹھا۔ "آہ۔ کیا یہ صحیح ہے؟ کیا میں سچ مچ آزاد ہوں؟ اگر ایسا ہے۔ تو کیا میری سب آرزوئیں ایک ساتھ پوری ہونے والی ہیں؟" اس کے بعد دونوں نے ڈائریکٹر کا بے حد شکریہ ادا کیا۔ اور خوشی خوشی قید خانہ کی عمارت سے باہر نکلے۔ جہاں رگولیت نے ایک گاڑی ٹھہرا رکھی تھی +

Taj Tahir Foundation

اٹھائیسواں باب

انتقام

جُھٹپٹا وقت تھا۔ کونٹس سارہ اپنے کمرے میں جہاں شویت نے اُس پر قاتلانہ حملہ کیا تھا۔ ایک آرام کرسی پر بیٹھی تھی۔ اور ایک بڑے آئینہ میں جو اُس کی ایک خادمہ نے سامنے فرش پر گھٹنوں کے بل بیٹھ کر تھام رکھا تھا۔ اپنے سراپا کو بڑے انہماک کے ساتھ دیکھ رہی تھی۔ پاس ہی ایک اور کرسی پر اُس کا بھائی ٹام سیٹن بیٹھا تھا۔ شویت کے حملہ کے بعد کونٹس نے کئی روز نہایت درد و کرب اور بیم و رجا میں گزارے تھے۔ اور اس کے اثرات ابھی تک اُس کے چہرے سے زائل نہیں ہوئے تھے۔ اُس نے سفید مسلن کا ایک قیمتی لباس زیب تن کر رکھا تھا۔ اور تاج کی قسم کا ایک بیش قیمت زیور جو مرجان کا بنا ہُوا تھا۔ اُس کے بالوں کی زینت تھا۔ کونٹس کا حکم پاکر وہ خادمہ جو آئینہ تھامے ہوئے تھی۔ رخصت ہو گئی۔ تو اُس نے اپنے بھائی سے کہا۔ "آخر کار میری زندگی کی بہت بڑی آرزو۔ اور میری دایا کی پیشین گوئی کے پورا ہونے کا وقت آ پہنچا"۔

"سارہ۔ یہ بیہودہ خواب ابھی تک تمہارے دماغ سے نہیں نکلے۔ یاد رکھو۔ بیماری بہت مہیب ہو گی"۔

"بیہودہ خواب؟ آخر کیوں؟ جب رو ڈلف کو معلوم ہو گا۔ کہ یہ نوجوان لڑکی جو اس

وقت سینٹ لزارے میں قید ہے۔ ہماری بیٹی ہے۔ تو کیا تم ——— "

ٹام نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن شہزادہ رشتوں اور بندھنوں پر اپنی ریاست کے سیاسی معاملات کو ترجیح دے گا۔ علاوہ ازیں اب وہ پہلا سا بھولا بھالا اور ناتجربہ کار نوجوان نہیں رہا۔ اور نہ تم پہلی سی حسین رہی ہو"۔

"میں تمہاری نسبت روڈولف سے زیادہ واقف ہوں۔ میں نے آج جان بوجھ کر وہی لباس اور وہی زیور پہنا ہے۔ جس میں اُس نے پہلی مرتبہ مجھے جیرولسٹین کے دربار میں دیکھا تھا۔ اور اُس کے دل میں میری محبت جاگزیں ہو گئی تھی۔ جب وہ مجھے دوبارہ اس لباس میں دیکھے گا۔ تو اُس کے دل میں اپنی جوانی اور اپنی پہلی محبت کی یاد تازہ ہو جائے گی۔ مردوں کو اپنی جوانی کی پہلی محبت کی یاد ہمیشہ خوش آیند اور خیریں معلوم ہوا کرتی ہے"۔

"لیکن ان خوشگوار باتوں کے علاوہ بعض ایسی باتیں بھی اُس کے ذہن میں تازہ ہو جائیں گی۔ جو بے حد اندوہناک اور مہیب ہیں۔ کیا تم اپنی محبت کا انجام بھول گئیں؟ شہزادے کا اپنے باپ کی نظروں میں رسوا ہونا۔ کونٹ ایم گریگر کے ساتھ تمہاری شادی کے بعد اُس کا تم سے اپنی بچی طلب کرنا۔ تمہارا مطلقاً خاموشی اختیار کرنا۔ اور پھر آج سے دس برس پہلے ایک نہایت روکھے پھیکے خط میں اُسے اُس کی بیٹی کے مرنے کی خبر بھیجنا۔ کیا تم ان باتوں کو بھول گئیں؟ اور کیا تمہیں یہ خیال بھی نہیں رہا۔ کہ شہزادہ تم سے اُسی وقت سے بے حد نفرت کرتا ہے؟"

"لیکن اب تو نفرت کی جگہ رحم اور بخشش نے لے لی ہے۔ جب سے اُسے معلوم ہوا ہے۔ کہ میری جان خطرے میں ہے۔ وہ ہر روز بیرن ڈی گراؤن کو میری مزاج پرسی کے لئے بھیجتا ہے۔ اور آج میرے کہنے پر مجھ سے ملاقات کرنے کو بھی آمادہ ہو گیا ہے"۔

عین اس موقع پر باہر احاطہ میں ایک گاڑی کی گھڑگھڑاہٹ سنائی دی۔
سارہ نے چلّا کر کہا۔ "وہ آیا۔ یہ روڈلف ہی ہے۔ تم جاؤ"
جب روڈلف کمرے میں داخل ہوا۔ تو سارہ کو یوں سنگھار کئے دیکھ کر متحیّر رہ گیا۔ اور مشتبہ نظروں سے اُس کا منہ تکنے لگا۔ سارہ نے اس کے خیالات کو بھانپ کر کسی قدر خفیف آواز میں کہا "تمہارا خیال تھا۔ کہ تم مجھے جاں بلب پاؤ گے؟"

"معلوم ہوتا ہے۔ کہ مجھے دھوکا دیا گیا ہے ——"

سارہ نے بات کاٹ کر کہا "دھوکا نہیں دیا گیا۔ یقین جانو۔ کہ میں صرف چند گھنٹوں کی مہمان ہوں۔ اور میری خواہش ہے۔ کہ میں وہ لباس پہن کر مروں جو میں اُس وقت پہنے ہوئے تھی۔ جب میں نے پہلی مرتبہ تمہیں دیکھا تھا۔ آہ۔ جدائی کے سترہ سال کے بعد میں تمہیں دوبارہ دیکھ رہی ہوں۔ اور شکر ہے۔ کہ مرنے سے پہلے میری تمہیں ایک نظر دیکھ لینے کی آرزو پوری ہو گئی۔ اگر تم میری آخری التجا سن کر نہ آتے۔ تو میں ایک بہت بڑا راز جسے سن کر تم بے حد مسرور اور شاد ماں ہونے والے ہو۔ اپنے ساتھ قبر میں لے جاتی۔ تم جس طرح میرا دل دکھاتے اور مجھے ستاتے رہے ہو۔ اُس کا خیال کر کے چاہئے تو یہی تھا۔ کہ تم اس راز سے ناآشنا رکھے جاتے۔ لیکن میں ایسی سنگدل نہیں ہوں۔ میں بڑی فراخ دلی سے اُس انتہائی مسرت میں جو اس راز کے معلوم ہونے پر مجھے ہوئی تمہیں اپنا شریک بناتی ہوں۔ روڈلف ہماری بچّی مری نہیں تھی"

روڈلف یک لخت چونک اُٹھا۔ اور سارہ کی طرف بڑھتے ہوئے کہا "ہماری بچّی؟ میری بیٹی؟"

"ہاں۔ ہاں وہ زندہ ہے۔ میرے پاس اس کے ثبوت ہیں۔ میں یہ بھی جانتی

ہوں۔ کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ کل تم اُسے دیکھ سکو گے"۔

"نہیں۔ نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ تم مجھے دھوکہ دے رہی ہو۔ یہ تمہاری کوئی چال ہے"۔

تب سارہ نے شویت کا اپنے گھر پر آنا۔ ژوالیز کی تصویر کو شناخت کرنا وغیرہ سب حالات بیان کئے۔ نیز یہ بھی بتایا۔ کہ جب میری بیٹی چار برس کی تھی۔ تو میرے بھائی نے اُس کی تعلیم و تربیت کے لئے اپنے ایک قدیمی خادم کی بیوہ میڈم سرافین کو مقرر کیا تھا۔ اور اس مقصد کے لئے دو لاکھ فرینک بھی فرینڈ وکیل کے پاس جمع کر دئے تھے۔ ایک سال بعد وکیل اور میڈم سرافین نے مجھے اطلاع دی کہ تمہاری بیٹی کی صحت روز بروز بگڑ رہی ہے۔ اور پھر اس کے آٹھ ماہ بعد اُنہوں نے اس کی موت کی خبر بھیج دی۔ لیکن حقیقت میں میری بیٹی مری نہ تھی۔ بلکہ اُنہوں نے باہم روپیہ ہتھیانے کے لئے اُس کی موت کی خبر مشہور کر دی تھی"۔

روڈلف نے حیرت و استعجاب سے چلا کر کہا۔ "ایں۔ تو کیا ژوالیز تمہاری بیٹی ہے؟"

"ہاں۔ آج کل وہ اسی نام سے مشہور ہے"۔

"لیکن وہ اس وقت ہے کہاں؟"

"سینٹ لزارے میں۔ یہ معلوم ہونے پر کہ ان دنوں کسی لڑکی پر تمہاری نظر التفات ہے۔ اور تم نے اُسے اپنی سرپرستی میں کسی بہانہ میں لے جا کر رکھا ہے۔ میں رشک و نفرت سے دیوانی ہو گئی تھی۔ اور شویت کی معرفت اُسے وہاں سے پکڑ منگوایا تھا"۔

روڈلف نے حقارت سے مُنہ پھیرتے ہوئے کہا۔ "تو اے بدبخت عورت سُن لے۔ کہ تیری بیٹی اب سینٹ لزارے میں نہیں ہے۔ ایک بدمعاش نے جو اُس کی موت کا خواہاں تھا۔ اُسے غرقاب کرا دیا"۔

یہ سُن کر سارہ تڑپ اُٹھی "میرے اللہ۔ تو کیا وہ ہلاک کردی گئی؟"

"ہاں۔ نابود کردی گئی۔ اور اُس کی قاتل تو ہے"۔

سارہ نے نہایت بے تابی سے چیخنا چلانا شروع کیا۔ "ہائے میری بچّی۔ میری مظلوم بچّی"۔

اس کے بعد سارہ نے فرینڈ۔ میڈم سرافین اور اپنے بھائی ٹام کی تمام خط و کتابت رودلف کو دکھائی۔ اگر رودلف کو کچھ بھی شبہ رہ گیا تھا۔ تو وہ اس وقت دور ہو گیا۔ جب اُس نے میری کی بچپن کی شبیہ دیکھی۔ کیونکہ اُس کے ذہن میں ژوالیز کی جو تصویر تھی۔ اُس میں اور اس شبیہ میں سوائے سن و سال کے اور کچھ فرق نہ تھا۔ چہرے پر ویسی ہی معصومیت تھی۔ ویسا ہی بھولا پن + اپنی بیٹی کی کم نصیبی پر رودلف کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو گئے +

یکایک رودلف نے اپنا سر اُٹھایا۔ آنسو پونچھے۔ اور سارہ کے قریب جا کر نہایت سرد مہری سے کہا "یوں ہونا ہی چاہئے تھا۔ میں نے اپنے باپ کے خلاف تلوار اُٹھائی تھی۔ خدا نے مجھے اس کی پوری پوری سزا دی۔ اے سنگ دل و بے مہر عورت جو کچھ میں کہہ رہا ہوں۔ تو سُن رہی ہے؟"

"رودلف۔ خدا کے لئے رحم کرو۔ بخش دو ——"

"رحم۔ تجھ پر رحم؟ ہرگز نہیں۔ جس نے ایک امیر شخص سے شادی کی تمنا میں اپنی بیٹی کو نہایت بے کسی کی حالت میں غیروں کو سونپ دیا جس نے محبت پر دولت اور شہرت کو ترجیح دی۔ جو اپنی بیٹی کی بربادی اور موت کا باعث ہوئی۔ وہ ہرگز رحم کے قابل نہیں ہے"+

"چلے جاؤ۔ یہاں سے چلے جاؤ۔ تم ظالم ہو۔ تم مجھے جلانے اور اذیت دینے آئے ہو"+

Taj Tahir Foundation

دو نہیں۔ تجھے میری باتیں سُننی ہوں گی۔ تجھے آج سے سترہ برس پہلے کا زمانہ یاد ہوگا۔ جب میں تجھے دیوانہ وار چاہتا تھا۔ مگر تو نے شہرت کی تمنا میں دانستہ طور پر میری محبت کا راز نہ چھپایا۔ اور جب میرے باپ کو اس کی خبر ہوئی۔ کہ میں نے اُس سے چوری چھپے اُس کی مرضی کے خلاف تجھ سے شادی کرلی ہے۔ تو اس کے غم اور غصّہ کی انتہا نہ رہی۔ مگر میں نے تیری محبّت میں اندھا ہوکر اُس کے جذبات کی پروا نہ کی۔ یہاں تک کہ جب اُس نے تجھے بُرا بھلا کہنا شروع کیا۔ تو میں تاب نہ لاسکا۔ اور میان سے تلوار کھینچ کر اُسے مارنے پر آمادہ ہوگیا۔ اگر اس وقت میرا وار فی الفور اپنے بازو پر نہ لیتا۔ تو یقیناً میں نے اپنے باپ کا کام تمام کردیا ہوتا۔ تو سُن رہی ہے؟ ہاں۔ ہاں۔ اپنے باپ کو جس نے مجھے پالا۔ پروان چڑھایا۔ جو میرے پسینے کی جگہ اپنا خون بہانا باعث مسرّت سمجھتا تھا۔ اُسے تیری جھوٹی محبّت کی خاطر میں اپنے ہاتھ سے موت کے گھاٹ اُتار دینے پر آمادہ تھا۔"

"خدا کے لئے میری محبّت کو تو نہ جھٹلاؤ۔ میں اُس وقت بھی تمہیں سچّے دل سے پیار کرتی تھی۔ آج بھی تمہیں سچّے دل سے پیار کرتی ہوں۔"

روڈلف نے حقارت سے قہقہہ لگا کر کہا۔ "تم مجھے سچّے دل سے پیار کرتی تھیں! کیوں نہیں۔ مجھے اس کا ثبوت مل گیا تھا۔ سُنو۔ میں تمہیں سُناتا ہوں۔ کہ مجھے کیا ثبوت ملا تھا۔ جس وقت میں نے باپ کے خلاف تلوار کھینچی۔ تو اس کے بعد مجھے گرفتار کرلیا گیا۔ پولڈوری کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔ جس کے ذریعے ہماری شادی ہوئی تھی۔ اُس نے میرے باپ کے سامنے بیان کیا۔ کہ یہ شادی محض بناوٹی تھی۔ اور جس شخص نے شادی کی رسم ادا کی تھی۔ وہ پادری نہ تھا۔ بلکہ کسی اَور شخص کو پادری کا لباس پہنا دیا گیا تھا۔ یہی نہیں۔ اُس نے تمہارے بھائی ٹام کے لکھے ہوئے بعض خطوط بھی پیش کئے۔ جن سے تمہاری جھوٹی محبّت کا پول کھُل گیا۔ اور معلوم ہوگیا۔

کہ تم نے ریاست کے تخت پر قبضہ جمانے کے لئے کیا سازش کر رکھی تھی ؟

سارہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپاتے ہوئے کہا۔ "رو ڈلف۔ بس کرو۔ اب مجھ میں سننے کی تاب نہیں ہے"۔

"ذرا سوچو تو۔ جب میرے باپ نے مجھے وہ خط دکھائے۔ تو میری کیا کیفیت ہوئی ہوگی۔ میں رنج اور غصے سے دیوانہ ہو گیا۔ جی چاہتا تھا۔ کہ اپنے تئیں ہلاک کر ڈالوں۔ میری یہ کیفیت دیکھ کر میرے باپ نے مجھے سیر و سیاحت کے لئے دور دراز ملکوں کو بھیج دیا۔ رفتہ رفتہ میرے دل سے تمہاری محبت نکل گئی۔ اور اُس کی جگہ نفرت نے لے لی۔ ایک عرصہ کے بعد جب میں اپنی ریاست میں واپس آیا۔ تو مجھے معلوم ہوا۔ کہ تم نے کونٹ ایم گریگر سے شادی کر لی ہے۔ میں نے تمہیں لکھا۔ کہ میری بچی میرے حوالے کر دو۔ مگر تم نے جواب تک دینا گوارا نہ کیا۔ اور میں اپنی تمام کوششوں کے باوجود اپنی بیٹی کو نہ پا سکا۔ سات سال کے بعد تمہارا ایک خط آیا جس میں تم نے اُس کی موت کی اطلاع دی تھی۔ کاش وہ اُس وقت مر گئی ہوتی۔ تو اُسے اُن تکلیفوں اور دکھوں سے نجات مل جاتی۔ جو تمہاری وجہ سے اُسے اُٹھانی پڑیں۔ ذرا تصور تو کرو۔ کہ جس وقت تم عیش و عشرت کے نشے میں چور تھیں۔ اور کسی مملکت کی تاجدارنی کے خواب دیکھ رہی تھیں۔ تمہاری بیٹی۔ ننھی سی جان۔ چیتھڑے لگائے ننگے پاؤں بھوک اور پالے سے نیم جان پیرس کے گلی کوچوں میں در بدر بھیک مانگتی پھرتی تھی۔ دن بھر شوہیت کی ماریں کھاتی اور رات کو گھاس پر پڑ رہتی تھی۔ اس بڑھیا کے ہاتھ جب اُسے مار مار کر دکھنے لگتے تھے۔ تو وہ اُسے کس قسم کی سزائیں دیتی تھی۔ ذرا یہ بھی سن لو۔ ایک دفعہ ایک مٹھائی کی ڈلی کھانے پر اس بڑھیا نے زنبور سے اُس کا دانت اُکھاڑ ڈالا تھا ——"

"الٰہی مجھے موت کیوں نہیں آجاتی۔ رو ڈلف۔ للہ ——"

"سُنو سُنو۔ شویت کی یہ اذیتیں برداشت نہ کر کے ایک دن وہ اُس کے ہاں سے بھاگ کھڑی ہوئی۔ اس وقت اُس کی عمر آٹھ برس سے زیادہ نہ تھی۔ پیرس میں اُسے کہیں سر چھپانے کو جگہ نہ ملتی تھی۔ بھوکی پیاسی اِدھر اُدھر ماری ماری پھرتی تھی۔ کہ پولیس نے آوارہ گردی کے جرم میں گرفتار کر کے قید خانہ میں ڈال دیا۔ آہ یہ دن جو اُس نے قید خانہ میں بسر کئے۔ اُس کی عمر کے مسرور ترین دن تھے۔ کیونکہ وہاں اُسے پیٹ بھر کھانا تو مل جاتا تھا۔ اور وہ اس کے لئے ہر روز رات کو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتی تھی۔ جب قید خانہ سے نکلی۔ تو اُس کی بدبختی نے اب بھی اُس کا ساتھ نہ چھوڑا۔ اور وہ ذلت و رسوائی کے اُس گڑھے میں دھکیل دی گئی۔ جس کے تصوّر سے بھی بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں۔ پیرس کے قاتلوں اور چوروں کے کلال خانے میں اُس کا مسکن تھا۔ اور پیرس کے بدمعاش اور لچے شہدے اُس کے رفیق و غمگسار۔ ایک رات قسمت نے اُسے میرے راستے میں لا پھینکا۔ اور میں اُسے اس گڑھے سے نکال لے گیا۔ اور شاید اب اُس کی زندگی اچھی سُدھر جاتی۔ مگر اے ملعونہ! تجھے یہ بھی گوارا نہ ہُوا۔ اور آخر تو اُس کی جان لے کر رہی"۔

سارہ نے درد و کرب سے چلا کر کہا۔ "مجھ پر لعنت ہو۔ مجھ پر لعنت ہو"۔

یکایک روڈلف کے چہرے سے انتہائی قہر و غضب برسنے لگا۔ سارہ خوف سے لرزتی ہوئی آواز میں بولی۔ "ایں۔ تمہیں کیا ہو گیا؟ کیا مجھے اتنی اذیت پہنچا کر بھی تمہارے انتقام کی آگ نہیں بجھی؟"

"ابھی نہیں۔ میری بیٹی کا قاتل ابھی زندہ ہے۔ جب تک میں اس کے خون سے اپنے ہاتھ نہ رنگ لوں گا۔ مجھے چین نہ آئے گا"۔ یہ کہہ کر وہ بے تحاشا دروازے کی طرف بڑھا۔

سارہ اُٹھی۔ اور اپنے ہاتھ اُس کی طرف پھیلاتے ہوئے چلا کر کہا۔ "کہاں

جاتے ہو؟ خدا کے لئے ٹھہرو۔ مجھے تنہا چھوڑ کر نہ جاؤ۔ میں مر رہی ہوں"۔
روڈولف نے غضب آلود نگاہوں سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا "مرکم بخت۔
میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے۔ کہ تجھے نزع کی حالت میں دم توڑتے ہوئے
دیکھ کر اپنا کلیجہ ٹھنڈا کروں۔ انتقام کی آگ سے میرا سینہ پھنک رہا ہے۔ جب تک
اُس کے شعلے میری بیٹی کے قاتل فرنینڈ کو بھسم نہ کر ڈالیں گے۔ مجھے چین نہ آئے گا"۔

Taj Tahir Foundation

اُنتیسواں باب

عشق اور جنون

بلا کی اندھیری رات تھی۔ آندھی مینہ کا طوفان برپا تھا۔ فرینڈ اپنی خواب گاہ میں بستر پر دراز تھا۔ اُس نے سیاہ پتلون اور واسکٹ پہن رکھی تھی۔ ایک بازو کی آستین اوپر کو چڑھی ہوئی تھی۔ اور سوکھے بازو پر بندھی ہوئی پٹی بتا رہی تھی۔ کہ اُس کی فصد لی گئی ہے +

پولڈوری ایک ہاتھ تکیئے پر رکھے اُس کے بستر کے پاس کھڑا تھا۔ اور لمپ کی دُھندلی روشنی میں اپنے رفیق کے چہرے کو خاموشی سے تک رہا تھا۔ فرینڈ کے چہرے سے کرب و بے چینی کے آثار ہویدا تھے۔ جس نے اُسے بے حد کریہہ المنظر اور بھیانک بنا دیا تھا۔ پیشانی سے ٹھنڈے پسینے چھوٹ رہے تھے۔ اور آنکھوں کے پپوٹے سوجے ہوئے تھے +

پولڈوری نے منہ ہی منہ میں کہا۔ "ایک دورہ اور پڑا تو کام تمام ہے"۔ اس کے بعد وہ بستر سے ہٹ گیا۔ اور کمرے میں اِدھر اُدھر ٹہلنے لگا۔ اس وقت فرینڈ جس عذاب میں مبتلا تھا۔ اُسے دیکھ دیکھ کر پادری کے رونگٹے کھڑے ہو رہے تھے۔ اور اُسے اپنے گناہ یاد آ رہے تھے۔ خصوصاً ریاست جیرولسٹین کی وزارت حاصل کرنے کی تمنا میں اُس نے سارہ اور اُس کے بھائی ٹام سے مل کر

جو جو سازشیں کی تھیں۔ اُن کی یاد اُسے سب سے زیادہ تکلیف پہنچا رہی تھی +

باہر آندھی کے تیز و تند جھونکے چل رہے تھے۔ یکایک مکان کا ایک دودکش آندھی سے ٹوٹ کر زور کے دھماکے کے ساتھ مکان کی چھت پر گرا۔ فرنیڈ یکبارگی چونک اُٹھا۔ اور آنکھیں کھولے بغیر پوچھا۔ "پولڈوری یہ شور کیسا ہے؟"

"ایک دودکش گر پڑا ہے۔ باہر قیامت کی آندھی چل رہی ہے" +

وکیل نے کروٹ لیتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔ "پولڈوری۔ میں اپنی محبوبہ کو دیکھ رہا ہوں۔ وہ دیکھو سامنے کھڑی ہے۔ آہ۔ اس کا حسن کس بلا کا ہے۔ دیکھو دیکھو اس کے لمبے لمبے سیاہ بال شانوں پر بکھرے ہوئے ہیں۔ اور اُس کے نیم وا ہونٹوں میں سے ننھے ننھے دانت موتیوں کی طرح چمک رہے ہیں۔ ہونٹ مرجان سے زیادہ سرخ ہیں۔ اور اُس کی بڑی بڑی سیاہ آنکھیں ستاروں کی طرح جھلملا رہی ہیں بسملی بسملی! میں تیرا دیوانہ ہوں" +

پولڈوری نے تشویشناک لہجہ میں کہا "چپکے رہو۔ ان خیالی صورتوں کو اپنے دماغ سے نکال دو" +

یک لخت وکیل نے درد و کرب کی ایک چیخ مار کر سر تکیے پر پٹخ دیا۔ پولڈوری نے گھبرا کر پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"لمپ گل کر دو۔ اس کی چمک بہت تیز ہے۔ میں برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ مجھے اندھا کئے دیتی ہے" +

پولڈوری نے حیرانی سے کہا۔ "لمپ میں سے تو بہت مدھم روشنی نکل رہی ہے۔ اور پھر اُس کے اوپر شیڈ بھی ہے" +

"میں اندھا ہو جاؤں گا۔ میرے کمرے میں ہزاروں لاکھوں چمکتے ہوئے ذرّے ناچ رہے ہیں۔ انہیں میرے پاس سے ہٹا لو" یہ کہتے کہتے وکیل اُٹھ کر

بیٹھ گیا۔ اور انتہائی کرب کی ایک اور چیخ مار کر دونوں آنکھوں کو ہاتھوں سے چھپا لیا "میں اندھا ہو گیا۔ یہ آگ کے شعلے میرے پپوٹوں کو چیر کر اندر گھس رہے ہیں"۔

پولڈوری نے کہا۔" آہستہ آہستہ اس کے سب حواس جواب دیتے جا رہے ہیں۔ ایلو قوت بینائی بھی سلب ہو گئی۔ اب اس کا بچنا محال ہے"۔

اب کے فرینڈ نے ایک بے حد مہیب چیخ ماری۔ جس سے در و دیوار تک لرز اُٹھے۔" او جلاّد۔ لمپ گل کیوں نہیں کرتا؟ تپلتی ہوئی سرخ سرخ سوئیاں میری آنکھوں میں گھسی چلی آ رہی ہیں۔ ارے کوئی بچاؤ"۔

پولڈوری نے گھبرا کر لمپ گل کر دیا۔ عین اس موقع پر باہر بازار میں ایک گاڑی کی گھڑگھڑاہٹ سنائی دی۔ جو اس مکان کے دروازے کے سامنے آ کر رُک گئی۔

جب کمرے میں اندھیرا ہو گیا۔ تو فرینڈ کو کسی قدر سکون حاصل ہُوا۔ اور وہ پولڈوری سے کہنے لگا۔" تم نے لمپ گُل کرنے میں اتنی دیر کیوں کی؟ کیا تم مجھے اذیت میں دیکھ کر خوش ہو رہے تھے۔ آہ میں نے ان چند لمحوں میں کس قدر تکلیف اُٹھائی ہے۔ میرے اللہ کتنی اذیت!"

"مجھے ابھی ابھی ایسی آواز سنائی دی ہے۔ جیسے کوئی گاڑی ہمارے دروازے کے سامنے آ کر رُک گئی ہو۔ سنو۔ سنو۔ صحن میں سے کسی کے باتیں کرنے کی آواز آ رہی ہے ــــــ"

فرینڈ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔" تم مجھے دھوکا دینا چاہتے ہو۔ لیکن میں ان باتوں میں آنے والا نہیں ہوں۔ سسلی میری محبوبہ سامنے کھڑی ہے۔ مجھے بُلا رہی ہے۔ دیکھو میں کہے دیتا ہوں۔ مجھے غصّہ نہ دلاؤ۔ سمجھ گئے؟ ہوشیار رہو۔ بدمعاش تو مجھے سسلی سے نہیں ملنے دیتا۔ لے تیری سزا یہ ہے"۔

پولڈوری نے چیخ مار کر کہا۔ "پگلے۔ تو نے میرے بازو میں خنجر بھونک دیا لیکن زخم معمولی ہے۔ ٹھہر جا میں تجھے اس کا مزا چکھاتا ہوں"

"یہ میری سسلی کے زہر آلود خنجر کا زخم ہے۔ جو تیری جان لے کر رہے گا۔ میں اس خنجر کو ہر وقت اپنے پاس رکھتا ہوں۔ ذرا صبر کر زہر ابھی اپنا اثر دکھاتا ہے۔ آہا۔ ہا ہا! تو نے ابھی سے اپنی گرفت ڈھیلی کر دی۔ تو مر چلا ہے۔ بے وقوف جب میں اپنی سسلی کے پاس جانا چاہتا تھا۔ تو تو نے مجھے کیوں روکا"

پولڈوری شدت کرب سے بیتاب ہو کر چلا اٹھا "میں ٹھٹھر رہا ہوں۔ میری ٹانگیں کانپ رہی ہیں۔ خون میری رگوں میں جم گیا ہے۔ میرا سر چکرا رہا ہے۔ بچاؤ۔ بچاؤ" یہ کہتے کہتے وہ دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔

باہر قدموں کی آہٹ اور دروازے کے شیشوں کے ٹوٹنے کی آواز آئی۔ وکیل ہاتھ میں خنجر تھامے اندھیرے میں راستہ ٹٹولتا ہوا ساتھ والے کمرے کے دروازے کے پاس پہنچا۔ قفل تلاش کر کے چابی پھرائی۔ اور دروازہ کھول کر اندر گھس گیا عین اس وقت رودلف جوش انتقام سے دیوانہ ہو کر مقابل کے دروازے سے اسی کمرے میں داخل ہوا۔ اور نہایت غضبناک لہجہ میں کہنے لگا۔ "درندے۔ تو نے میری بیٹی کی جان لی ہے۔ میں تجھے ——" وہ فقرا ختم نہ کر سکا۔ ٹھٹک کر رہ گیا۔ اسے ایسا معلوم ہوا۔ گویا اس کے الفاظ نشتر بن کر وکیل کے دل میں اتر گئے ہیں۔ وکیل نے خنجر ایک طرف پھینک دیا۔ اور آنکھوں کو دونوں ہاتھوں سے چھپا کر درد و کرب سے چیختا چلاتا اوندھے منہ فرش پر گر پڑا۔ بات یہ تھی۔ کہ یہ کمرا بے حد روشن تھا۔ یکایک اندھیرے سے تیز روشنی میں آجانے سے اس پر ایسی کیفیت طاری ہوئی۔ گویا اس پر بجلی گر پڑی ہو۔ کبھی ناخنوں سے فرش کو اکھیڑنے کی کوشش کرتا۔ چاہتا۔ کہ زمین میں گڑھا کھود کر اپنے تئیں اس میں سونپ دے۔ اور اس طرح اس اذیت و کرب

سے نجات حاصل کرے جس میں اُس کمرے کی تیز روشنی نے اُسے مبتلا کر دیا تھا۔ کبھی کونوں میں چھپنے کی سعی لاحاصل کرتا۔ کبھی دانت بھینچ بھینچ کر ایسی آوازیں نکالتا۔ جو وحشی اور خونخوار درندوں کی چیخوں سے زیادہ مہیب اور ڈراؤنی تھیں۔ یہ کیفیت دیکھ کر وڈلف کا دل جو چند لمحے پہلے آتش انتقام سے بھڑکا جاتا تھا۔ رحم و بخشش کا سرچشمہ بن گیا +

اس انتہائی کرب و اذیت میں بھی فرینڈ کے دل سے سسلی کا خیال محو نہ ہوا۔ اُسے یاد آیا۔ کہ سسلی اُسے "چیتا" کہہ کر پکارا کرتی تھی۔ فرینڈ کو اس وقت ایسا معلوم ہوا۔ گویا وہ درحقیقت چیتا ہی ہے۔ وہ کمرے کے ایک کونے میں گھٹنوں کے بل بیٹھ گیا۔ دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک دئے۔ اور درندوں کی طرح غرّانے اور دانت پیسنے لگا۔ اس وقت سچ مچ اس میں چیتے کی مشابہت اور خو بو پیدا ہو گئی تھی۔ وحشیانہ لہجہ میں کہنے لگا "میں چیتا ہوں۔ میں چیتا ہوں۔ یہ میرا غار ہے۔ جس میں ژوالیز میڈم سرافین۔ اور لوئیسہ کے بچے کی لاش کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہیں۔ یہ میری خوراک ہے۔ میری مادہ سسلی میرے ساتھ اس میں شریک ہو گی +" پھر اپنی سوکھی ہوئی انگلیوں کو دیکھ کر جن کے ناخن بیماری میں بہت بڑھ گئے تھے۔ بولا۔ "بڈھا ہو گیا ہوں۔ پر ابھی میرے ناخنوں میں چیرنے پھاڑنے کی سکت ہے۔ میری مادہ سسلی کی طرف کوئی آنکھ اُٹھا کے بھی نہیں دیکھ سکتا۔ آہ وہ مجھے پکار رہی ہے۔ آتا ہوں۔ آتا ہوں۔ وہ غرّا رہی ہے۔ میری پیاری میں آرہا ہوں" +

اُٹھنے کی کوشش کی۔ مگر منہ کے بل گرا۔ اور جان دے دی +

تیسواں باب

باپ اور بیٹی

موسم بہار کی آمد آمد تھی۔ سورج کی کرنوں میں حدّت پیدا ہو چلی تھی۔ آسمان کا رنگ نکھر آیا تھا۔ ہوا میں تازگی و فرحت تھی۔ فلوردی میری لووے کے بازو کا سہارا لئے ڈاکٹر گرفن کے باغ میں ٹہل رہی تھی۔ تمازت آفتاب اور چلنے پھرنے سے اُس کے زرد رخساروں پر کسی قدر سرخی آگئی تھی۔ کچھ دیر ٹہلنے کے بعد وہ تھک گئی۔ تو باغ کے ایک قطعہ میں ہری ہری دوب پر بیٹھ گئی۔ اور لووے سے کہنے لگی "میرا خیال ہے۔ کہ اب مجھے کونٹ سینٹ ریمی اور ڈاکٹر گرفن سے اجازت لے کر میڈم جارجس کو خط لکھ دینا چاہئے۔ اُنہیں میرے غائب ہو جانے سے بہت الجھن ہو رہی ہوگی۔ اور غالباً مسٹر رودلف بھی مجھے مُردہ سمجھ کر پریشان ہوں گے"۔ یہ کہتے کہتے اُس نے حیا سے اپنی نظریں جُھکا لیں۔

"تمہارے زندہ ہونے کا کسی کو بھی علم نہیں ہے۔ جن بدمعاشوں نے تمہیں ڈبونا چاہا تھا۔ وہ بھی تمہیں مردہ سمجھے ہوئے ہیں"۔

"یہ میری سمجھ میں نہیں آتا۔ کہ میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے۔ جو وہ میری جان لینے کے درپئے ہیں۔ مجھے تو کوئی جانتا بھی نہیں"۔

"میرے مارشل کے رشتہ دار ایسے بے وقوف نہیں۔ کہ بغیر کسی لالچ کے کسی

کو دریا میں غرق کر دینے پر آمادہ ہو جائیں ۔ مارشل جب اپنی ماں سے ملا ۔ اُس سے اُسے کئی باتیں معلوم ہوئیں ۔ جن سے اس واقعہ پر روشنی پڑتی ہے"۔

"تو کیا وہ اپنی ماں سے ملاقات کرنے گیا تھا؟"

"ہاں ۔ لیکن اُس کے اور کیلے اور نکولس کے بچاؤ کی کوئی صورت نہیں ۔ بہت سی باتوں کا انکشاف ہُوا ہے ۔ نکولس نے اپنی جان بچانے کی خاطر اپنی ماں اور بہن کے خلاف ایک اَور قتل کی شہادت دی ہے ۔ اس طرح ان تینوں کے تینوں کو موت کی سزا ملے گی ۔ نکولس قید خانہ سے فرار کی تدبیریں کر رہا ہے ۔ اُس نے اپنے بھائی مارشل سے اپنے فرار کا منصوبہ بیان کیا تھا ۔ اور اُس سے مدد چاہی تھی"۔

"تمہارا مارشل بہت نیک دل نوجوان ہے ۔ باوجود اپنی ماں اور بہن بھائی کے اس سلوک کے جو اُنہوں نے اُس سے روا رکھا ۔ وہ اب بھی اُن سے محبت رکھتا ہے"۔

"بڑا محبت رکھے ۔ لیکن میں اُسے ایک قاتل کی ۔ جس نے اُس کے قتل کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی ۔ ہرگز امداد نہ کرنے دوں گی"۔

لووے یکایک کھڑی ہوتے ہوئے بولی ۔ "سنو ۔ سنو ۔ میرے کانوں میں ایسی آواز آئی ہے ۔ جیسے کوئی گاڑی ادھر کو آ رہی ہو ۔ ہاں ۔ ہاں وہ دیکھو ۔ گاڑی ہی ہے ۔ ادھر ہی کو آ رہی ہے ۔ اور اس میں ایک خاتون بیٹھی ہے"۔

ژولیئر چلّا اُٹھی ۔ "ایں ۔ یہ تو وہی نوجوان اور حسین خاتون ہیں ۔ جو سینٹ لزارے میں میری ملاقات کو آئی تھیں"۔

ایک لمحہ بعد کونٹ سینٹ ریمی میڈم داہارویل کو ہمراہ لئے باغ میں نمودار ہُوا ۔ میڈم داہارویل فلوردی میری کو دیکھتے ہی اُس کی طرف دوڑی ۔ اور بڑی گرمجوشی سے اُسے گلے سے لگا کر بولی ۔ "آہ ۔ میری بچّی ۔ تو زندہ ہے ۔ تجھے دیکھ کر مجھے جسقدر مسرّت حاصل ہوئی ۔ اُس کا اندازہ لگانا محال ہے"۔

"میڈم۔ مجھے آپ سے دوبارہ مل کر بے حد خوشی ہوئی۔ سینٹ لزارے میں آپ مجھ سے جس محبت و شفقت سے پیش آئیں۔ میں اُسے بھولی نہیں ہوں"۔

"آہ۔ میری بچی تیرے دوست جو اس وقت شاید تیری جُدائی میں خون کے آنسو رو رہے ہوں گے۔ جس وقت تیری صورت دیکھیں گے۔ تو اُنہیں کس درجہ مسرت ہوگی!"

فلوردی میری نے لووے کا ہاتھ تھام کر جو ایک طرف کو ہٹ گئی تھی۔ میڈم داہارویل سے کہا "اگر میرے محسنوں کو میرے زندہ بچ رہنے سے واقعی خوشی ہوگی۔ تو اُنہیں میری اس دوست کا ممنون ہونا چاہئے۔ جس نے اپنی جان جوکھوں میں ڈال کر میری جان بچائی"۔

"اطمینان رکھو۔ تمہارے دوست بہادر لووے کے اس احسان کا پورا پورا بدلہ دیں گے۔ آؤ۔ آؤ مجھ میں اب صبر کی ذرا بھی تاب نہیں ہے۔ میں تمہارے دوستوں کے پاس پہنچنے کے لئے بے حد بے قرار ہوں"۔ اس کے بعد وہ کونٹ کی طرف مخاطب ہو کر بولی۔ "اس بہادر لڑکی کو میرے مکان کا پتہ بتا دیجئے گا۔ لووے مجھے امید ہے کہ تم ضرور ژوالیز سے ملنے آؤ گی؟"

اس کے چند لمحے بعد میڈم داہارویل اور فلوردی میری گاڑی میں سوار ہو کر پیرس کی جانب روانہ ہو گئیں +

میڈم داہارویل اس حقیقت سے واقف نہ تھی۔ کہ فلوردی میری روڈلف کی بیٹی ہے۔ جب گاڑی روڈلف کے مکان کے سامنے آکر ٹھہری۔ تو اُس نے سوچا۔ کہیں روڈلف فلوردی میری پر اپنی اصلی شخصیت ظاہر کرنا پسند نہ کرے۔ چنانچہ اس نے اُسے پہلے اطلاع دے دینا مناسب سمجھا۔ وہ میری کو گاڑی ہی میں چھوڑ کر اطلاع دینے مکان میں داخل ہوئی۔ روڈلف کی صورت کچھ ایسی بدل گئی تھی۔ کہ پہچاننا مشکل تھا۔

اُس کی آنکھیں بتا رہی تھیں۔ کہ اُنہوں نے بہت آنسو بہائے ہیں۔ جس وقت میڈم دا ہارویل نے اُس کی صورت دیکھی۔ تو گھبرا کر کہا۔ "مائی لارڈ۔ خیر تو ہے؟"

"میڈم۔ شاید آپ اس امر سے واقف نہیں ہیں۔ کہ فلوردی میری۔ جس کی موت کی خبر میں نے آپ کو سُنائی تھی۔ میری بیٹی تھی + ہاں۔ ہاں۔ میڈم۔ میری بیٹی!"

میڈم دا ہارویل نے ایک ایسے لہجہ میں جس کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہیں چلّا کر کہا۔ "فلوردی میری۔ آپ کی بیٹی؟"

یکایک وہ ایک فوری اور غیر متوقع جذبے سے مغلوب ہو کر اور شہزادے اور سر والٹر مرفی کی موجودگی کو فراموش کر کے فرش پر دوزانو بیٹھ گئی۔ ہاتھ یوں اُٹھا لئے۔ گویا دعا مانگ رہی ہے۔ چلّا کر بولی۔ "خدایا۔ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے۔ کہ تو نے شہزادے کو یہ خوش خبری سُنانے کے لئے مجھے منتخب کیا۔ کہ اُس کی بیٹی زندہ ہے!"+

جس وقت یہ الفاظ مرفی اور شہزادے کے کانوں تک پہنچے۔ وہ بے اختیار کلیمنس کی طرف لپکے۔ کلیمنس فرش پر سے اُٹھی۔ ایک ہاتھ سے اپنے دھڑکتے ہوئے دل کو تھام رکھا تھا۔ بولی۔ "نیچے ——— گاڑی میں"+

روڈلف اندھا دھند دروازے کی طرف لپکا۔ مگر مرفی نے اُس کا راستہ روک کر کہا۔ "مائی لارڈ۔ آپ نہ جائیے"+

روڈلف نے اپنے جذبات پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "ہاں ٹھیک ہے۔ یوں یک لخت اپنے تئیں اُس پر ظاہر کر دینا درست نہیں۔ مرفی تم جاؤ۔ اور میری بیٹی کو لاؤ"+

جب مرفی کمرے سے نکل گیا۔ تو شہزادے نے کلیمنس سے پوچھا۔ "یہ تو معلوم ہو کہ وہ مرنے سے کس طرح بچالی گئی؟"

"عین اُس موقع پر جبکہ دریا کی تیز و تند موجیں اُس کا رشتۂ حیات منقطع کرنے کو تھیں۔

ایک بہادر لڑکی اُس کی امداد کو پہنچ گئی۔ اور اُسے ڈوبنے سے بچا لیا۔ حسن اتفاق سے میرے دوست کونٹ ڈی سینٹ ریمی اور ڈاکٹر گرفن یہ واردات دیکھ رہے تھے۔ وہ دونوں کو اپنے ہاں لے گئے۔ اور نہایت کوشش سے فلور دی میری کا علاج کیا۔ پھر ان لڑکیوں کی زبان سے میرا نام سُن کر کونٹ ریمی نے مجھے اس واقعہ کی اطلاع دی۔ اور میں وہاں پہنچ گئی"۔

اس کے بعد ایک لمحہ تک کامل سکوت طاری رہا جس کے دوران میں روڈلف نہایت شکر مندی کی نظروں سے کلیمنس کی طرف دیکھتا رہا۔ پھر وہ اُس کے قریب آگیا۔ اور دبی آواز میں بولا" میڈم۔ آج کا دن میری زندگی کا مسرور ترین دن ہے۔ اور یہ تمہاری ہی بدولت ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ آج اس گھڑی تمہارے سامنے ایک بات کا اعتراف کر دوں۔ جسے میں نے مدّت سے اپنے دل میں چھپا رکھا ہے، میڈم یقین جانو جب سے میں نے تمہیں دیکھا ہے۔ تمہاری محبّت نے میرے دل میں آگ سی لگا رکھی ہے۔ اپنے دوست مارکوئیس کی زندگی میں میں اس کا خیال بھی گناہ عظیم سمجھتا تھا۔ مگر اب جبکہ تم آزاد ہو۔ کیا تم میری بیٹی کی ماں بننا قبول کرو گی؟"

میڈم داہارویل نے چلّا کر کہا" مائی لارڈ۔ آپ مذاق کرتے ہیں"۔

روڈلف نے بڑے جوش سے کہا" میڈم میری محبّت کی تحقیر نہ کرو۔ یقین جانو۔ کہ میرا دل ہمیشہ تمہیں پیار کرتا رہا ہے"۔

کلیمنس خود ایک عرصہ سے شہزادے کی محبّت کا دم بھرتی تھی۔ اس وقت شہزادے کی زبان سے یہ کلمات محبّت سُن کر اُسے ایسا معلوم ہوا۔ گویا وہ خواب دیکھ رہی ہے۔ فرط مسرّت سے اُس کی آنکھوں میں آنسو بہہ نکلے۔ وہ کچھ کہنا چاہتی تھی۔ کہ کمرے کے باہر قدموں کی آہٹ سُن کر رُک گئی۔ اور جلدی

سے آنسو پونچھ کر بولی ۔"کوئی آرہا ہے۔شاید آپ کی بیٹی ہے"۔

روڈلف نے بڑی لجاجت سے کہا۔"میڈم۔میں تمہیں اپنی محبت کا واسطہ دیتا ہوں۔کہ انکار نہ کرو۔کہو ہماری بیٹی آرہی ہے"۔

کلیمنس نے آہستہ سے کہا۔"ہماری بیٹی آرہی ہے"۔

عین اس موقع پر مرفی فلوردی میری کو لے کر کمرے میں داخل ہوا۔میری روڈلف کی صورت دیکھتے ہی اچھل پڑی ۔اور بڑے جوش سے کہا۔"آہ۔میرے کرم فرما۔میرے آقا"۔

روڈلف کا دل قابو سے نکلا جاتا تھا۔اُس نے میری سے اپنے دلی جذبات چھپانے کے لئے مُنہ دوسری طرف پھیر لیا۔کلیمنس اُس کی توجہ کو شہزادے کی طرف سے ہٹانے کے لئے آگے بڑھی۔اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر ایک کرسی کی طرف لے گئی۔"میری بچی۔تم ابھی تک کمزور ہو۔یہاں بیٹھ جاؤ۔اور اطمینان سے باتیں کرو"۔

میری کے دل میں جذبات کا ایک طوفان برپا تھا۔وہ بڑی مشکل سے ضبط کر کے کرسی پر بیٹھ گئی ۔تب روڈلف آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتا ہوا کرسی کے قریب آیا۔اور میری کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔"میری خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے۔کہ تم پھر اپنے دوستوں میں آگئی ہو۔یقین رکھو۔کہ اب تم ہمیشہ اُن کے پاس رہو گی۔اور ہاں تم یہ سُن کر خوش ہو گی۔کہ ہمیں تمہاری پیدائش کے متعلق بہت سی باتوں کا پتہ لگ چکا ہے"۔

"میری پیدائش کے متعلق؟"

"ہاں۔اور ہم نے تمہارے والدین کا کھوج بھی لگا لیا ہے۔اور تمہارا باپ زندہ ہے"۔

"میرا باپ زندہ ہے؟"

کلیمنس نے کہا۔"ہاں۔اور عنقریب تم اُس سے ملاقات کر سکو گی۔تمہیں یہ سُن کر

خوشی ہوگی۔ کہ وہ نہایت اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہے"۔

"لیکن میڈم۔ میری اماں جان کہاں ہیں کیا میں اُنہیں بھی دیکھ سکوں گی؟"

"یہ بات تم اپنے باپ سے دریافت کرنا"۔

شہزادے نے کہا۔ "جس دن تم اپنے باپ سے ملوگی۔ اُس دن سے تمہاری زندگی کا نیا دور شروع ہوگا"۔

میری نے کہا۔ "آہ مسٹر رڈلف۔ میری زندگی کا نیا دور تو اُسی دن سے شروع ہوگیا ہے۔ جب آپ نے مجھ پر رحم کھا کر مجھے ذلت و رسوائی کے گڑھے سے نکالا۔ اور فارم میں رکھا تھا"۔

"تو کیا تم مجھ سے ویسی ہی محبت رکھتی ہو جیسی تمہیں اپنے باپ سے ہوتی ہے؟"

"اس سے بھی کہیں زیادہ مسٹر روڈلف یقین جانئے میرے دل میں آپ کی ویسی ہی عزت ہے۔ جیسی خدا کی ہے۔ آپ میری گذشتہ زندگی سے واقف ہیں۔ اس کے باوجود آپ مجھ سے شفقت و محبت سے پیش آتے ہیں۔ لیکن میرے باپ کو میری ذلتوں اور رسوائیوں کا علم نہیں۔ اور چونکہ میڈم کے بیان کے مطابق وہ نہایت اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے جب وہ مجھ سے ملے گا۔ اور اُسے میری گذشتہ زندگی کے واقعات معلوم ہوں گے۔ تو اُس کا سر ندامت سے جھک جائے گا۔ اور وہ مجھ سے نفرت کرنے لگے گا"۔

روڈلف نے چلا کر کہا۔ "نفرت کرنے لگے گا۔ کس سے؟ تم سے؟ تم کیا کہہ رہی ہو میری! تمہارا باپ ایسا کم ظرف نہیں ہے۔ وہ تمہیں اس قدر بلند اس قدر شاندار مرتبہ پر پہنچائے گا۔ کہ اس دنیا کی جلیل القدر سے جلیل القدر ہستیاں بھی تمہیں عزت و توقیر کی نگاہ سے دیکھیں گی۔ اور تمہارا شمار یورپ کی بڑی بڑی شہزادیوں میں ہوگا۔ میری میری بیٹی میری ننھی بچی۔ اپنے باپ کی طرف دیکھ۔ تیرا باپ میں ہی ہوں"۔

دوسرے لمحہ میں میری اپنے باپ کے آغوش میں بے ہوش تھی۔ مرفی نے جلدی سے دروازہ کھول کر ایک خادم سے کہا۔ "ڈاکٹر ڈیوڈ کو فوراً بلاؤ"۔

روڈلف نے روتے ہوئے کہا۔ "مجھ پر لعنت ہو۔ مجھ میں اس راز کے چھپانے کی تاب نہیں رہی تھی۔ آہ۔ میں نے اُسے مار ڈالا"۔

روڈلف کا حبشی ڈاکٹر ڈیوڈ دواؤں کا بکس لئے کمرے میں داخل ہوا۔ روڈلف نے اُس کی صورت دیکھتے ہی چلّا کر کہا۔ "ڈیوڈ۔ میری بچّی مر رہی ہے۔ میں نے تمہاری جان بچائی تھی۔ تم میری بیٹی کی جان بچاؤ"۔

شہزادے کی زبان سے بیٹی کا لفظ سُن کر ڈیوڈ کو حیرت تو ہوئی۔ مگر وہ لپک کر فلوردی میری کی طرف گیا۔ جسے اب میڈم داہارویل نے اپنے آغوش میں لے رکھا تھا۔ نبض دیکھی۔ پیشانی پر ہاتھ رکھا۔ اور پھر روڈلف کی طرف جس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ "یور ہائی نس، اطمینان رکھئے۔ اندیشہ کی کوئی بات نہیں ہے۔ ایتھر کے چند قطرے اسے ہوش میں لے آئیں گے"۔

تھوڑی دیر بعد فلوردی میری نے آنکھ کھول دی۔ روڈلف نے کلینس کی طرف دیکھ کر کہا۔ "میری زندہ ہے۔ ہماری بیٹی زندہ ہے"۔

ڈیوڈ کی ہدایت کے مطابق میری کو تازہ ہوا کھلانے کے لئے ایک پہیوں والی کرسی پر بٹھا کر باغ میں پہنچا دیا گیا۔ جب روڈلف اور کلینس تنہا رہ گئے۔ تو روڈلف نے کہا۔ "میڈم شاید تمہیں یہ معلوم نہیں۔ کہ کونٹس سارہ فلوردی میری کی ماں ہے۔ اس جاہ و حشمت کی بھوکی عورت نے میری جوانی کے ایّام میں مجھ پر ڈورے ڈالے۔ اور میں خفیہ طور پر اُس سے شادی کرنے پر مجبور ہو گیا۔ مگر یہ شادی بعد میں ناجائز قرار دی گئی فلوردی میری اسی ناخوشگوار رشتے کا نتیجہ ہے"۔

"مائی لارڈ۔ اگر آپ اپنی بیٹی کی راحت و بہتری کے خواہاں ہیں۔ تو میری رائے

میں آپ کو فوراً کونٹس سارہ سے شادی کر کے میری کو قانونی طور پر اپنی جائز اولاد قرار دینا چاہیئے "+

"میڈم۔ تم کتنی سنگدل ہو۔ کہ مجھے اُس عورت سے شادی کرنے کا مشورہ دے رہی ہو۔ جس سے مجھے دلی نفرت ہے۔ کیا یوں نہیں ہو سکتا۔ کہ تم میری بیٹی کو متبنیٰ بنا لو۔ اور مجھ سے شادی کر لو۔ اس طرح بھی وہ قانونی طور پر میری بیٹی سمجھی جائیگی"+

"مائی لارڈ آپ اپنے فرض کو بھولے جا رہے ہیں۔ محض میری محبت کے لئے اپنی بیٹی کی عزت و راحت کو قربان کر رہے ہیں۔ یہ صحیح ہے۔ کہ میں میری کو اولاد سے زیادہ عزیز رکھوں گی۔ مگر جو خوشی اُسے اپنی حقیقی ماں کے سائے میں رہ کر ہوگی۔ وہ کسی غیر کے پاس رہ کر کہاں حاصل ہو سکتی ہے+ دوسرے مجھ سے شادی کرنے پر اُسے وہ مرتبہ حاصل نہیں ہو سکتا جس پر آپ اُسے پہنچانا چاہتے ہیں۔ دنیا کی نظروں میں اُس کی حیثیت ایک متبنیٰ اولاد سے زیادہ نہ ہوگی+ اس لئے میں التجا کرتی ہوں۔ کہ میرے خیال کو دل سے نکال دیجئے۔ اور اپنی بیٹی کی خوشی اور عزت کی خاطر سارہ سے شادی کر لیجئے"+

روڈلف کچھ دیر تک گہری سوچ میں ڈوبا رہا۔ پھر بولا "میڈم۔ آپ کا خیال درست ہے۔ مجھے اپنا فرض پورا کرنا چاہیئے۔ مگر اس کا کیا علاج کہ آپ کے اس ایثار سے جو آپ میری کے لئے کر رہی ہیں۔ میرے دل میں پہلے سے بھی زیادہ آپ کی عزت و محبت پیدا ہو گئی"+

اس موقع پر مرفی کمرے میں داخل ہوا۔ اور روڈلف کی طرف مخاطب ہو کر کہا "مائی لارڈ شہزادی صاحبہ کو ہوش آگیا ہے۔ سب سے پہلا کلمہ جو اُنکی زبان سے نکلا "ابا جان" تھا۔ شہزادی صاحبہ آپ سے ملنے کی مشتاق ہیں"+

کچھ دیر بعد میڈم داہارویل رخصت ہو گئی۔ اور شہزادہ مرفی۔ ہیرن ڈی گراؤن اور ایک ایڈی کانگ کو ہمراہ لے کر بڑی عجلت میں کونٹس سارہ کی طرف روانہ ہو گیا+

اکتیسواں باب

شادی

جب سے کونٹس سازہ کو فلورنسی میری کے قتل کی خبر ملی تھی۔ اُس کی حالت روز بروز ابتر ہوتی جاتی تھی۔ ایک تو میری کی موت نے اُس کی تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا تھا۔ اس کا اُسے جس قدر بھی غم ہوتا۔ کم تھا۔ دوسرے اُسے اس بات سے بے حد پشیمانی تھی۔ کہ اپنی بیٹی کی قاتل خود ہے۔ اگر وہ اُسے بوکیوال کی فارم سے پکڑ نہ منگواتی۔ تو یہ نوبت کبھی نہ آتی۔ ان رنجیدہ خیالات نے ایک خطرناک مرض کی صورت اختیار کر لی تھی۔ علاوہ ازیں شوہیت نے جو اُسے زخم پہنچایا تھا۔ وہ ابھی بھرنے نہ پایا تھا۔ کہ اس ناگہانی صدمہ کے باعث پھر ہرا ہو گیا۔ کئی دن تک وہ بستر پر پڑی رہی۔ اس دوران میں اس پر اتنی اتنی دیر تک غشی طاری رہی۔ کہ اُس کا بھائی ٹام اور سب نوکر چاکر اُس کی زندگی سے نا اُمید ہو گئے۔ ایک دفعہ تو زندگی کی اُمید بالکل منقطع ہو گئی +

ایک دن جب وہ ذرا ہوش میں تھی۔ اور ایک آرام کرسی پر بیٹھی اپنی حالت پر غور کر رہی تھی۔ تو ٹام بوکھلایا ہوا اُس کے کمرے میں داخل ہوا۔ اشارے سے خادماؤں کو رخصت کر کے بہن کے قریب آیا۔ اور بڑی مشکل سے اپنے جذبات پر قابو پا کر کہنے لگا "کہو کیسی طبیعت ہے؟"

"کمزوری بے حد ہے۔ رہ رہ کے دم گھٹتا ہے۔ سوچ رہی ہوں۔ خدا مجھے اس دنیا سے اُٹھا کیوں نہیں لیتا"۔

"سارہ۔ میں ایک عجیب مخمصے میں پھنسا ہوا ہوں۔ میں تم سے ایک بات کہنا چاہتا ہوں۔ لیکن وہ بات اتنی بڑی۔ اتنی اہم ہے۔ کہ مجھے ڈر ہے۔ اپنی اس بیماری میں تم اُسے سُن نہ سکو گی۔ میری زبان سے نکلا ہوا ایک لفظ بہت ممکن ہے تمہیں نئی زندگی بخش دے۔ اور بہت ممکن ہے۔ تمہیں قبر میں پہنچا دے"۔

"تمہاری ان باتوں سے مجھے اُلجھن ہوتی ہے۔ صاف صاف کیوں نہیں کہتے"۔

"اچھا تو سُنو۔ تمہاری بیٹی جسے تم مردہ سمجھ چکی ہو۔ زندہ ہے۔ وہ ڈوبنے سے بچا لی گئی تھی۔ اور شہزادہ رڈولف تم سے شادی کا خواستگار ہے۔ وہ اس وقت ساتھ والے کمرے میں پادری اور شادی کے گواہوں سمیت موجود ہے۔ میں نے تمہارے دوستوں کو تمہاری طرف سے گواہوں کے طور پر پیش کرنے کے لئے بُلا رکھا ہے۔ تمہاری زندگی کی سب سے بڑی آرزو۔ اور تمہاری دایہ کی پیشین گوئی پوری ہونے کا دن آپہنچا ہے۔ اب تم ایک مملکت کی تاجدار ہو گی"۔

ٹام کی توقع کے خلاف ان الفاظ سے سارہ کے چہرے پر کوئی تغیر نہ ہوا۔ پہلے کی طرح گُم سُم بیٹھی رہی۔ بولی۔ "شہزادہ کہاں ہے؟ میں شادی کی رسم سے پہلے اُسے دیکھنا چاہتی ہوں۔ کیا میری بچی بھی اُس کے ہمراہ ہے؟ میں اُس کی صورت دیکھنے کے لئے بے قرار ہوں"۔

"نہیں۔ وہ اس وقت یہاں نہیں ہے۔ مگر بے قرار ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اب تو وہ ہمیشہ تمہارے ہی پاس رہا کرے گی"۔

اتنی بڑی حقیقت کے انکشاف پر بھی سارہ کو ساکت و جامد بیٹھے دیکھ کر ٹام کو اُلجھن سی ہونے لگی۔ اُسے اس بات پر حیرت تھی۔ کہ جو عورت عمر بھر ایک تمنا میں سر دھنتی

رہی ہو۔ وہ اُس تمنّا کے پورے ہونے کے دن اپنے تئیں ایسا بے پروا ظاہر کرے وہ اپنی بہن کے چہرے کی طرف ٹکٹکی لگائے دیکھ رہا تھا۔ مگر اُس کے چہرے پر خوشی یا رنج کسی قسم کے آثار نہ پائے جاتے تھے۔ آخر کار کسی قدر پس و پیش کے بعد اُس نے ایک دروازہ کھولا۔ اور اُسے کھلا چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ دوسرے لمحے روڈلف داخل ہوا اور دروازہ بند کر کے سارہ کے قریب آیا۔ اور بڑی سرد مہری کے لہجہ میں اُس سے پوچھا "تمہیں اپنے بھائی سے حقیقت حال معلوم ہو گئی ہو گی۔ کہو اب تو تمہاری آرزو پوری ہو گئی"؟

"مائی لارڈ میری صرف ایک التجا ہے۔ میں اپنی بیٹی کو دیکھنا چاہتی ہوں"۔

"یہ مشکل ہے۔ ابھی اُس نے بیماری سے پوری طرح شفا بھی نہیں پائی۔ اور بہت ممکن ہے۔ تمہاری ملاقات اُس کی تندرستی پر بُرا اثر ڈالے"۔

"تو کیا میں اپنی بچّی کو گلے بھی نہ لگا سکوں گی؟"

روڈلف نے کونٹس کے چہرے کی طرف حیرانی سے تکتے ہوئے کہا۔ "اس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ تمہاری دلی آرزو پوری ہو چکی۔ تم ایک تاجدار ملکہ ہو۔ اب اور کیا چاہتی ہو؟"

سارہ کی آنکھ سے آنسو کی ایک بوند بہ نکلی۔ بڑی دردناک آواز میں کہا۔ "روڈلف۔ مجھ میں یہ چبھتے ہوئے فقرے سُننے کی تاب نہیں میرے سانس گنتی کے ہیں۔ ابھی ابھی میرے بھائی نے کہا ہے۔ کہ اس حقیقت کا انکشاف بہت ممکن ہے تمہیں جلا لے اور بہت ممکن ہے مار ڈالے۔ مجھے معلوم ہو رہا ہے۔ کہ اُس کی دوسری بات سچ ہو گی۔ میں مرنے سے پہلے اپنی بچّی کو دیکھنا چاہتی ہوں۔ اگر تم مجھے اُس کی صورت نہ دکھاؤ گے تو میں تم سے شادی کرنے سے انکار کر دوں گی۔ اور اس طرح میری موت کے بعد اُس کی پیدائش قانونی طور پر ناجائز ہو گی"۔

"فلوردی میری یہاں نہیں ہے۔ مجھے اُسے گھر سے بُلوانا ہو گا"۔

"تو جلد بلوالو۔ اتنے وہ آئے۔ شادی کی رسوم ادا کر دی جائیں"۔

"گو تمہارے ان جذبات پر مجھے حیرت ہے۔ لیکن میں انہیں ٹھیس نہیں لگانا چاہتا۔ تم فلوردی میری کو دیکھ سکو گی۔ میں رقعہ لکھ کر اُسے بلوائے لیتا ہوں"۔

روڈلف جلد جلد رقعہ لکھنے میں مصروف ہوا۔ ادھر کونٹس نے اپنی پیشانی پر سے ٹھنڈے پسینے کی بوندیں پونچھیں۔ اس وقت اُس کا چہرہ انتہائی درد و کرب کا پتہ دے رہا تھا۔ مگر وہ مقدور بھر کوشش سے ضبط کر رہی تھی۔ روڈلف رقعہ ختم کر کے اُٹھ بیٹھا اور کہنے لگا۔ "میں یہ رقعہ ایڈی کانگ کے ہاتھ بھیجتا ہوں۔ وہ آدھ گھنٹے تک آجائے گی۔ کہو تو واپسی پر میں پادری اور گواہوں کو ساتھ لیتا آؤں"۔

"روڈلف میری التجا ہے۔ کہ اس آخری وقت میں تم ایک لمحہ کے لئے بھی میری نظروں سے نہ ہٹو۔ گھنٹی کا بٹن دباؤ۔ اور جو کہنا ہو۔ میری خادمہ سے کہو"۔

روڈلف نے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ اور خادمہ سے کہہ کر مرفی کو بلوایا۔ جب مرفی داخل ہوا۔ تو روڈلف نے کہا۔ "مرفی کرنل کو یہ رقعہ دے کر کہو۔ کہ جلد میری بیٹی کو گاڑی میں سوار کر کے لے آئے۔ اور پادری اور گواہوں سے کہو۔ کہ وہ اندر تشریف لے آئیں"۔

جب مرفی رخصت ہوا۔ تو سارہ نے کہا۔ "بس اب ایک آخری التجا ہے۔ مجھے اپنا ہاتھ دو"۔ روڈلف نے نظریں دوسری طرف پھیرتے ہوئے اپنا ہاتھ کونٹس کی طرف بڑھایا جس نے اُسے اپنے ہاتھ میں تھام لیا۔ روڈلف نے چلا کر کہا۔ "آہ۔ تمہارا ہاتھ تو برف کی طرح ٹھنڈا ہے"۔

"ہاں۔ میں مر رہی ہوں۔ خدا کو منظور نہیں ہے۔ کہ میں اپنی بچی کو گلے لگا سکوں۔ آہ۔ روڈلف پیارے۔ مجھے بخش دو۔ للہ کہہ دو۔ میں نے بخش دیا۔ کیا تمہیں مجھ پر ترس نہیں آتا۔ کیا میں ناشاد و نامراد نہیں مر رہی؟"

"آہ۔ کم نصیب عورت۔ تو نے مجھے کیسے کیسے رنج پہنچائے ہیں۔ مگر میں

سچّے دل سے تجھے معاف کرتا ہوں"۔

سارہ کے چہرے پر انتہائی مسرّت و شکرگذاری کے آثار ہویدا ہوئے۔ اور اُس نے روڈلف کا ہاتھ اپنے کانپتے ہوئے ہونٹوں سے لگایا۔ اور کہا "پادری کو اندر بُلا لو اور اُن سے کہو۔ کہ شادی کی رسم ادا کرنے کے بعد چلے نہ جائیں۔ میری ناتوانی بے حد بڑھتی جاتی ہے"۔

اُس وقت کا منظر بے حد جگر پاش اور حسرت ناک تھا۔ جب کونٹس دم توڑ رہی تھی۔ اور روڈلف کے ساتھ اُس کی شادی کی رسوم ادا کی جا رہی تھیں۔ سب کے چہروں سے حسرت برس رہی تھی۔ اِس وقت پادری نے روڈلف سے پوچھا۔ کہ کیا یور رائل ہائی نس۔ میڈم سارہ سیٹن کونٹس ایم گریگر کو اپنے عقد میں لانا قبول کرتے ہیں؟ اور روڈلف نے جواب میں "ہاں" کہا۔ تو سارہ کا چہرہ جس پر موت کی زردی چھائی ہوئی تھی۔ یک لخت چمک اُٹھا۔ ادائے رسوم کے بعد جب روڈلف اور سارہ تنہا رہ گئے تو سارہ نے بڑی نقاہت سے اُکھڑی ہوئی آواز میں کہا۔ "میری طاقت جواب دے رہی ہے۔ مجھے محسوس ہو رہا ہے۔ کہ میں اپنی بچّی کے آنے سے پہلے ہی چل بسوں گی"۔

سارہ کے خط و خال بگڑنے شروع ہو گئے تھے۔ یہ دیکھ کر شہزادہ اُس کے قریب گیا۔ اور اُس کے ہاتھوں کو تھام کر کہنے لگا۔ "سارہ وہ آتی ہی ہوگی۔ تم اُسے گلے لگا سکو گی"۔

"خدایا۔ آخری مسرّت بھی مجھ سے چھیننا چاہتا ہے"۔

"سارہ۔ سُنو سُنو۔ گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز آ رہی ہے۔ تمہاری بچّی آ گئی"۔

باہر احاطہ میں گاڑی کی گڑگڑ سُنائی دی۔ مگر سارہ کو کچھ سُنائی نہ دیا۔ اُس کی آنکھوں کی پُتلیاں پھر چکی تھیں۔ اور اُس کے آخری الفاظ جو سمجھ میں آ سکے یہ تھے۔ "بخش دو ـــ میری بچّی ـــ بخش دو ـــ آخرکار ـــ میری موت ـــ دایہ ـــ

پیشین گوئی ــــــ ملکہ ــــــ"

عین اس وقت مرفی نے کمرے میں داخل ہوکر کہا "مائی لارڈ شہزادی میری ــــ"

رڈلف نے جلدی سے کہا "نہیں۔ نہیں۔ اُسے یہاں نہ لانا۔ ٹام سے کہو۔ کہ پادری کو لے آئے۔ خدا کی مرضی نہیں۔ کہ یہ بدبخت عورت آخری مرتبہ اپنی بچی کو سینے سے لگا کر کلیجہ ٹھنڈا کر سکے"

Taj Tahir Foundation

بتیسواں باب

پاگل خانہ

روڈلف اور کونٹس سارہ آنجہانی کی شادی کو پندرہ دن گزر چکے ہیں۔ فلوریڈی میری قانونی طور پر روڈلف کی جائز اولاد قرار دی جا چکی ہے +

دن کے گیارہ بجے دو گاڑیاں، پیرس کے پاگل خانہ کے بڑے پھاٹک کے سامنے آکر رکیں۔ ایک میں سے میڈم جارجس جرمین اور رگولیت۔ اور دوسری میں سے لوئیسہ مورل اور اُس کی ماں اُتری + رگولیت اب جرمین کی بیوی ہے۔ ان کی شادی اُسی روز بوکیوال کی فارم میں میڈم جارجس کے ہاتھوں انجام پائی تھی۔ جس روز روڈلف اور سارہ کی شادی ہوئی + روڈلف نے اس تقریب پر چالیس ہزار فرینک رگولیت کے جہیز میں دئے۔ دونوں میاں بیوی بے حد مسرور تھے۔ میڈم جارجس کا دل اس نوخیز جوڑے کو دیکھ کر باغ باغ ہو رہا تھا +

روڈلف کی سفارش پر لوئیسہ مورل کو سینٹ لزارے سے رہائی پائے ہفتہ گزر چکا تھا۔ اُس کی بیمار ماں روڈلف کے حبشی ڈاکٹر ڈیوڈ کے علاج سے پورے طور پر صحت یاب ہو چکی تھی۔ اور اس وقت یہ دونوں ماں بیٹیاں میڈم جارجس کے ہمراہ مورل کی عیادت کو آئی تھیں +

پاگل خانہ کے دربان کے سوال پر میڈم جارجس نے بتایا۔ کہ اس پاگل خانہ کے ڈاکٹر

ہربن نے ہمیں گیارہ بجے بُلا رکھا ہے۔ اور ہم اُن کی ملاقات کو آئے ہیں۔ دربان نے ایک باغیچہ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ آپ وہاں ٹھہریں۔ ڈاکٹر صاحب کو اطلاع کردی جائیگی، میڈم جارجس اپنے بیٹے کے بازو کا سہارا لئے جوہری کی بیوی سے باتیں کرتی ہوئی باغیچہ کی طرف چلی۔ ان کے پیچھے پیچھے رگولیت اور لوئیسہ مورل باہوں میں باہیں ڈالے ہنستی بولتی چلیں +

رگولیت نے کہا۔ "پیاری لوئیسہ۔ اللہ نے چاہا۔ تو آج تم اپنے باپ کو ساتھ لے کر گھر جاؤ گی۔ ڈاکٹر کو اُن کے شفا پانے کی پوری اُمید ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یک لخت بہت سی جانی پہچانی صورتیں دیکھ کر بہت ممکن ہے کہ مورل کے حواس بجا ہو جائیں چنانچہ اسی لئے ہم سب کو بُلایا گیا ہے" +

ان لوگوں کو باغیچہ میں آئے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی۔ کہ اتنے میں میڈم پیلٹ اور اُس کا شوہر الفریڈ بھی آ پہنچے۔ بڑھیا نے آج بناؤ سنگھار میں کوئی کسر نہ چھوڑی تھی۔ نیا لباس زیب تن تھا بڑی آن بان سے چلی آ رہی تھی۔ الفریڈ نے بھی نیا لباس پہن رکھا تھا۔ سر پر نئی ٹوپی تھی۔ اور وہ بھی خوب اکڑ اکڑ کر چل رہا تھا جس وقت وہ قریب آئے تو رگولیت نے پوچھا۔ "میڈم پیلٹ۔ آج تو تم میاں بیوی بہت خوش خوش نظر آ رہے ہو۔ کیا بات ہے؟"

میڈم پیلٹ نے جواب دیا۔ "تمہیں معلوم نہیں۔ کہ مسٹر روڈلف کی سفارش سے میرے شوہر کو ایک بنک میں چوکیدار کی نوکری مل گئی ہے" +

رگولیت نے کہا۔ "اور تم یہ سُن کر خوش ہوگی۔ کہ جس بنک میں تمہارے شوہر کو یہ ملازمت ملی ہے۔ اُس کا ڈائرکٹر میرا شوہر ہے۔ اور اس کے لئے ہم مسٹر روڈلف کے ممنون ہیں" +

میڈم پیلٹ بولی۔ "آہ! مسٹر روڈلف بھی کیسے نیک دل اور شریف انسان ہیں۔

نیکی کے ہر ایک کام میں ان کا ہاتھ ضرور ہوتا ہے۔ خدا کی قسم میرے روئیں روئیں سے اُن کے لئے دعا نکل رہی ہے"۔

رگولیت نے کہا۔ "میڈم، میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتی ہوں کسی سے ذکر نہ کرنا۔ بھلا جانتی بھی ہو۔ یہ مسٹر روڈلف کون ہیں؟"

"کون ہیں؟"

"شہزادے ہیں۔ بھیس بدل کر پھرتے ہیں۔ اور پھر شہزادے بھی نام کے نہیں ایک بڑی سلطنت کے والی ہیں"۔

"ہٹو بھی۔ مذاق کرتی ہو"۔

"نہیں نہیں۔ خدا کی قسم مذاق نہیں کر رہی۔ وہ سچ مچ شہزادے ہیں۔ جس وقت جرمین کے ساتھ میری شادی ہوئی۔ تو وہ خود تو نہ آسکے۔ اپنی جگہ مسٹر الرٹ مرفی نام ایک عہدہ دار کو یہ پیغام دے کر بھیج دیا۔ کہ مجھے افسوس ہے۔ میں ایک ضروری کام کی وجہ سے اس تقریب میں شامل نہیں ہو سکتا۔ میں تم دونوں میاں بیوی کو دلی مبارک باد دیتا ہوں شادی کے ایک ہفتہ بعد تم دونوں فلاں پتہ پر آکر مجھ سے مل جاؤ۔ جس وقت ہم اُن کے بتائے ہوئے پتہ پر پہنچے۔ تو اُن کے خادم ہمیں ایک بڑے عالی شان محل میں لے گئے۔ ہم میاں بیوی یہ محل اور اُس کا سامان آرائش اور جھاڑ فانوس دیکھ کر بھونچکے رہ گئے تھے۔ جس وقت ہم نے انہیں شاہانہ لباس پہنے دیکھا۔ تو ہماری بوکھلاہٹ اور پریشانی کی انتہا نہ رہی۔ مگر وہ بڑی گرمجوشی اور محبت سے ہم سے ملے۔ اور کہا۔ کہ تم لوگ مجھے وہی اپنا پرانا دوست روڈلف سمجھو۔ اور ویسی ہی بے تکلفی سے باتیں کرو جیسی پہلے کیا کرتے تھے"۔

میڈم پلیٹ بولی "شہزادے ہو کر ایسا سادہ مزاج۔ کہ ہمارے غریبانہ گھر میں ہمارے ساتھ مل کر شراب کباب اُڑاتے رہے"۔

گفتگو کا سلسلہ یہیں تک پہنچا تھا۔ کہ میڈم جارجس نے کہا۔ "ایلو ڈاکٹر صاحب آ گئے"۔

ڈاکٹر ہر بن عمر رسیدہ شخص تھے۔ نیک دل اور شریف۔ مرض دیوانگی کے علاج میں انہیں بڑی مہارت حاصل تھی۔ انہوں نے اس مرض کے علاج کے نئے نئے طریقے نکالے تھے جو بے حد کامیاب ثابت ہوئے تھے۔ سینکڑوں دیوانے ان کی توجہ سے صحت یاب ہو گئے تھے۔ اپنے مریضوں سے بڑی شفقت سے پیش آتے تھے۔ بات کرتے تھے تو منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ وہ ان لوگوں سے بڑے تپاک سے ملے۔ اور انہیں اپنے ہمراہ پاگل خانہ کے اس حصہ کی طرف لے چلے۔ جس میں انہوں نے مورل کو رکھا تھا۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد باغ کا ایک وسیع قطعہ نظر آیا۔ جہاں طرح طرح کے پھولوں کے پودے تھے۔ اور پچاس کے قریب شخص پاگل خانہ کا سفید لباس پہنے دھوپ کھا رہے تھے۔ یہ سب کے سب پاگل تھے۔ ان میں سے بعض باتوں میں مصروف تھے بعض بیٹھے تھے بعض کھڑے۔ اور بعض ٹہل رہے تھے۔ جس وقت ڈاکٹر صاحب اس قطعہ کے پاس سے گزرے۔ تو کئی دیوانے بڑی محبت اور عقیدت کے ساتھ دوڑ کر ان کے قریب آئے۔ اور اپنے ہاتھ ان کی طرف پھیلا دئے۔

ڈاکٹر نے کہا "میرے بچو۔ تم پر سلامتی ہو"۔

میڈم جارجس نے پوچھا "ڈاکٹر صاحب۔ کیا یہ سب کے سب پاگل ہیں؟"

ڈاکٹر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ہاں۔ اور پاگل بھی خطرناک قسم کے۔ دن کے وقت ہم انہیں یوں کھلا چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن رات کو یہ سب کے سب علیحدہ علیحدہ کوٹھڑیوں میں بند کر دیئے جاتے ہیں"۔

"لیکن یوں دیکھنے میں تو یہ بہت مسکین اور غریب معلوم ہوتے ہیں"۔

ان کی ظاہری صورتوں پر نہ جاؤ۔ رات کو جب انہیں جنون کا دورہ پڑتا ہے۔ تو

سب کے سب وحشی درندوں سے زیادہ خوفناک بن جاتے ہیں۔ دیکھو یہ دیوانہ جو ہماری طرف آرہا ہے۔ سب سے زیادہ خطرناک ہے"۔

ڈاکٹر ہربن نے جس دیوانے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ چالیس کے لگ بھگ نہایت قوی الجثہ شخص تھا۔ اُس کی پیشانی چوڑی تھی۔ جو اُس کی غیر معمولی سمجھ بوجھ اور قابلیت کا پتہ دے رہی تھی۔ یہ شخص نہایت ادب کے ساتھ ڈاکٹر کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔ بات کرتے وقت اُس کی آواز گو کہیں کہیں لڑکھڑا جاتی تھی۔ مگر لہجہ بہت شستہ تھا۔ وہ کہنے لگا۔ "ڈاکٹر صاحب بھلا یہ بھی کوئی انصاف ہے۔ کہ مجھے اُس اندھے سے باتیں کرنے کا حق حاصل نہیں ہے۔ میری باتیں اُس کے قلب کی تاریک گہرائیوں میں اُجالا کر سکتی ہیں لیکن یہ سراسر ظلم ہے۔ کہ اُس غریب کو میری باتیں سننے سے محروم رکھا جاتا ہے"۔ یہ کہتے کہتے اُس کے ہونٹوں پر ایک تلخی آمیز مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اور وہ پھر کہنے لگا۔ "اگر مجھے اُس سے باتیں کرنے کا حق حاصل ہوتا۔ تو میں اُسے علم ہندسہ منطق اور الٰہیات کے رموز و نکات سمجھاتا۔ اور جب وہ سمجھ چکتا۔ تو ہم دونوں مل کر ان علوم میں سے ایک نیا علم اخذ و اختراع کرتے۔ اور دنیا کو اس کی روشنی سے منوّر کر دیتے۔ اس کے برعکس اُس اندھے کو لغو اور بے سروپا باتیں سنائی جاتی ہیں۔ آپ خود ہی انصاف کیجئے۔ کہ یہ اُس غریب پر کتنا ظلم عظیم ہے"۔

ڈاکٹر ہربن بڑے غور سے اُس کی باتیں سنتے رہے۔ جب وہ بات ختم کر چکا۔ تو کہا۔ "میرے پیارے چارلس۔ تمہاری سب شکایتیں درست اور بجا ہیں۔ جس اندھے کا تم نے ذکر کیا ہے۔ وہ اگرچہ گونگا ہے۔ مگر خوش قسمتی سے بہرا نہیں۔ اس لئے تم جیسے عالم فاضل شخص کی باتیں سننا اُس کے لئے بے حد مسرّت کی بات ہوگی۔ اطمینان رکھو۔ میں ابھی جاکر اس امر کا انتظام کرتا ہوں۔ کہ تمہیں اُس اندھے سے باتیں کرنے کا حق دیا جائے۔ اُمید ہے۔ تمہیں پھر کبھی شکایت کا موقع نہ ملے گا"۔

یہ سُن کر اُس دیوانے نے اطمینان کا سانس لیا۔ اور ڈاکٹر کا شکریہ ادا کر کے خوش خوش واپس چلا گیا ؛

اس کے جانے کے بعد ڈاکٹر نے کہا۔ "قبل ازیں جب کوئی دیوانہ بہکی بہکی باتیں کرتا۔ یا اُسے دیوانگی کا دورہ پڑنے لگتا۔ تو اُسے رسّیوں سے جکڑ لیا جاتا۔ بہت مارا پیٹا جاتا۔ گرم پانی کی دھاروں سے نہلایا جاتا اور طرح طرح کی ایذائیں دی جاتی تھیں۔ بھلا اس قسم کے دل و دماغ کے انسان پر جو ابھی ابھی میرے پاس سے گیا ہے۔ ان ایذاؤں کا سوائے اس کے اور کیا اثر ہو سکتا ہے۔ کہ وہ پہلے سے بھی زیادہ تند خو اور جنونی ہو جائے۔ ایسے پڑھے لکھے دیوانوں کو تو معقول و مدلّل باتوں سے قائل کر کے ان کے جوش جنوں کو دھیما کرنا چاہیئے۔ اور یہی میرا طریق علاج ہے" ؛

میڈم جارجس نے پوچھا "لیکن وہ اندھا کون ہے۔ جس سے یہ شخص باتیں کرنا چاہتا ہے؟"

ڈاکٹر نے جواب دیا۔ "یہ اندھا شان ایلزے کے ایک کلال خانے سے جہاں سے پولیس نے قاتلوں کے ایک جتھے کو گرفتار کیا تھا۔ یہاں لایا گیا ہے۔ وہ ایک تہہ خانے میں زنجیروں سے بندھا ہوا تھا۔ اور اس کے قدموں کے پاس ایک عورت کی لاش زخموں سے چور چور پڑی تھی ؛

یہ سُن کر میڈم جارجس کے جسم میں ایک کپکپی سی پیدا ہو گئی۔ ڈاکٹر نے پھر کہا۔ "یہ اندھا پرلے درجہ کا کریہہ المنظر ہے۔ اس کے خط و خال تیزاب سے مسخ ہو چکے ہیں۔ چہرے پر جا بجا آبلے پڑے ہوئے ہیں۔ جب سے وہ یہاں آیا ہے۔ اُس کی زبان سے ایک لفظ تک نہیں نکلا۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ وہ پہلے سے گونگا ہے۔ یا دیوانگی نے اُس کی زبان گنگ کر دی ہے۔ اب تک اُسے جب کبھی جنون کا دورہ پڑا ہے میری عدم موجودگی میں پڑا ہے۔ اور وہ بھی رات کو۔ اس لئے میں اس کے مرض کی تشخیص

نہیں کر سکا۔ اس کے آنے سے یہاں کے دیوانے بہت مسرور ہیں۔ اور اس سے بہت گھل مل گئے ہیں۔ سب دیوانوں کی توجہ اسی پر لگی رہتی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ جیسے اُن کے ہاتھ کوئی کھلونا آگیا ہے۔ ایلو سامنے سے وہی اندھا آرہا ہے"۔

برگینڈ کی عورت دیکھنی تھی۔ کہ ڈاکٹر ہربن کے ساتھ جس قدر بھی لوگ تھے سب پر دہشت طاری ہو گئی۔ برگینڈ گویا اپنے تئیں دیوانہ اور گونگا ظاہر کرتا تھا۔ مگر در حقیقت اُسے ان میں سے کوئی شکایت نہ تھی۔ اُس نے شوہیت کو دیوانگی کی حالت میں نہیں۔ بلکہ جوش انتقام میں قتل کیا تھا۔ جس وقت اُسے اپنے اس خوفناک جرم کا احساس ہوا۔ تو وہ جان بچانے کے لئے جھٹ دیوانہ بن گیا۔ اپنے تئیں گونگا اس لئے ظاہر کیا۔ کہ مبادا کسی سوال کے جواب میں اُس کے منہ سے کوئی ایسا کلمہ نکل جائے جو اس کی اس بناوٹی دیوانگی کا بھانڈا پھوڑ دے۔ پاگل خانہ میں وہ اپنے آپ پر حالت جنون صرف اُسی وقت طاری کرتا۔ جب دیکھتا کہ اس وقت یہاں کوئی بڑا ڈاکٹر یا سرجن نہیں ہے۔ اُس کے جاننے پہچاننے والوں کی تعداد ویسے ہی محدود تھی۔ اور جن لوگوں کو اُس کا اصلی نام اور روشفورٹ کے زنداں سے اُس کے فرار ہونے کا حال معلوم تھا۔ وہ اُس کی موجودہ حالت سے بے خبر تھے اور نہیں جانتے تھے۔ کہ وہ اس وقت کہاں ہے۔ علاوہ ازیں اُس کے خلاف مخبری کر دینے میں اُنہیں فائدہ بھی کیا تھا۔ چنانچہ برگینڈ اطمینان سے اس پاگل خانہ میں رہتا تھا۔ دل میں ٹھان رکھا تھا۔ کہ زندگی کے باقی دن یہیں گزار دوں گا۔

جرمین نے میڈم جارجس سے کہا۔ "اماں۔ اس اندھے کی حالت کس درجہ قابل رحم ہے"۔

"معلوم نہیں۔ اس اندھے کو دیکھ کر میرا دل خود بخود کیوں بھر آیا ہے"۔

میڈم جارجس کے مُنہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے۔ کہ برگینڈ کے جسم میں ایک تھرتھری سی پیدا ہوگئی۔ اُس کے گھناؤنے چہرے پر زردی چھاگئی۔ جلدی سے اُس طرف منہ پھیرا جدھر سے آواز آئی تھی۔ اُس کی اس اضطراری حرکت پر میڈم جارجس کے منہ سے بے اختیار چیخ نکل گئی۔ برگینڈ نے اپنی بیوی کی آواز پہچان لی تھی۔ اور اُس کے الفاظ سے سمجھ گیا تھا۔ کہ وہ اپنے بیٹے سے مخاطب ہے۔

ڈاکٹر ہربن یہ دیکھ کر کہ اس اندھے کی ہیئت سے میڈم جارجس اور دوسری عورتوں پر ناگوار اور تکلیف دہ اثر ہُوا ہے انہیں ساتھ لے کر جلد جلد قدم اُٹھاتا ہُوا اس قطعہ باغ سے گزر گیا۔ برگینڈ اور عالم فاضل دیوانہ چارلس تنہا رہ گئے۔ اس وقت چارلس برگینڈ سے ستاروں کی گردش اور دُنیا پر اُن کے اثرات کا حال بیان کر رہا تھا۔ مگر برگینڈ اُس کی باتوں کی طرف دھیان نہیں دے رہا تھا۔ اُس کا دماغ اس وقت کہیں اَور پہنچا ہُوا تھا۔ اُسے رہ رہ کے اپنی بیوی اور بچے کا خیال آرہا تھا۔ اور وہ سوچ رہا تھا۔ کہ ان کی آوازیں میرے کانوں میں شاید پھر کبھی نہ پہنچیں گی۔ اُس کے کانوں میں روڈلف کے وہ الفاظ گونج رہے تھے۔ جو اُس نے اُسے سزا دینے سے پہلے کہے تھے:۔ "مضبوط سے مضبوط اور قوی ہیکل سے قوی ہیکل انسان بھی تیرے سامنے تھرا اُٹھتے تھے لیکن اب تو کمزور سے کمزور اور نحیف سے نحیف انسان کے مقابلے میں بھی کانپ اُٹھا کرے گا۔ وہ تجھ سے یوں کھیلا کریں گے جس طرح بچے کھلونوں سے کھیلتے ہیں۔ تو اپنی طاقت کے بھروسہ پر دلیر اور ظالم تھا۔ لیکن اب اپنی کمزوری اور ناطاقتی کے باعث تو بزدل اور مسکین ہوگا۔ تجھے اپنے گناہوں پر کبھی پشیمانی نہیں ہوئی۔ لیکن ایک دن آئے گا۔ کہ توبہ و استغفار میں تیرے آنسو ختم ہو جائیں گے اور جن ہاتھوں نے نہ معلوم کتنے بے گناہوں کا گلا کاٹا تھا۔ وہ بار بار دعا

کے لئے اُٹھا کریں گے۔ اور تیری زبان جس کا ہر فقرہ کلمۂ کفر تھا۔ اُس کا ہر لفظ ایک حمد ہوگا۔ اور اپنی، بیوی اور بچّے کے سائے میں مرنے کے سوا تیری کوئی آرزو نہ ہوگی"۔

پاگل خانے کے ایک الگ تھلگ کمرے کے قریب پہنچ کر ڈاکٹر ہرن ٹھہر گئے۔ اور بولے۔ "مورل اسی کمرے میں ہے"۔

میڈم جارجس نے چپکے سے ڈاکٹر سے پوچھا۔ "اُسے کیا جنون ہے؟"

"اُس کے دماغ میں یہ خبط سما گیا ہے کہ اگر اُس نے تیرہ سو فرینک کما کر فرنیڈ وکیل کو ادا نہ کئے تو بچّے کو مار ڈالنے کے جرم میں اُس کی بیٹی کی گردن گلوٹین کی چھری سے قلم کر دی جائے گی۔ آپ سب لوگ دروازے کے باہر کھڑے رہیں۔ میں پہلے تنہا اُس کے پاس جاؤں گا"۔ اس کے بعد ڈاکٹر نے لوئیسہ کو مخاطب کر کے کہا۔ "لوئیسہ۔ جس وقت میں کہوں۔ آجاؤ۔ تم فوراً کمرے میں آجانا۔ لیکن تم اکیلی آنا۔ جس وقت میں دوبارہ کہوں۔ آجاؤ۔ اُس وقت تم سب آجانا"۔

یہ باتیں اچھی طرح سمجھا کر ڈاکٹر ہرن مورل کے کمرے میں داخل ہوئے۔ مورل کے چہرے پر پہلی سی زردی نہ تھی۔ اُس کی حالت پہلے کی نسبت بہت بہتر تھی۔ جس وقت ڈاکٹر اُس کے قریب گئے تو وہ میز کے پاس بیٹھا تصور ہی تصور میں جواہرات کو تراشنے میں مشغول تھا۔ اُس کے منہ سے بار بار یہ الفاظ نکلتے تھے۔ تیرہ سو فرینک۔ ورنہ گلوٹین کی چھری۔ تیرہ سو فرینک۔ محنت۔ محنت۔ کام۔ کام۔

ڈاکٹر ہرن نے اپنی جیب سے ایک تھیلی نکالی۔ جس میں بہت سے طلائی سکّے تھے۔ سکّے نکال کر ہاتھ میں تھام لئے۔ اور یکبارگی مورل سے کہا۔ "مورل تم بہت کام کر چکے ہو۔ تم نے تیرہ سو فرینک کما لئے ہیں۔ یہ لو اپنی محنت کا

معاوضہ"۔ یہ کہہ کر ڈاکٹر نے جھٹ طلائی سکے میز پر پھینک دیئے ۔

جوہری نے یکبارگی جھپٹ کر تمام سکوں کو اپنی مٹھیوں میں تھام لیا۔ اور چلّا کر کہا۔ "لوئیسہ بچ گئی۔ میں وکیل کی رقم اُس کے حوالے کرنے جاتا ہوں" یہ کہہ کر وہ اندھا دھند دروازے کی طرف لپکا ۔

ڈاکٹر نے چلّا کر کہا۔ "آجاؤ" دوسرے لمحہ میں لوئیسہ دروازے پر نمودار ہوئی مورل نے جونہی اُس کی صورت دیکھی بھونچکا سا رہ گیا۔ سکے اُس کے ہاتھوں سے گر پڑے ۔ وہ چلّا اُٹھا۔ "نہیں نہیں۔ یوں نہیں ہو سکتا۔ یہ خواب ہے۔ میں کہاں ہوں۔ یوں نہیں ہو سکتا" اس کے بعد اُس کی نظر طلائی سکوں پر پڑی۔ جو فرش پر بکھرے پڑے تھے۔ "آہ۔ یہ سونا۔ میرا دماغ کچھ کام نہیں کرتا۔ کیا میں بیدار ہوں؟ میرا سر گھوم رہا ہے۔ میں اُس سے آنکھ نہیں ملا سکتا میں شرمندہ ہوں۔ یہ لوئیسہ نہیں ہے"

لوئیسہ آنکھوں میں آنسو بھرے بے اختیار اپنے باپ سے لپٹ گئی اور بولی "ابّا جان۔ تم مجھے نہیں پہچانتے ہو۔ میں ہوں لوئیسہ۔ تمہاری بیٹی!" اس موقع پر دوسرے لوگ بھی کمرے میں داخل ہو گئے ۔

"اے خدا میں کہاں ہوں؟ یہ لوگ مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟" پھر ایک لمحہ خاموشی کے بعد اُس نے لوئیسہ کا سر دونوں ہاتھوں سے تھام لیا۔ اور بڑے غور سے اُس کی صورت دیکھ کر چلّا اُٹھا۔ "لوئیسہ۔ میری لوئیسہ!"

ڈاکٹر نے کہا۔ "اب کوئی فکر کی بات نہیں۔ اسے شفا ہو گئی ہے"

جوہری کی بیوی دوڑ کر اپنے خاوند کے پاس آئی۔ اور چلّا کر کہا۔ "میرے شوہر۔ میرے غریب مورل!"

مورل نے کہا۔ "آہ۔ میری بیوی!"

اس کے بعد سب لوگ مورل کے گرد جمع ہو گئے۔ اور اُس نے ایک ایک کر کے سب کو پہچان لیا۔ پھر لمحہ بھر تک وہ کسی سوچ میں ڈوبا رہا۔ اور یک لخت لرزتی ہوئی آواز میں بولا:۔ "اور وکیل؟"

"وہ مر چکا ہے"۔

"مر چکا ہے! کیا یہ سچ ہے۔ کیا ہماری مصیبتوں کا زمانہ گزر گیا۔ لیکن یہ تو بتاؤ۔ میں اس وقت ہوں کہاں؟ یہاں مجھے کون لایا؟ کب سے یہاں ہوں؟ کیوں ہوں؟ مجھے کچھ یاد نہیں آتا"۔

ڈاکٹر نے کہا۔ "تمہیں بہت شدت کا بخار تھا۔ بخار اور ہذیان ——"

"ہاں۔ ہاں مجھے یاد آ رہا ہے۔ یہاں سے پہلے میں اپنے گھر پر تھا۔ اور اپنی بیٹی سے باتیں کر رہا تھا۔ اور کون تھا؟ ہاں ہاں یاد آ گیا۔ رو ڈلف نام ایک بے حد شریف اور نیک دل شخص بھی تھا۔ جس نے مجھے گرفتار ہونے سے بچایا تھا۔ اس کے بعد کا حال مجھے معلوم نہیں"۔

"اس بیماری میں تمہارے حواس بجا نہ رہے تھے"۔

"لیکن اس وقت میں کہاں ہوں؟"

جرمین نے جلدی سے کہا۔ "مسٹر رو ڈلف کے ایک دوست کے ہاں"۔

ڈاکٹر ہربن کی ہدایت کے مطابق گاڑی باغ خانہ کے عقبی دروازے کے سامنے کھڑی کر دی گئی۔ تاکہ مورل باغ خانہ کے اندر سے ہو کر نہ گذرے اور نہ کسی دیوانے کو دیکھ سکے۔ کچھ دیر بعد مورل اپنی بیوی اور بیٹی کے بازوؤں کا سہارا لے کر آہستہ آہستہ چلتا ہوا گاڑی کے پاس پہنچ گیا۔ ڈاکٹر ہربن نے اپنا ایک شاگرد اُن کے ہمراہ کیا۔ اور یہ چاروں گاڑی میں سوار ہو کر پیرس روانہ ہو گئے۔ مورل کے وہم و گمان میں

بھی یہ بات نہ آئی - کہ وہ باگل خانہ سے نکلا ہے - یا کبھی وہ دیوانہ تھا +

Taj Tahir Foundation

تینتیسواں باب

مارشل اور شرینور

جب سے شرینور کی ملاقات روڈلف سے ہوئی تھی۔ اُس کی بڑی تمنّا یہ تھی۔ کہ زندگی کے باقی ماندہ ایّام شہزادے کی خدمت و تواضع میں گزار دے اُس کی خوشی میں خوش ہو۔ اور دکھ میں دُکھی۔ اور ضرورت ہو تو اپنی جان تک اُس پر نثار کر دے۔ یہی وجہ تھی۔ کہ جب روڈلف نے اُس کے آرام و آسایش کے لئے الجیریا میں ایک فارم خریدا۔ اور اُسے وہاں بھیجنا چاہا۔ تو اُس کے دل نے شہزادے سے جدا ہونا گوارا نہ کیا۔ اور وہ واپس پیرس لوٹ آیا +

لیکن اب صورت حالات اور تھی۔ اپنی بیٹی کے انکشاف کے بعد شہزادے کو یہ کسی طرح گوارا نہ تھا۔ کہ فلوردی میری کے اُس پرانے رفیق و ہمدم کو اپنے پاس رکھ کر میری کو گذشتہ زندگی کی یاد دلاتا اور کُڑھاتا رہے، چنانچہ اُس نے شرینور کو سمجھا بجھا کر الجیریا جانے پر آمادہ کر لیا +

دوسرے دن شہزادے نے مارشل اور کَودے کو اپنے مکان پر بُلوایا۔ اور اُنہیں بہت سا زر و مال دیا۔ علاوہ ازیں الجیریا میں شرینور کے فارم کے پاس ہی بہت سی زمین بھی اُن کے نام کر دی کہ وہاں کھیتی باڑی کرو۔ اور دنیا سے الگ تھلگ آرام اور چین سے زندگی گزارو + ان دونوں میاں بیوی کی تمنّا بھی

یہی تھی۔ چنانچہ وہ شہزادے کے جان و مال کو لاکھ لاکھ دعائیں دیتے ہوئے رخصت ہو گئے +

شہزادے نے مرفی کے ذریعے مارشل اور لودے کی ملاقات شرینور سے کرادی۔ اور ان دونوں میاں بیوی کو تلقین کر دی۔ کہ حتی الامکان شرینور کی دلدہی کرتے رہیں + شرینور مارشل اور اُس کی بیوی سے بڑے تپاک سے ملا۔ اور چند ہی روز میں ان میں گہری دوستی ہو گئی +

جس دن شام کو ان تینوں کو پیرس سے رخصت ہونا تھا۔ اُسی روز مارشل کی ماں اور بہن کو قتل کے جرم میں سزائے موت دی جانے والی تھی۔ سب مجرم کیفر کردار کو پہنچ چکے تھے۔ اور صرف یہ ماں بیٹیاں ہی رہ گئی تھیں۔ جب مارشل اپنی ماں اور بہن سے آخری ملاقات کرنے گیا۔ تو شرینور بھی اُس کے ہمراہ تھا۔ اس حسرت ناک ملاقات کا مارشل کے دل پر تو جتنا بھی اثر ہوتا۔ کم تھا۔ شرینور کا دل بھی بے قابو ہو گیا۔ جس وقت دونوں قید خانہ سے باہر نکلے۔ تو بے حد غمزدہ تھے +

شرینور نے کہا۔ "مارشل۔ تم پر ماں اور بہن کا جس قدر حق تھا۔ تم نے پورا پورا ادا کر دیا۔ جو ہونا تھا ہو چکا۔ اب اس کا خیال کر کے دل نہ کڑھاؤ۔ اپنی بیوی کا خیال کرو + آج شام کو ہم ہمیشہ کے لئے پیرس سے رخصت ہو جائیں گے اور یہاں کی ہنگامہ پرور دنیا سے الگ تھلگ ایک ایسی جگہ زندگی بسر کریں گے جہاں ہمارے شناساؤں کی تعداد بہت کم ہو گی۔ اور وہ ہماری گذشتہ زندگیوں سے بالکل بے خبر ہوں گے" +

"لیکن شرینور وہ لاکھ قاتل اور خونی ہوں۔ آخر میری ماں اور بہن ہیں۔ جس وقت میں اُن سے رخصت ہوا۔ تو وہ کیسی حسرت بھری نگاہوں سے مجھے

دیکھ رہی تھیں۔ مجھے اُن سے آنکھ ملانے کی تاب نہ تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ میرا دل پھٹ جائے گا۔ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا"۔

"مارشل صبر کرو۔ میری حالت تم سے بھی بدتر ہے۔ تمہیں یاد ہو گا۔ کہ میں نے تمہیں ایک سارجنٹ کو قتل کر دینے کا واقعہ سُنایا تھا۔ اور یہ بھی بتایا تھا۔ کہ مقتول ہر روز رات کو مجھے خواب میں نظر آیا کرتا تھا۔ کل رات وہ مجھے پھر خواب میں نظر آیا"۔

"کل تم ہمارے آقا مسٹر روڈلف سے جدا ہونے کے خیال سے دن بھر اُداس اور مغموم رہے تھے۔ رات کو سوتے وقت بھی اس کا اثر رہا۔ یہی وجہ ہے کہ تمہیں یہ پریشان خواب نظر آیا۔ لیکن شرینور کیا تمہیں مسٹر روڈلف سے بہت ہی محبت ہے؟"

"محبت۔ اے کاش۔ میں اُن پر اپنی جان قربان کر سکتا!"

مارشل نے متاثر ہو کر کہا۔ "شرینور۔ امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑو۔ کیا عجب ایک دن وہ تمہیں اپنے پاس بُلا لیں۔ اور ہمیشہ اپنے پاس ہی رکھیں"۔

اس کے جواب میں شرینور نے ایک آہ بھری۔ اور خاموش ہو رہا۔

چونتیسواں باب

شہزادہ ہنری کا خط کونٹ میکسملین کے نام

اولڈ نزال ۲۳ راگست ۱۸۴۰ء

میرے پیارے میکسملین۔ گرینڈ ڈیوک روڈلف کے ہاں تین مہینے تک قیام کرکے میں جیرولسٹین سے واپس اولڈ نزال آگیا ہوں۔ میرا دل وہاں سے آنے کو تو نہ چاہتا تھا۔ مگر ابا جان کی صحت و توانائی روز بروز جواب دیتی جارہی ہے اس لئے اُنہوں نے مجھے وہاں سے بُلا لیا۔ اور اب میں اُنہیں چھوڑ کر کہیں نہیں جاسکتا۔ پیارے دوست مجھے تم سے جُدا ہوئے چار پانچ مہینے سے زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔ مگر اس قلیل سی مدت میں میری زندگی میں عجیب و غریب انقلابات رونما ہوئے ہیں۔ جو بیک وقت تکلیف دہ بھی ہیں۔ اور خوش آیند بھی۔ اور میں نہیں کہہ سکتا۔ کہ میں اپنی حالت پر خوش ہوں یا غمگین ہنسو نہیں۔ یقین جانو۔ جو کچھ میں تم سے کہہ رہا ہوں۔ اس میں مبالغہ کا شائبہ تک نہیں ہے +

لو میں تم سے سب کچھ کہے دیتا ہوں۔ چھ مہینے کی رخصت لے کر میں ویانا سے چلا آیا۔ اور کچھ دنوں تک اولڈ نزال اپنے والد ماجد کے پاس رہا۔ اُس وقت اُن کی صحت اچھی تھی۔ آنہوں نے مجھے مشورہ دیا کہ دو تین مہینے اپنی پھوپی شہزادی جولیانہ کے ہاں بسر کر آؤ۔ جو جیرولسٹین کی خانقاہ کی منتظمہ ہیں + یہ حقیقت تم سے چھپی

ہوئی نہیں۔ کہ جیرولسٹین کے موجودہ فرمانروا آباجان کے رشتہ کے بھائی ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ وہ مجھے اپنا عزیز سمجھ کر بے حد شفقت سے پیش آتے ہیں۔ اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے۔ کہ جن دنوں وہ اپنی ریاست کا انتظام آباجان کے سپرد کر کے فرانس کی سیر و سیاحت کو گئے تھے۔ تو اُنہیں ایک عجیب اتفاق سے اپنی بیٹی شہزادی ایملیا مل گئی تھی۔ جسے وہ مردہ سمجھے ہوئے تھے۔ تمہیں یاد ہوگا۔ کہ اس شہزادی کے حسن و جمال کے چرچے وہاں ویانا میں ہمارے کانوں تک بھی پہنچے تھے۔ مگر ہم مبالغہ سمجھ کر ان پر کان نہ دھرتے تھے +

جب میں پھوپی جان کے ہاں پہنچا۔ تو سب سے پہلے اُنہوں نے جو ذکر چھیڑا۔ وہ شہزادی ایملیا ہی کے متعلق تھا۔ اُنہوں نے شہزادی کے حسن صورت و حسن سیرت دونوں کی اس قدر تعریف کی۔ کہ میرے دل میں بے اختیار اُسے دیکھنے کا شوق پیدا ہوگیا۔ پھوپی جان میری اس کیفیت کو تاڑ گئیں۔ اُنہوں نے مجھے بتایا۔ کہ "کل تم شہزادی ایملیا کو دیکھ سکو گے۔ کیونکہ کل ریاست میں ایک نہایت اہم تقریب انجام پانے والی ہے۔ وہ یہ کہ مارکوئس ڈاہارڈیل کی بیوہ جو ایک نہایت اعلیٰ خاندان کی شریف اور حسین خاتون ہے۔ اُس کے ساتھ گرینڈ ڈیوک کی شادی کا اعلان کیا جائے گا۔ اس تقریب میں تمہیں بھی شامل ہونا ہوگا۔ اور تم گرینڈ ڈیوک اور اُن کی بیٹی سے مل سکو گے + گھبراؤ نہیں۔ تمہاری حیثیت ایک اجنبی کی نہ ہوگی کیونکہ شہزادی ایملیا تم سے بخوبی واقف ہے" +

"واقف ہے؟"

"ہاں۔ ہاں"

"وہ کس طرح؟"

"تمہیں یاد ہوگا۔ کہ جب تمہاری عمر سولہ برس کی تھی۔ اور تم اپنے باپ کے

ساتھ روس اور انگلستان کی سیر و سیاحت کو جانے والے تھے۔ تو اس موقع پر اولڈ نزال میں ایک نہایت شاندار محفل رقص منعقد کی گئی تھی۔ تم سولھویں صدی کے ایک پیش خدمت لڑکے (پیج) کا لباس پہن کر اس میں شامل ہوئے تھے۔ تم پر یہ لباس ایسا سجتا تھا۔ کہ ہمارا چابک دست مصوّر فرٹز میکر اس لباس میں تمہاری تصویر کھینچے بغیر نہ رہ سکا۔ یہ تصویر اب تک میرے پاس محفوظ ہے۔ ایک دن شہزادی ایمیلیا اپنے باپ کے ہمراہ مجھ سے ملنے آئی۔ تو اس تصویر کو بہت غور سے دیکھتی رہی۔ اور مجھ سے بڑی سادگی سے پوچھا۔ کہ یہ حسین تصویر کس کی ہے؟ اس سوال پر گرنیڈ ڈیوک کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ اور انہوں نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کر کے۔ شہزادی سے کہا۔ "پیاری ایمیلیا یہ تصویر آج سے تین سو سال پہلے کے ایک رکن خاندان کی ہے۔ جو اپنے وقت کا نہایت بہادر۔ نیک دل اور حسین نوجوان تھا۔ جیسا کہ اس تصویر میں اس کے خط و خال اور مسکراہٹ سے ظاہر ہوتا ہے"۔ یہ سن کر شہزادی اور بھی زیادہ دلچسپی سے تمہاری تصویر کو دیکھتی رہی۔ اس کے چند روز بعد جب میں جیرولسٹین میں اس سے ملنے گئی۔ تو اس نے مسکراتے ہوئے پھر اس تصویر کا ذکر کیا۔ تب میں نے اسے بتایا۔ کہ اس روز تمہارے باپ نے محض مذاق کے طور پر کہا تھا۔ کہ یہ تصویر تین سو سال پہلے کے ایک رشتہ دار کی ہے۔ حقیقت میں یہ تصویر میرے پیارے بھتیجے شہزادہ ہنری کی ہے۔ جس کی عمر اس وقت اکیس برس کی ہے۔ اور جو شہنشاہ آسٹریا کے شاہی گارڈ کا کپتان ہے۔ یہ سن کر شہزادی کے رخساروں پر سرخی دوڑ گئی۔ اور اس نے اپنی صورت سنجیدہ بنالی۔ اس دن کے بعد اس نے پھر کبھی مجھ سے اس تصویر کا ذکر نہیں کیا"۔

میرے پیارے میکسملین تمہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ کہ وہ رات میں نے

کس طرح بسر کی۔ تم خود اندازہ لگا سکتے ہو۔ دوسرے دن علی الصباح اُٹھ کر میں دربار میں جانے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔ نہ معلوم کتنے لباس میں نے پہنے اور اُتار ڈالے۔ بالآخر اپنا فوجی لباس پہنا۔ اور نہایت بے دلی سے گاڑی میں سوار ہو کر دربار کی طرف چل دیا، جس بنگلہ میں میں رہتا تھا۔ وہاں سے دربار مشکل آدھ میل کے فاصلے پر تھا۔ مگر وہاں تک پہنچتے پہنچتے خدا جھوٹ نہ بلوائے تو ہزاروں ہی خیال میرے دماغ میں آئے اور نکل گئے +

جس وقت میری گاڑی شاہی محل کے سامنے آکر رُکی۔ تو ایک چمبرلین اور ایک ایڈی کانگ نے میرا استقبال کیا۔ اور اپنی رہنمائی میں مجھے دربار کی طرف لے چلے، جب میں درباریوں کے ہجوم میں سے گزر رہا تھا۔ تو طرح طرح کی آوازیں میرے کانوں میں پہنچتی تھیں۔ تمام لوگوں کی زبان پر شہزادی ایمیلیا کے معصوم حسن کا چرچا تھا۔ اُن کے تحسین و آفرین کے کلمات سُن کر جو شہزادی کی تعریف میں اُن کے منہ سے نکلتے تھے۔ میری آتش شوق تیز تر ہوتی جاتی تھی،

جب میں اُس جگہ پہنچا۔ جہاں گرینڈ ڈیوک اور اُس کی بیٹی کھڑی تھی۔ تو میرا دل بہت زور زور سے دھڑکنے لگا۔ تب میں نے پہلی مرتبہ شہزادی ایمیلیا کو دیکھا، پیارے میکسملین میں تم سے اُس کے حُسن کی کیا تعریف کروں۔ بس اس سے اندازہ کر لو۔ کہ جیسے ہی میں نے اُس کی طرف ایک نگاہ ڈالی۔ میں متاع ہوش کھو بیٹھا۔ اور مجھے ایسا معلوم ہوا۔ جیسے میں برسوں سے اُسے جانتا اور اُس کی صورت کو پیار کرتا رہا ہوں۔ وہ اپنی سفید پوشاک میں بادلوں کی دیبی معلوم ہوتی تھی۔ موتیوں کا تاج اُس کی نورانی پیشانی پر زیب دے رہا تھا۔ اُس کا چھوٹا سا نازک دہن ایک نیم وا پھول کی طرح متبسم تھا۔ اور دونوں رخساروں پر سنہری زلفیں بل کھائے تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ اس بزم رنگ و بو کی ساری

رونق اور گہما گہمی اُسی کے دم سے ہے۔ اور اگر وہ دم بھر کے لئے بھی نظروں سے اوجھل ہو جائے۔ تو اس محفل پر اندھیرا چھا جائے گا۔ وہ اپنے باپ کے داہنے ہاتھ ایک مطلا کرسی پر بیٹھی تھی۔ اُس کے قریب ہی ایک اور حسین خاتون کی کرسی تھی۔ جو مجھے بعد میں معلوم ہوا۔ کہ میڈم داہاردیل تھی۔ گرینڈ ڈیوک خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ وفورِ مسرت سے اُن کا شباب عود کر آیا تھا۔ اور اُن کی عمر تیس برس سے زیادہ نہ معلوم ہوتی تھی +

یکایک اتفاقیہ طور پر اُس نے اپنی نظریں اُس طرف کیں۔ جس طرف میں کھڑا تھا۔ اور مجھ پر ایک نگاہ ڈالی۔ بلاشبہ اُس نے مجھے پہچان لیا۔ کیونکہ وہ مجھے دیکھ کر کسی قدر ٹھٹک گئی۔ اور اُس کے رُخساروں پر سرخی دوڑ گئی۔ دوسری دفعہ اُس نے کنکھیوں سے میری طرف دیکھا۔ میں بے قرار ہو گیا۔ اور اپنی نظریں جھکا لیں۔ چند منٹ تک مجھے شہزادی کی طرف آنکھ اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہ ہوئی +

اب پیانو بجنا شروع ہوا۔ اس کی ہلکی ہلکی خوش آیند نواؤں میں میں نے اپنے تئیں کھو دیا۔ اور تصوّر ہی تصوّر میں نہ معلوم کن کن سُنہری سرزمینوں کی سیریں کرتا رہا + پیانو کے بند ہونے پر تحسین و آفرین کے کلمات نے مجھے چونکا دیا۔ اور میں پھر اپنی اصلی دنیا میں آ گیا +

اب گرینڈ ڈیوک کی نظر مجھ پر پڑ گئی۔ اور اُنہوں نے تبسّم سے اپنی انتہائی مسرّت و خوشنودی کا اظہار کیا۔ اس کے بعد شہزادی کو مخاطب کر کے کچھ کہا۔ جسے سُن کر اُس کے رُخسار تمتما اُٹھے + بلاشبہ گرینڈ ڈیوک نے اُس سے میرا ذکر کیا تھا۔ شاید یہ دریافت کیا ہو۔ کہ کیا تمہیں اس نوجوان میں اور اُس تصویر میں جو شہزادی جولیانہ کے گھر میں آویزاں ہے۔ کوئی مشابہت نظر آتی ہے + اور غالباً اُس نے

لاعلمی ظاہر کی ہوگی +

پیانو دوبارہ بجنا شروع ہوا۔ اس دوران میں میں کبھی کبھی شہزادی ایمیلیا پر ایک نظر ڈال لیتا تھا۔ مگر اُس نے مجھ سے آنکھیں چار کرنے کی قسم کھالی تھی۔ جب موسیقی ختم ہوگئی۔ تو میرا ایڈی کانگ مجھے گرینڈ ڈیوک کے سامنے پیش کرنے کے لئے لے چلا۔ مجھے آتے دیکھ کر گرینڈ ڈیوک دو قدم آگے بڑھ آئے۔ اور بڑے تپاک سے مجھ سے ملے۔ اور میڈم داہارویل اور اپنی بیٹی سے تعارف کرایا +

پھر وہ اپنی بیٹی کو مخاطب کرکے بولے۔ "پیاری ایمیلیا۔ اپنے بھائی شہزادہ ہنری کے ساتھ رقص نہ کروگی"۔ اس کے جواب میں شہزادی نے شرما کر نظریں نیچی کرلیں۔ اور میرا دل خوشی سے بلیوں اُچھلنے لگا +

ہاں۔ میرے پیارے میکسملین۔ شہزادی ایمیلیا نے مجھے اپنے ساتھ رقص کرنے کا شرف بخشا۔ اُس نے مجھ سے باتیں بھی کیں۔ میری اُس تصویر کا بھی ذکر کیا۔ جو اُس نے میری پھوپی کے ہاں دیکھی تھی۔ اور مصوّر کی چابک دستی کی بھی تعریف کی۔ اور اس دوران میں میری کیا کیفیت ہوگی۔ تم اس کا اندازہ لگا سکتے ہو +

اُس دن کے بعد میں نہایت بے تکلفی سے گرینڈ ڈیوک کے محل میں آنے جانے لگا۔ جو مجھ سے باپ سے زیادہ شفقت و محبت سے پیش آتے تھے۔ مجھے اکثر شہزادی ایمیلیا کے ساتھ تنہائی میں ملاقات کا موقع ملتا تھا کبھی کبھی وہ پیانو کے ساتھ اپنی نہایت شیریں اور سریلی آواز میں گیت بھی سنایا کرتی تھی۔ اور اکثر ہم اکٹھے کھیتوں کی سیر کو بھی نکل جاتے تھے۔ آہ اُن مسرور وقتوں کی یاد عمر بھر میرے دل سے محو نہ ہوگی + گو ہم میں بے تکلفی بڑھتی جاتی تھی۔ لیکن یہ بے تکلفی ایسی تھی جیسی دو بہن بھائیوں میں ہوتی ہے۔ اور میں نے اسی کو غنیمت سمجھ کر دل میں عہد کرلیا تھا۔ کہ اپنی محبت کو اُس پر ظاہر نہ ہونے دوں گا +

آخر جدائی کی گھڑی آپہنچی - ایک دن یکایک ابّا جان کا بُلاوا آگیا۔ اتفاق دیکھو کہ جس دن مجھے جیرولسٹین سے رخصت ہونا تھا۔ اُسی روز شہزادی ایمیلیا کی طبیعت ناساز ہوگئی - اور میں اُس سے ملے بغیر نہایت حسرت کے ساتھ وہاں سے رخصت ہوگیا +

گھر پر آیا - تو خوش قسمتی سے ابّا جان کے مرض میں کسی قدر افاقہ پایا - اُنہوں نے مجھے آزردہ دیکھ کر بارہا اس کا سبب پوچھا - مگر میں ہمیشہ ٹال گیا - ایک دفعہ اُنہوں نے مجھے روتے ہوئے بھی دیکھ لیا - اور مجھے جھوٹ بول کر اپنی جان چھڑانے کے سوا چارہ نہ رہا +

اب جبکہ میں اس خط کو ختم کر رہا تھا - تو اچانک ابّا جان میرے کمرے میں آگئے - اور مسکرا کر پوچھنے لگے - "اتنا لمبا خط کسے لکھ رہے ہو؟"

میں نے جواب دیا - "میکسملین کو"

اس پر وہ نہایت شکستہ لہجہ میں بولے "تمہارا دوست خوش قسمت ہے - کہ تم اُس پر اعتماد رکھتے ہو" اُن کے ان الفاظ سے میرے دل کو بہت ٹھیس لگی - آنکھوں میں آنسو بھر آئے - اور میں نے خط اُن کے حوالے کر دیا - وہ اسے پڑھ کر کچھ دیر تک خاموش رہے - پھر مجھ سے کہنے لگے "ہنری جو کچھ تم نے کونٹ میکسملین کو لکھا ہے - اگر یہ سچ ہے - تو گرینڈ ڈیوک کو اس کی اطلاع دینا میرا فرض ہے" +

میں نے چلّا کر کہا - "ابّا جان خدا کے لئے ایسا نہ کیجئے گا" +

مگر تم میرے باپ کے مزاج سے واقف ہی ہو - کہ جب ایک دفعہ وہ کسی بات کا ارادہ کر لیتے ہیں - تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اُنہیں اس کام کی انجام دہی سے باز نہیں رکھ سکتی - گو ابّا جان کا یہ فعل نہایت شریفانہ ہے - لیکن خیال تو کرو - کہ جب

گرینڈیوک کو اس واقعہ کی خبر ملے گی۔ تو وہ میری نسبت کیا رائے قایم کریں گے۔ اور تو اور جب شہزادی ایمیلیا کے کانوں تک یہ خبر پہنچے گی۔ تو وہ مجھے کتنا کم ظرف سمجھے گی کہ مجھ سے اُس کی محبت کا راز چھپایا نہ جا سکا۔ آہ پیارے بھائی۔ میری حالت بے حد قابلِ رحم ہے ؛

تمہارا صادق

ہنری

Taj Tahir Foundation

پینتیسواں باب

انجام بخیر

جیرولسٹین کے شاہی محل کے جس ایوان میں فلوردی میری (جسے ہم اب شہزادی ایمیلیا کے مغزز نام سے یاد کریں گے) سکونت پذیر تھی، اُس کی تمام آرائش و زیبائش گرینڈ ڈیوک رودولف کے حسن مذاق کی مرہون منت تھی۔ اُس نے اپنی بیٹی کے آرام و آسائش کے لیے کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی تھی +

موسم گرما کی ایک سہانی صبح کو شہزادی ایمیلیا محل کی ایک بالکنی میں کھڑی گردو پیش کے منظر کا لطف اُٹھا رہی تھی۔ اُس کا لباس نہایت سادہ تھا۔ اور آرائش میں بھی سادگی کو ملحوظ رکھ کر صرف ایک سفید پھول بالوں میں ٹانک رکھا تھا۔ کچھ دیر تک ریاست کی سرسبز پہاڑیوں اور دوسرے مقامات کا نظارہ کرنے کے بعد اُس کی نظر خانقاہ کی اُس بلند عمارت پر پڑی جس میں شہزادی جولیانہ رہتی تھی۔ وہ تھوڑی دیر تک ٹکٹکی لگائے اس عمارت کو تکتی رہی۔ اور جب اُس طرف سے نظر ہٹائی۔ تو بے اختیار مُنہ سے آہ نکل گئی +

اتنے میں شہزادی ایمیلیا کی ایک خواص آہستہ آہستہ قدم اُٹھاتی ہوئی اُس کے پاس آئی۔ اور بڑے مؤدبانہ لہجے میں کہنے لگی۔ "میں یورہائی نس کو یہ اطلاع دینے آئی ہوں۔ کہ مائی لارڈ (گرینڈ ڈیوک) یورہائی نس کی ملاقات کے خواہاں ہیں"!

شہزادی ایملیا اپنے باپ کے استقبال کے لئے ایوان کے دروازے پر گئی۔ روڈلف نے اُسے سینے سے لگا کر پیشانی پر بوسہ دیا۔ اور ایک گلدستہ پیش کر کے کہا۔ "پیاری ایملیا۔ یہ پھول میں نے تمہارے لئے خود چنے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج مجھے آنے میں دیر ہو گئی ——— ایں تمہاری آنکھوں میں آنسو کیوں بھر آئے؟"

ایملیا نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔ "ابا جان۔ آپ میری آسائش کا کس قدر خیال رکھتے ہیں۔ آپ کیسے نیک دل ہیں"۔

اس موقع پر ایوان کا دروازہ کھلا۔ اور جیروسٹین کی گورنمنٹ چیس کمپنس ہاتھ میں ایک خط لئے داخل ہوئی اور روڈلف سے کہنے لگی "مائی لارڈ اولڈ نزال سے ابھی ابھی ایک قاصد شہزادہ پال کا خط لے کر آیا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ یہ خط بے حد ضروری ہے"۔ یہ کہہ کر اس نے خط روڈلف کو دے دیا۔ پھر شہزادی ایملیا کی طرف متوجہ ہوئی۔ اُسے گلے لگا کر بڑی شفقت سے منہ چوما۔ اور پیار محبت کی باتیں کرنے لگی۔

روڈلف ایوان کے ایک دریچہ کے پاس کھڑے ہو کر خط پڑھنے لگا:۔

مائی لارڈ

رشتے کے وہ بندھن جو مجھے آپ سے وابستہ کئے ہوئے ہیں۔ اور آپ کا وہ دوستانہ برتاؤ جو آپ نے ہمیشہ مجھ سے روا رکھا ہے۔ مجھے مجبور کرتا ہے۔ کہ میں آپ کو حقیقت حال سے آگاہ کر دوں۔ آپ خواہ اسے گستاخی پر محمول کریں۔ مگر میں اس کا اظہار کر دینا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

مائی لارڈ۔ سوا سال کا عرصہ ہوا۔ کہ آپ فرانس سے اپنے ساتھ اپنی بیٹی کو لائے جسے آپ نے مردہ سمجھ رکھا تھا۔ اور جو اپنی ماں کی نگرانی میں پرورش پا رہی تھی۔ مجھے

اپنی بہن شہزادی جولیانہ کے خطوط سے شہزادی ایملیا کے حالات معلوم ہوتے رہے ہیں۔ اور میں جانتا ہوں۔ کہ جیسی وہ حسین ہیں۔ ویسا ہی اُن کا دل بھی نیک ہے۔ جیرولسٹین کے قیام کے دوران میں میرا بیٹا ہر روز شہزادی کو دیکھتا اور اُن کی محبت کا دم بھرتا رہا۔ مگر اُس نے اپنے جذبات کو کبھی ظاہر نہ ہونے دیا۔ حسن اتفاق سے مجھے اُس کا یہ راز معلوم ہو گیا۔ اور میں نے اسے آپ کے گوش گذار کر دینا اپنا فرض سمجھا۔ اب اس کا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔ کہ میرا بیٹا آپ کی فرزندی کا شرف حاصل کرنے کے قابل ہے یا نہیں۔

مائی لارڈ۔ یقین جانئے۔ کہ آپ کا جو کچھ بھی فیصلہ ہوگا۔ میں اُسے عزت و احترام کی نظر سے دیکھوں گا۔

تابعدار گسٹوے پال

ہنری کے باپ شہزادہ پال کا یہ خط پڑھ کر روڈلف کچھ دیر تک غور و فکر میں مصروف رہا۔ اس کے بعد وہ اپنی بیٹی کے پاس آیا۔ جس سے کلینس بڑے پیار و اخلاص کی باتیں کر رہی تھی۔ کہنے لگا۔ "میری پیاری ایملیا۔ بھلا شہزادہ ہنری کے متعلق تمہاری کیا رائے ہے؟"

ایملیا لمحہ بھر تک گم سم کھڑی رہی۔ پھر وہ سسکیاں لیتی ہوئی اپنے باپ سے لپٹ گئی۔ روڈلف بولا "تمہیں اُس سے محبت ہے۔ یقیناً تمہیں اُس سے محبت ہے"۔

ایملیا نے کہا "ابا جان۔ جب مجھ پر اپنے دل کا یہ حال کھلا۔ تو میں نے عہد کر لیا کہ اسے کبھی ظاہر نہ ہونے دوں گی۔ مگر افسوس مجھے اس میں کامیابی نہ ہوئی"۔

"کیا ہنری کو معلوم ہے۔ کہ تم اُس سے محبت کرتی ہو؟"

"جہاں تک میرا خیال ہے۔ اُسے معلوم نہیں ہے"۔

"اور کیا تمہیں معلوم ہے۔ کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے"؟

"میں نہیں جانتی"۔

"پیاری ایمیلیا۔ تمہارے دل میں اُس کی محبت کس طرح پیدا ہوئی"؟

"بالکل بے خبری کے عالم میں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ جب میں آپ کے ہمراہ شہزادی جولیانہ سے ملنے گئی تھی۔ تو وہاں سولھویں صدی کے ایک پیش خدمت لڑکے کی تصویر دیکھی تھی۔ اے کاش میں وہاں نہ جاتی اور وہ تصویر نہ دیکھتی۔ میں بے اختیار اُس سے محبت کرنے لگی۔ اور چونکہ آپ نے کہا تھا۔ کہ یہ تصویر آج سے تین سو سال پہلے کے ایک نوجوان کی ہے۔ اس لئے میں اُس کی یاد کو بے ضرر سمجھ کر اُسے بھولنے کی کوشش نہ کرتی تھی۔ لیکن جب مجھے حقیقت حال معلوم ہوئی۔ تو یہ تصویر میرے دل پر کچھ ایسی نقش ہو چکی تھی۔ کہ مٹائے نہ مٹتی ——"

رڈولف نے بات کاٹ کر کہا "بیٹی تمہیں اس تصویر کو مٹانے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ شہزادہ ہنری بھی تمہیں دل سے چاہتا ہے"۔

اس کے کچھ عرصہ بعد جیرولسٹین کے سرکاری گزٹ میں ذیل کی خبر جلی حروف میں درج تھی:-

"کل ہز رائل ہائی نس گرینڈ ڈیوک کی دختر نیک اختر شہزادی ایمیلیا کی شادی اولڈنزال کے شہزادے پال کے بیٹے شہزادہ ہنری کے ساتھ رچا دی گئی"۔

ختم شد

گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام بابو نظام الدین پرنٹر چھپوا کر میر ممتاز علی پبلشر نے دارالاشاعت پنجاب ریلوے روڈ لاہور سے شائع کیا

Taj Tahir Foundation

Taj Tahir Foundation

LIBRARY